حضرت ابراهیم علیہ السلام
اور سنت ابراهیمی

مصنف

استاذ الحدیث والفقہ

حضرت علامہ مولانا مفتی محمد ہاشم خان العطاری المدنی مدظلہ العالی

مکتبہ امام اهلسنت لاهور

فون:0332-9292026

بسم الله الرحمن الرحيم

الصلوة والسلام عليك يا رسول الله

وعلىٰ آلك واصحابك يا حبيب الله

نام کتاب	**حضرت ابراهیم علیہ السلام اور سنت ابراهیمی**
مصنف	مفتی محمد ہاشم خان العطاری المدنی مدظلہ العالی
صفحات	**280**
قیمت	روپے
اشاعتِ اول	ذوالقعدہ 1435ھ، ستمبر 2014ء
ناشر	**مکتبہ امام اهلسنت لاهور**

فون:0332-9292026

فہرست

الحمد لله رب العٰلمین والصلوة والسلام علی سید الانبیاء والمرسلین

امابعد فاعوذبالله من الشیطٰن الرجیم o بسم الله الرحمن الرحیم o

الباب الاول

حضرت ابراهیم علیہ السلام

فصل (1): ولادت اورپرورش

چاربادشاہ

چار بادشاہ ایسے گزرے ہیں جنہوں نے پوری دنیا پرحکومت کی ہے ،ان میں سے دومؤمن اور دوکافر ہیں،مؤمن بادشاہ حضرت سلیمان علیہ السلام اور حضرت ذوالقرنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں اور کافر بادشاہ بُخْتَنَصَّرُ (بُخْتَ نصَّر)اور نمرود بن کنعان ہیں ،ان کے علاوہ پوری دنیاپرحکومت کسی نے نہیں کی۔

(تفسیر طبری ،القول فی تأویل قوله تعالیٰ :الم تر الی الخ،ج 4،ص571،دارہجر للنشر والطباعة، بیروت☆ تفسیر ابن ابی حاتم،قوله تعالیٰ:واتل علیهم نبأ ابراہیم،ج 8، ص 2776،مکتبه نزار مصطفی الباز،عرب)

نمرود بن کنعان

حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی ولادت نمرود بن کنعان کے زمانے میں ہوئی،نمرود بن کنعان بڑاجابر بادشاہ تھا۔بابل اس کا دارالخلافہ تھا،سب سے پہلے اسی نے تاج شاہی اپنے سر پررکھا۔اس سے پہلے کسی بادشاہ نے تاج نہیں پہنا تھا۔

(تفسیر بغوی،سورۃ الانعام،آیت 74،ج2،ص137،داراحیاء التراث العربی ، بیروت☆تفسیر طبری،ج11،ص 481، مؤسسة الرساله ، بیروت)

یہ ولدالزنااورحرامی تھااوراس کی ماں نے زنا کرالیاتھاجس سے نمرود پیداہوا تھا کہ سلطنت کا کوئی وارث پیدانہ ہوگا توبادشاہت ختم ہوجائے گی۔لیکن یہ حرامی لڑکا بڑاہوکر بہت بڑابادشاہ بن گیا۔ (عجیب القرآن،ص264،مکتبة المدینه،کراچی)

ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت میں ہے:''نمرود کے دروازے پرایک درخت تھا جس کا سایہ بالکل نہ تھا۔جب ایک شخص اس کے نیچے آتا اس کے لائق سایہ ہوجاتا، دوسرا آتاتو دو کے لائق ہوجاتا۔غرض ایک لاکھ تک آدمی اس کے سایہ میں رہ سکتے اور جہاں ایک لاکھ سے ایک بھی زیادہ ہواسب دھوپ میں۔

اُسی (نمرود) کا ایک حوض تھا۔صبح کولوگ آتے ،کوئی اس میں پیالہ بھر کر دودھ ڈالتا،کوئی شربت،کوئی شہد،جس کو جو پسند آتا یہاں تک کہ وہ بھرجاتا اورسب چیزیں خلط ہو(یعنی آپس میں مِل)جاتیں۔اب جس کوحاجت ہوتی پیالہ ڈالتا،جو شے جس نے ڈالی ہوتی وہی اس کے جام میں آجاتی۔یہ کافراوروہ بھی کیسے بڑے کافر کا اِستدارج تھا۔'' (ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت،442,443،مکتبة المدینه،کراچی)

یہ خدائی کا بھی دعوی دارتھا،لوگوں سے زبردستی اپنی پرستش کراتا تھا،کاہن اورنجومی اس کے دربارمیں بکثرت اس کے مقرب تھے۔

(تفسیر بغوی،سورۃ الانعام،آیت 74،ج2،ص137،داراحیاء التراث العربی، بیروت☆تفسیر طبری ،ج11،ص 481، مؤسسة الرساله،بیروت☆قصص الانبیاء لابن کثیر،ذکر مناظرة ابراہیم الخلیل ، ج1،ص187،دارالتألیف،القاہرہ)

نجومیوں کا خبر دینا

ایک دن کاہنوں اورنجومیوں نے اسے بتایا کہ اس سال تیرے شہر میں ایک بچہ پیدا ہوگا جواہل زمین کے دین کو بدل دے گا ،تیری ہلاکت ہوگی اور تیرا ملک تیرے ہاتھوں سے چلا جائے گا،کہاجاتا ہے کہ ان کاہنوں نے یہ بات سابقہ انبیاءعلیہم السلام کی کتب میں پڑھی تھی۔

(تفسیر بغوی،سورۃ الانعام،آیت 74،ج2،ص137،داراحیاء التراث العربی،بیروت☆تفسیر طبری،ج11،ص 481، مؤسسة الرساله ، بیروت)

نمرود کا خواب

ایک روایت میں یہ ہے کہ نمرود نے ایک رات خواب میں دیکھا کہ ایک مینڈھااس کے پاس آیااوراس کے تخت کواپنے سینگوں سے توڑ پھوڑ دیا،اس نے صبح معبرین (خواب کی تعبیر بتانے والوں)سے اس کی تعبیر پوچھی تو انہوں نے بتایااس

سال ایک فرزند ایسا پیدا ہوگا جو تیری بادشاہی کے زوال کا سبب بنے گا۔

(تفسیر سمرقندی، سورۃ الانعام، ج1، ص461، مطبوعہ بیروت)

علامہ سُدّی نے کہا کہ نمرود نے ایک رات یہ خواب دیکھا کہ ایک ستارہ نکلا اور اس کی روشنی میں چاند، سورج وغیرہ سارے ستارے بے نور ہو کر رہ گئے، اور اس سے شدید خوف وہراس پیدا ہوگیا ہے، نمرود نے (صبح کو دربار میں) نجومیوں اور کاہنوں کو بلایا اور ان سے اس بارے میں سوال کیا تو کاہنوں اور نجومیوں نے اس خواب کی یہ تعبیر دی کہ اس سال ایک فرزند ایسا پیدا ہوگا جو تیری اور تیری بادشاہی کی ہلاکت کا باعث ہوگا۔

(تفسیر بغوی، سورۃ الانعام، آیت 74، ج2، ص137، داراحیاء التراث العربی، بیروت ☆ تفسیر طبری، ج11، ص 481، مؤسسۃ الرسالہ، بیروت)

بچوں کا قتلِ عام

یہ سن کر نمرود بے حد پریشان ہوگیا اور اس نے یہ حکم دے دیا کہ میرے شہر میں اس سال جو بچہ پیدا ہو وہ قتل کر دیا جائے۔ اور مرد عورتوں سے جدا رہیں، ہر دس عورتوں پر ایک مرد مقرر کر دیا، جب عورتوں کو حیض آتا تو عورت اپنے شوہر کے پاس جا سکتی تھی، کیونکہ یہ لوگ (بھی) حیض میں مجامعت نہیں کرتے تھے، جب پاکی کے دن ہوتے تو میاں بیوی کے درمیان جدائی کر دی جاتی۔

چنانچہ ہزاروں بچے قتل کر دیئے گئے، مگر تقدیراتِ الٰہیہ کو کون ٹال سکتا ہے؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد آئے تو انہوں نے اپنی زوجہ کو طہر کی حالت میں پایا، عملِ زوجیت کیا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے والد کے صلبِ اطہر سے اپنی والدہ کے بطنِ اطہر میں تشریف لے آئے۔

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی والدہ کے بطنِ اطہر میں تشریف لے آئے

تو نجومیوں نے حساب لگا کر نمرود کو بتایا کہ جس بچے کے بارے میں بتایا تھا وہ تو اپنی ماں کے بطن میں آگیا ہے (مطلب یہ کہ تمہارے یہ سارے انتظامات دھرے کے دھرے رہ گئے)، نمرود نے اور تیزی کے ساتھ پیدا ہونے والے بچوں کو قتل کروانا شروع کر دیا۔

نمرود نے ہر حمل والی عورت کو ایک گاؤں میں بھجوا دیا (تاکہ بچہ پیدا ہوتے ہی قتل کر دیا جائے)، وہ ادھر قید رہتی، مگر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی والدہ کے حمل کا کسی کو پتہ نہ چلا۔

(تفسیر بغوی، سورۃ الانعام، آیت 74، ج2، ص137، داراحیاء التراث العربی، بیروت ☆ تفسیر طبری، ج 11، ص 481، مؤسسۃ الرسالہ، بیروت ☆ تفسیر ثعلبی، سورۃ الانعام، آیت 74، ج4، ص161، داراحیاء التراث العربی، بیروت)

ولادت اور پرورش

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ولادت کا وقت قریب ہوا تو ان کی والدہ شہر سے باہر ایک پہاڑ کی غار میں چلی گئیں اور وہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ولادت ہوگئی، پھر غار کا منہ بند کر کے واپس آگئیں، پھر وقتاً فوقتاً ان کو چھپ کر وہاں دودھ پلا آتی تھیں۔

ایک روایت میں ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کی والدہ کافی دنوں بعد غار میں گئیں تو کیا دیکھتی ہیں کہ بیٹا زندہ ہے اور انگوٹھا چوس رہا ہے، خوش ہوئیں اور یہی سمجھیں کہ اسے انگوٹھا چوسنے سے رزق مل رہا ہے۔

ایک روایت ہے کہ جبریل علیہ السلام آئے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنا انگوٹھا ان کے منہ میں ڈال دیا، آپ علیہ السلام اسے چوستے تو اس سے دودھ نکلتا، آپ کی شہادت کی انگلی آپ کے منہ میں ڈال دی، اسے چوستے تو شہد نکلتا، اس طرح

آپ کی پرورش ہوتی رہی۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پرورش اس غار میں اس طرح ہوتی رہی کہ آپ کو ایک انگلی سے پانی، ایک انگلی سے دودھ، ایک انگلی سے شہد، ایک سے کھجوریں اور ایک سے گھی ملتا تھا۔

ابراہیم علیہ السلام کی پرورش بڑی تیزی سے ہوئی، دنوں میں مہینوں کی اور مہینوں میں سالوں کی پرورش ہوئی۔

ایک قول کے مطابق پندرہ مہینوں سے زیادہ غار میں نہیں ٹھہرے، بعض مفسرین کا قول ہے کہ سات برس کی عمر تک، بعض کا قول ہے کہ تیرا برس اور بعضوں نے تحریر فرمایا کہ سترہ برس تک آپ اسی غار میں پرورش پاتے رہے۔

(تفسیر بغوی، سورۃ الانعام، آیت 74، ج2، ص137، داراحیاء التراث العربی، بیروت☆تفسیر طبری، ج11، ص 481، مؤسسۃ الرسالہ، بیروت)

دعوتِ توحید کا آغاز

حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی جس دور میں ولادت ہوئی، لوگ ستاروں، چاند اور سورج کی پوجا بھی کرتے تھے، بت پرستی بھی عام تھی، نمرود نے بھی خدائی دعوی کیا ہوا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو ابتداء ہی سے ہدایت ونبوت عطا فرمائی تھی، قرآن مجید میں ہے: ﴿وَلَقَدْ آتَيْنَا إِبْرَاهِيمَ رُشْدَهُ مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا بِهِ عَالِمِينَ﴾ ترجمۂ کنز الایمان مع حاشیۂ خزائن العرفان: اور بیشک ہم نے ابراہیم کو (ان کی ابتدائی عمر میں بالغ ہونے کے) پہلے ہی سے اس کی نیک راہ عطا کردی اور ہم اس سے خبردار تھے (کہ وہ ہدایت ونبوّت کے اہل ہیں)۔ (پ17، سورۃ الانبیاء، آیت51)

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام غار سے اپنے شہر کی طرف آئے، ایک رات

آپ علیہ السلام نے زہرہ یا مشتری ستارہ کو دیکھا تو قوم کو توحید کی دعوت دینے کے لئے آپ نے نہایت ہی نفیس اور دل نشین انداز میں لوگوں کے سامنے اس طرح تقریر فرمائی کہ اے لوگو! کیا اس ستارے کو میرا رب ٹھہراتے ہو؟ پھر جب وہ ستارہ ڈوب گیا تو آپ نے فرمایا کہ ڈوب جانے والوں سے میں محبت نہیں رکھتا۔ پھر اس کے بعد جب چمکتا چاند نکلا تو آپ نے فرمایا کہ کیا اسے میرا رب ٹھہراتے ہو؟ پھر جب وہ بھی غروب ہو گیا تو آپ نے فرمایا کہ اگر میرا رب مجھے ہدایت نہ فرماتا تو میں بھی انہیں گمراہوں میں سے ہوتا۔ پھر جب چمکتے دمکتے سورج کو دیکھا تو آپ نے فرمایا کہ یہ تو ان سب سے بڑا ہے، کیا اسے میرا رب ٹھہراتے ہو؟ پھر جب یہ بھی غروب ہو گیا تو آپ نے فرمایا کہ اے میری قوم! میں ان تمام چیزوں سے بیزار ہوں جن کو تم لوگ خدا کا شریک ٹھہراتے ہو۔ اور میں نے اپنی ہستی کو اس ذات کی طرف متوجہ کر لیا ہے جس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا فرمایا ہے۔

بس میں صرف اسی ایک ذات کا عابد بن گیا ہوں اور میں شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔ پھر ان کی قوم ان سے جھگڑا کرنے لگی تو آپ نے فرمایا کہ تم لوگ مجھ سے خدا کے بارے میں جھگڑتے ہو؟ اس خدا نے تو مجھے ہدایت دی ہے اور میں تمہارے جھوٹے معبودوں سے بالکل نہیں ڈرتا۔ سن لو! بغیر میرے رب کے حکم کے تم لوگ اور تمہارے دیوتا میرا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتے۔ میرا رب ہر چیز کو جانتا ہے۔ کیا تم لوگ میری نصیحت کو نہیں مانو گے؟

(تفسیر الهداية الى بلوغ النهايه، ج 3، ص2080، مطبوعه مجموعه بحوث الكتاب السنة ☆قصص الانبياء لابن كثير، قصة ابراهيم الخليل، ج1، ص 173 تا175، دارالتأليف)

اس واقعہ کو مختصر مگر بہت جامع الفاظ میں قرآن مجید نے یوں بیان فرمایا ہے

﴿فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ اللَّيْلُ رَاٰ كَوْكَبًا قَالَ هٰذَا رَبِّيْ فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَآ اُحِبُّ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

الْاٰفِلِیْنَ o فَلَمَّا رَاَ الْقَمَرَ بَازِغًا قَالَ هٰذَا رَبِّیْ فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَئِنْ لَّمْ یَهْدِنِیْ رَبِّیْ لَاَكُوْنَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّآلِّیْنَ o فَلَمَّا رَاَ الشَّمْسَ بَازِغَةً قَالَ هٰذَا رَبِّیْ هٰذَآ اَكْبَرُ فَلَمَّآ اَفَلَتْ قَالَ یٰقَوْمِ اِنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ o اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ o﴾

ترجمہ کنزالایمان: پھر جب ان پر رات کا اندھیرا آیا ایک تارا دیکھا بولے اسے میرا رب ٹھہراتے ہو پھر جب وہ ڈوب گیا، بولے مجھے خوش نہیں آتے ڈوبنے والے پھر جب چاند چمکتا دیکھا بولے: اسے میرا رب بتاتے ہو پھر جب وہ ڈوب گیا کہا اگر مجھے میرا رب ہدایت نہ کرتا تو میں بھی انہیں گمراہوں میں ہوتا پھر جب سورج جگمگاتا دیکھا بولے اسے میرا رب کہتے ہو۔ یہ تو ان سب سے بڑا ہے پھر جب وہ ڈوب گیا کہا اے قوم میں بیزار ہوں ان چیزوں سے جنہیں تم شریک ٹھہراتے ہو میں نے اپنا منہ اس کی طرف کیا جس نے آسمان وزمین بنائے ایک اسی کا ہوکر اور میں مشرکوں میں نہیں۔

(پ7، سورۃ الانعام، آیت76تا79)

سبحان اللہ، کتنا دلکش طرزِ بیان اور کس قدر مؤثر طریقہ استدلال ہے۔

نوٹ: ایک قول کے مطابق حضرت ابراہیم علیہ السلام کی توحید کی دعوت پر مشتمل مذکورہ بالا تقریر بابل کے لوگوں کو سامنے نہ تھی کیونکہ بابل کے لوگ بت پرستی کرتے تھے، ستاروں، چاند اور سورج کو نہ پوجتے تھے، یہ تقریر (بابل سے ہجرت کے بعد) ''حران'' کے لوگوں کے سامنے تھی کیونکہ حران کے لوگ چاند ستاروں کی پرستش کرتے تھے۔ (قصص الانبیاء لابن کثیر، قصۃ ابراہیم الخلیل، ج1، ص175، دارالتألیف، القاہرہ)

بتوں کی تذلیل

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا چچا آزر نہ صرف بت پرست تھا بلکہ بت بنا کر بیچتا بھی تھا، ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ آزر بت بنا کر بازار بیچنے گیا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام

کو بھی ساتھ لے گیا، آزر نے بازار میں ایک بت حضرت ابراہیم علیہ السلام کو پکڑایا تو آپ نے اسے اٹھانے کے بجائے اس کے گلے میں رسی ڈالی اور اسے گھسیٹتے ہوئے بازار میں چلنے لگے۔

جب چچا نے آپ علیہ السلام سے کہا کہ بت بیچنے کے لیے آواز لگاؤ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس طرح آواز لگائی: مَنْ یشتری ما یضر وَلا یَنْفَعُہ یعنی کون ہے جو اسے خریدنے والا ہے جو نہ نفع دے سکتا ہے نہ نقصان پہنچا سکتا ہے، اگر کسی نے اپنی دین و دنیا کو برباد کرنا ہے تو اس بت کو خرید لے، آپ علیہ السلام سے اس طرح کی باتیں سن کر بت خریدنے کے لیے کوئی بھی تیار نہ ہوا۔

آپ علیہ السلام بت کو نہر کے کنارے لے گئے اور بت کے ساتھ استہزاء کرتے ہوئے اس کا منہ پانی میں ڈبوتے ہوئے کہا کہ پانی پیو۔

(تفسیر طبری، سورۃ الانعام، ج11، ص481، مؤسسۃ الرسالہ، بیروت ☆ تفسیر ابن ابی حاتم، قولہ: اذقال لابیہ وقومہ ماتعبدون، ج 8، ص2779 مکتبہ نزار مصطفی الباز، عرب ☆ تفسیر ثعلبی، سورۃ الانعام، ج4، ص165، داراحیاء التراث العربی، بیروت)

قوم کا جھگڑا

آپ علیہ السلام سب کچھ سرِعام کر رہے تھے، آپ کا بتوں کی تذلیل کرنا لوگوں میں پھیل گیا، لوگ اس بارے میں آپ سے جھگڑا کرنے لگے اور آپ کو ڈراتے ہوئے کہنے لگے کہ بتوں سے ڈرو ان کے بُرا کہنے سے کہیں آپ کو کچھ نقصان نہ پہنچ جائے، آپ علیہ السلام نے جواباً انہیں فرمایا کہ کیا اللہ کے بارے میں مجھ سے جھگڑتے ہو، مجھے ان کا ڈر نہیں جنہیں تم شریک بتاتے ہو، ہوگا وہی جو میرا رب چاہے، میں تمہارے شریکوں سے کیوں ڈروں اور تم نہیں ڈرتے کہ تم نے اللہ کا شریک اس کو ٹھہرایا جس کی تم پر اس نے کوئی سند نہ اتاری تو ہم دونوں فریقوں میں سے زیادہ امن

کا حقدار کون ہے۔ (تفسیر ثعلبی، سورۃ الانعام، ج4، ص165، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

قرآن مجید میں اس کا تذکرہ کچھ یوں ہیں: ﴿وَحَاجَّهُ قَوْمُهُ قَالَ أَتُحَاجُّونِّي فِي اللَّهِ وَقَدْ هَدَانِ وَلَا أَخَافُ مَا تُشْرِكُونَ بِهِ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ رَبِّي شَيْئًا وَسِعَ رَبِّي كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا أَفَلَا تَتَذَكَّرُونَ o وَكَيْفَ أَخَافُ مَا أَشْرَكْتُمْ وَلَا تَخَافُونَ أَنَّكُمْ أَشْرَكْتُمْ بِاللَّهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهِ عَلَيْكُمْ سُلْطَانًا فَأَيُّ الْفَرِيقَيْنِ أَحَقُّ بِالْأَمْنِ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ o﴾ ترجمہ: اور ان کی قوم ان سے جھگڑنے لگی کہا کیا اللہ کے بارے میں مجھ سے جھگڑتے ہو تو وہ مجھے راہ بتا چکا اور مجھے ان کا ڈر نہیں جنہیں تم شریک بتاتے ہو ہاں جو میرا ہی رب کوئی بات چاہے، میرے رب کا علم ہر چیز کو محیط ہے تو کیا تم نصیحت نہیں مانتے اور میں تمہارے شریکوں سے کیونکر ڈروں اور تم نہیں ڈرتے کہ تم نے اللہ کا شریک اس کو ٹھہرایا جس کی تم پر اس نے کوئی سند نہ اتاری تو دونوں گروہوں میں امان کا زیادہ سزاوار کون ہے اگر تم جانتے ہو۔ (پ7، سورۃ الانعام، آیت80,81)

چچا کو تبلیغ اور سمجھانا

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے چچا آزر کو بت پرستی سے روکنے کی کافی کوشش کی، بہت سمجھایا، جیسا کہ قرآن مجید میں ہے: ﴿وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ لِأَبِيهِ آزَرَ أَتَتَّخِذُ أَصْنَامًا آلِهَةً إِنِّي أَرَاكَ وَقَوْمَكَ فِي ضَلَالٍ مُبِينٍ﴾ ترجمہ: اور یاد کرو جب ابراہیم نے اپنے چچا آزر سے کہا کیا تم بتوں کو خدا بناتے ہو بے شک میں تمہیں اور تمہاری قوم کو کھلی گمراہی میں پاتا ہوں۔ (پ7، سورۃ الانعام، آیت74)

سورۂ مریم میں ہے: ﴿إِذْ قَالَ لِأَبِيهِ يَا أَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا يَسْمَعُ وَلَا يُبْصِرُ وَلَا يُغْنِي عَنْكَ شَيْئًا o﴾ ترجمہ: جب اپنے چچا سے بولا اے میرے

چچا کیوں ایسے کو پوجتا ہے جو نہ سنے نہ دیکھے اور نہ کچھ تیرے کام آئے۔ (پ16، سورۂ مریم، آیت42)

مزید سمجھایا: ﴿يَا أَبَتِ إِنِّي قَدْ جَاءَنِي مِنَ الْعِلْمِ مَا لَمْ يَأْتِكَ فَاتَّبِعْنِي أَهْدِكَ صِرَاطًا سَوِيًّا o﴾ ترجمہ: اے میرے باپ بیشک میرے پاس وہ علم آیا جو تجھے نہ آیا تو تُو میرے پیچھے چلا آ میں تجھے سیدھی راہ دکھاؤں۔ (پ16، سورۂ مریم، آیت43)

﴿يَا أَبَتِ لَا تَعْبُدِ الشَّيْطَانَ إِنَّ الشَّيْطَانَ كَانَ لِلرَّحْمَٰنِ عَصِيًّا o﴾ ترجمہ: اے میرے چچا! شیطان کا بندہ نہ بن بیشک شیطان رحمٰن کا نافرمان ہے۔ (پ16، سورۂ مریم، آیت44)

﴿يَا أَبَتِ إِنِّي أَخَافُ أَنْ يَمَسَّكَ عَذَابٌ مِنَ الرَّحْمَٰنِ فَتَكُونَ لِلشَّيْطَانِ وَلِيًّا o﴾ ترجمہ: اے میرے چچا میں ڈرتا ہوں کہ تجھے رحمٰن کا کوئی عذاب پہنچے تو تُو شیطان کا رفیق ہو جائے۔ (پ16، سورۂ مریم، آیت45)

چچا ان نصیحتوں کو ماننے کے بجائے غصے میں آ گیا اور غصے کا اظہار کیا جیسا کہ قرآن پاک میں ہے: ﴿قَالَ أَرَاغِبٌ أَنْتَ عَنْ آلِهَتِي يَا إِبْرَاهِيمُ لَئِنْ لَمْ تَنْتَهِ لَأَرْجُمَنَّكَ وَاهْجُرْنِي مَلِيًّا o﴾ ترجمہ: بولا کیا تو میرے خداؤں سے منہ پھیرتا ہے اے ابراہیم بیشک اگر تو باز نہ آیا تو تو میں تجھے پتھراؤ کروں گا اور مجھ سے زمانہ دراز تک بے علاقہ ہو جائے (پ16، سورۂ مریم، آیت46)

چچا اور قوم کو تبلیغ

حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے چچا کے ساتھ ساتھ اپنی قوم کو بھی توحید کی طرف بلایا، ان کو دعوت حق دی، قرآن مجید میں ہے: ﴿وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ إِبْرَاهِيمَ o إِذْ قَالَ لِأَبِيهِ وَقَوْمِهِ مَا تَعْبُدُونَ o﴾ ترجمہ: اور ان پر پڑھو خبر ابراہیم کی، جب اس

نے اپنے چچا اور اپنی قوم سے فرمایا تم کیا پوجتے ہو۔ (پ19 ,سورۃ الشعراء، آیت69,70)

قوم نے جواب دیا، جیسا کہ قرآن مجید میں ہے: ﴿قَالُوْا نَعْبُدُ اَصْنَامًا فَنَظَلُّ لَهَا عٰكِفِيْنَ ۝﴾ ترجمہ: بولے ہم بتوں کو پوجتے ہیں پھر ان کے سامنے آسن مارے رہتے ہیں۔ (پ19,سورۃ الشعراء، آیت71)

آپ علیہ السلام نے انہیں بڑے پیارے انداز میں سمجھایا، جیسا کہ قرآن مجید میں ہے: ﴿قَالَ هَلْ يَسْمَعُوْنَكُمْ اِذْ تَدْعُوْنَ ۝ اَوْ يَنْفَعُوْنَكُمْ اَوْ يَضُرُّوْنَ ۝﴾ ترجمہ: فرمایا کیا وہ تمہاری سنتے ہیں جب تم پکارو، یا تمہارا کچھ بھلا برا کرتے ہیں۔((پ19, سورۃ الشعراء، آیت72,73)

قوم کے پاس ان باتوں کا کوئی جواب نہ تھا، جواب میں بولے، جیسا کہ قرآن مجید میں ہے: ﴿قَالُوْا بَلْ وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا كَذٰلِكَ يَفْعَلُوْنَ ۝﴾ ترجمہ: بولے بلکہ ہم نے اپنے باپ دادا کو ایسا ہی کرتے پایا۔ (پ19,سورۃ الشعراء، آیت74)

قوم کے اس جواب پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا، جیسا کہ قرآن مجید میں ہے: ﴿قَالَ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ ۝ اَنْتُمْ وَ اٰبَآؤُكُمُ الْاَقْدَمُوْنَ ۝ فَاِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِّيْٓ اِلَّا رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ الَّذِيْ خَلَقَنِيْ فَهُوَ يَهْدِيْنِ ۝ وَالَّذِيْ هُوَ يُطْعِمُنِيْ وَ يَسْقِيْنِ ۝ وَ اِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ ۝ وَالَّذِيْ يُمِيْتُنِيْ ثُمَّ يُحْيِيْنِ ۝ وَالَّذِيْٓ اَطْمَعُ اَنْ يَّغْفِرَ لِيْ خَطِيْٓئَتِيْ يَوْمَ الدِّيْنِ ۝ رَبِّ هَبْ لِيْ حُكْمًا وَّ اَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ ۝﴾ ترجمہ: فرمایا کیا تم دیکھتے ہو یہ جنہیں پوج رہے ہو، تم اور تمہارے اگلے باپ دادا بیشک وہ سب میرے دشمن ہیں مگر پروردگارِ عالم، وہ جس نے مجھے پیدا کیا تو وہ مجھے راہ دے گا اور وہ جو مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے اور جب میں بیمار ہوں تو وہی مجھے شفا دیتا ہے اور وہ مجھے وفات دے گا پھر مجھے زندہ کرے گا اور

وہ جس کی مجھے آس لگی ہے کہ میری خطائیں قیامت کے دن بخشے گا، اے میرے رب مجھے حکم عطا کر اور مجھے ان سے ملا دے جو تیرے قربِ خاص کے سزاوار ہیں۔

(پ19,سورۃ الشعراء، آیت75تا83)

فصل(2): بت شکنی

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بت پرستی کے معاملہ میں پہلے تو اپنی قوم کو بار بار دعوتِ حق دی، سمجھایا، ان سے مناظرہ کر کے حق کو ظاہر کر دیا، مگر لوگوں نے حق کو قبول نہیں کیا، سورۃ الانبیاء میں اس کا تذکرہ کچھ یوں ہے: ﴿وَلَقَدْ اٰتَیْنَاۤ اِبْرٰهِیْمَ رُشْدَهٗ مِنْ قَبْلُ وَ كُنَّا بِهٖ عٰلِمِیْنَ ۝ اِذْ قَالَ لِاَبِیْهِ وَ قَوْمِهٖ مَا هٰذِهِ التَّمَاثِیْلُ الَّتِیْۤ اَنْتُمْ لَهَا عٰكِفُوْنَ﴾ ترجمہ کنز الایمان مع خزائن العرفان: اور بیشک ہم نے ابراہیم کو (ان کی ابتدائی عمر میں بالغ ہونے کے) پہلے ہی سے اس کی نیک راہ عطا کر دی اور ہم اس سے خبردار تھے (کہ وہ ہدایت و نبوّت کے اہل ہیں)، جب اس نے اپنے باپ اور قوم سے کہا یہ مورتیں (یعنی بُت جو درندوں پرندوں اور انسانوں کی صورتوں کے بنے ہوئے ہیں) کیا ہیں جن کے آگے تم آسن مارے ہو (اور ان کی عبادت میں مشغول ہو)۔ (پ17،سورۃ الانبیاء، آیت51,52)

آگے سے قوم نے وہی بے وقوفانہ جواب دیا: ﴿قَالُوْا وَجَدْنَاۤ اٰبَآءَنَا لَهَا عٰبِدِیْنَ﴾ ترجمہ: بولے ہم نے اپنے باپ دادا کو ان کی پوجا کرتے پایا۔

(پ ،17سورۃ الانبیاء، آیت53)

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جو جواب دیا، قرآن مجید میں ہے: ﴿قَالَ لَقَدْ كُنْتُمْ اَنْتُمْ وَ اٰبَآؤُكُمْ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ﴾ ترجمہ: کہا بے شک تم اور تمہارے باپ دادا سب کھلی گمراہی میں ہو۔ (پ،17،سورہ الانبیاء، آیت54)

آگے سے قوم نے کہا: ﴿قَالُوْۤا اَجِئْتَنَا بِالْحَقِّ اَمْ اَنْتَ مِنَ اللّٰعِبِیْنَ﴾ ترجمہ: بولے کیا تم ہمارے پاس حق لائے ہو یا یونہی کھیلتے ہو۔

(پ،17،سورۃ الانبیاء، آیت55)

چونکہ انہیں اپنے طریقہ کا گمراہی ہونا بہت ہی بعید معلوم ہوتا تھا اور اس کا

انکار کرنا وہ بہت بڑی بات جانتے تھے اس لئے انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے یہ کہا کہ کیا آپ یہ بات واقعی طور پر ہمیں بتا رہے ہیں یا بطریق کھیل کے فرماتے ہیں، اس کے جواب میں آپ نے حضرت مَلِکِ علّام کی ربوبیت کا اثبات فرما کر ظاہر فرما دیا کہ آپ کھیل کے طریقے پر کلام فرمانے والے نہیں ہیں بلکہ حق کا اظہار فرماتے ہیں۔ (خزائن العرفان، تحت الآیۃ المذکورہ)

چنانچہ آپ کا قول قرآن مجید میں ہے: ﴿قَالَ بَلْ رَّبُّكُمْ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ الَّذِیْ فَطَرَهُنَّ وَ اَنَا عَلٰى ذٰلِكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِیْنَ﴾ ترجمہ: کہا بلکہ تمہارا رب وہ ہے جو رب ہے آسمانوں اور زمین کا جس نے انہیں پیدا کیا اور میں اس پر گواہوں میں سے ہوں۔ (پ17،سورۃ الانبیاء، آیت56)

آخر حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے قوم کو دھمکی دی: ﴿وَ تَاللّٰهِ لَاَكِیْدَنَّ اَصْنَامَكُمْ بَعْدَ اَنْ تُوَلُّوْا مُدْبِرِیْنَ﴾ ترجمہ: اور مجھے اللہ کی قسم ہے میں تمہارے بتوں کا برا چاہوں گا بعد اس کے کہ تم پھر جاؤ پیٹھ دے کر۔

(سورۃ الانبیاء، آیت57)

ایک قول کے مطابق یہ دھمکی دل میں دی تھی اور حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ بعض لوگوں نے یہ دھمکی سن لی تھی۔

(قصص الانبیاء لابن کثیر، ذکر قصۃ ابراہیم الخلیل، ج1، ص178، دار التألیف، القاہرہ)

قوم کا سالانہ میلہ

اس قوم کا یہ دستور تھا کہ سالانہ ان لوگوں کا ایک میلہ لگتا تھا۔ لوگ طرح طرح کھانے پکا کر اور مٹھائیاں تیار کر کے بتوں کے سامنے رکھ کر شہر کے باہر جنگل میں جمع ہو جاتے، دن بھر لہو و لعب میں مشغول رہتے، ان کا یہ عقیدہ تھا کہ ہمارے غیر حاضری میں بتوں کے سامنے موجود کھانوں میں برکت ہو جائے گی، لہٰذا سارا دن

کھیل کود اور لہو ولعب سے فارغ ہو کر شام کو بت خانہ میں جا کر بتوں کی پوجا کرتے اور بتوں کے چڑھاوے، مٹھائیوں اور کھانوں کو پرشاد کے طور پر کھاتے۔

اس میلے کا دن آیا، ابراہیم علیہ السلام انہیں حسبِ معمول دعوتِ حق دے رہے تھے کہ انہوں نے اپنے میلے کی دعوت دی، چنانچہ قرآن مجید میں ہے: ﴿اِذْ قَالَ لِاَبِیْهِ وَ قَوْمِهٖ مَاذَا تَعْبُدُوْنَ o اَئِفْكًا اٰلِهَةً دُوْنَ اللّٰهِ تُرِیْدُوْنَ o فَمَا ظَنُّكُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ o﴾ ترجمۂ کنز الایمان وخزائن العرفان: جب اس نے اپنے باپ (چچا) اور اپنی قوم سے (زجراً) فرمایا تم کیا پوجتے ہو، کیا بہتان سے اللہ کے سوا اور خدا چاہتے ہو، تو تمہارا کیا گمان ہے رب العالمین پر (کہ جب تم اس کے سوا دوسرے کو پُوجو گے تو کیا وہ تمہیں بے عذاب چھوڑ دے گا باوجود یہ کہ تم جانتے ہو کہ وہی منعمِ حقیقی، مستحقِ عبادت ہے)۔

(پ,23،سورۃالصفت آیت85،87)

دعوتِ حق سن کر آگے سے قوم نے کہا کہ کل کو ہماری عید ہے، جنگل میں میلہ لگے گا، ہم نفیس کھانے پکا کر بُتوں کے پاس رکھ جائیں گے اور میلہ سے واپس ہو کر تبرُّک کے طور پر ان کو کھائیں گے، آپ بھی ہمارے ساتھ چلیں اور مجمع اور میلہ کی رونق دیکھیں، وہاں سے واپس ہو کر بُتوں کی زینت اور سجاوٹ اور ان کا بناؤ سنگار دیکھیں، یہ تماشا دیکھنے کے بعد ہم سمجھتے ہیں کہ (معاذ اللہ) آپ بُت پرستی پر ہمیں ملامت نہ کریں گے۔ (خزائن العرفان،تحت آیۃ المذکورہ)

اگلے دن جب انہوں نے ابراہیم علیہ السلام کو ساتھ جانے کا کہا تو آپ علیہ السلام نے جو جواب دیا، قرآن مجید میں ہے: ﴿فَنَظَرَ نَظْرَةً فِی النُّجُوْمِ o فَقَالَ اِنِّیْ سَقِیْمٌ o﴾ ترجمۂ کنز الایمان مع خزائن العرفان: پھر اس نے ایک نگاہ ستاروں کو دیکھا (جیسے کہ ستارہ شناس نجوم کے ماہر ستاروں کے مواقعِ اتصالات وانصرافات کو دیکھا کرتے ہیں)، پھر کہا میں بیمار ہونے والا ہوں۔(پ23،سورہ الصفت،آیت88,89)

قوم نجوم کی بہت معتقد تھی وہ سمجھی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ستاروں سے اپنے بیمار ہونے کا حال معلوم کر لیا، اب یہ کسی متعدّی مرض میں مبتلا ہونے والے ہیں اور متعدّی مرض سے وہ لوگ بہت ڈرتے تھے(تفسیر خزائن العرفان،تحت آیۃ المذکورہ)

لہٰذا قوم حضرت ابراہیم علیہ السلام کو چھوڑ کر میلہ میں چلی گئی: ﴿فَتَوَلَّوْا عَنْهُ مُدْبِرِیْنَ o﴾ ترجمۂ کنز الایمان مع خزائن العرفان: تو وہ اس پر پیٹھ دے کر (اپنی عید کی طرف) پھر گئے (اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو چھوڑ گئے)۔

(پ23،سورۃ الصفت،آیت90)

ان کے جانے کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کلہاڑی لے کر بُت خانہ میں آئے ﴿فَرَاغَ اِلٰۤى اٰلِهَتِهِمْ فَقَالَ اَلَا تَاْكُلُوْنَ o مَا لَكُمْ لَا تَنْطِقُوْنَ o﴾ ترجمۂ کنز الایمان مع خزائن العرفان: پھر ان کے خداؤں کی طرف چُھپ کر چلا تو کہا کیا تم نہیں کھاتے (یعنی اس کھانے کو جو تمہارے سامنے رکھا ہے بُتوں نے اس کا کچھ جواب نہ دیا اور وہ جواب ہی کیا دیتے تو آپ نے فرمایا) تمہیں کیا ہوا کہ نہیں بولتے (اس پر بھی بُتوں کی طرف سے کوئی جواب نہ ہوا، وہ بے جان پتّھر تھے جواب کیا دیتے)۔ (پ23،سورۃ الصفت،آیت91,92)

پھر حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام بتوں کو توڑنا شروع ہوئے: ﴿فَرَاغَ عَلَیْهِمْ ضَرْبًا بِالْیَمِیْنِ o﴾ ترجمہ: تو لوگوں کی نظر بچا کر انہیں دہنے ہاتھ سے مارنے لگا۔ (پ23،سورۃ الصفت،آیت93)

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بُتوں کو مار مار کر پارہ پارہ کر دیا، چکنا چور کر ڈالا اور سب سے بڑے بت کو چھوڑ دیا اور کلہاڑی اُس کے کندھے پر رکھ کر آپ بت خانہ سے باہر چلے آئے، قرآن مجید میں ہے: ﴿فَجَعَلَهُمْ جُذٰذًا اِلَّا كَبِیْرًا لَّهُمْ

لَعَلَّهُمْ إِلَيْهِ يَرْجِعُونَ o ﴾ ترجمۂ کنزالایمان مع خزائن العرفان: تو ان سب کو (بُتوں کو توڑ کر) چورا کر دیا مگر ایک کو جو ان سب کا بڑا تھا (اسے چھوڑ دیا اور بَسُولا (کلہاڑی کو) اس کے کندھے پر رکھ دیا) کہ شاید وہ اس سے کچھ پوچھیں۔

(پ17،سورۃ الانبیاء،آیت58)

یعنی بڑے بُت سے کہ ان چھوٹے بُتوں کا کیا حال ہے یہ کیوں ٹوٹے اور بَسُولا تیری گردن پر کیسا رکھا ہے اور انہیں اس کا عجز ظاہر ہو اور انہیں ہوش آئے کہ ایسے عاجز خدا نہیں ہو سکتے یا یہ معنٰی ہیں کہ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے دریافت کریں اور آپ کو حُجّت قائم کرنے کا موقع ملے چنانچہ جب قوم کے لوگ شام کو واپس ہوئے اور بُت خانے میں پہنچے اور انہوں نے دیکھا کہ بُت ٹوٹے پڑے ہیں۔

(خزائن العرفان،تحت الآیۃ المذکورہ)

وہ اپنے خداؤں کی یہ حالت دیکھ کر حیران ہو گئے کہ کسی کی ٹانگ نہیں، کسی کا ہاتھ نہیں، کسی کا کان نہیں اور کسی کا سر نہیں، اور سب کہ سب سر کے بل گرے پڑے ہیں، صرف ایک بڑا بت صحیح سالم کھڑا نظر آ رہا ہے اور اس کے کندھے کلہاڑی رکھی ہوئی ہے، وہ لوگ آپس میں ایک دوسرے سے پوچھنے لگے: ﴿قَالُوا مَنْ فَعَلَ هَذَا بِآلِهَتِنَا إِنَّهُ لَمِنَ الظَّالِمِينَ o﴾ ترجمہ: بولے کس نے ہمارے خداؤں کے ساتھ یہ کام کیا بیشک وہ ظالم ہے۔

(پ17، سورۃ الانبیاء،آیت59)

پھر ان میں کچھ لوگوں نے کہا: ﴿قَالُوا سَمِعْنَا فَتًى يَذْكُرُهُمْ يُقَالُ لَهُ إِبْرَاهِيمُ o﴾ ترجمہ: ان میں کے کچھ بولے ہم نے ایک جوان کو انہیں برا کہتے سنا جسے ابراہیم کہتے ہیں۔

(سورۃ الانبیاء،آیت60)

یہ خبر نمرود جبّار اور اس کے اُمراء کو پہنچی۔(خزائن العرفان،تحت الآیۃ المذکورہ)

تو نمرود اور اس کے امراء غصے اور انتقام میں بھر گئے اور یہ طے کیا کہ حضرت

ابراہیم علیہ السلام کو سب کے سامنے لا کر فیصلہ کیا جائے، چنانچہ قرآن مجید میں ہے: ﴿قَالُوا فَأْتُوا بِهِ عَلَى أَعْيُنِ النَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَشْهَدُونَ o﴾ ترجمۂ کنزالایمان وخزائن العرفان: بولے تو اسے لوگوں کے سامنے لاؤ شاید وہ گواہی دیں (کہ یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہی کا فعل ہے یا ان سے بُتوں کی نسبت ایسا کلام سُنا گیا ہے۔ (مدعا یہ تھا کہ شہادت قائم ہو تو وہ آپ کے درپے ہوں چنانچہ حضرت بلائے گئے)۔

(پ17،سورۃ الانبیاء،آیت61)

حضرت ابراہیم علیہ السلام تو چاہتے ہی یہی تھے کہ لوگ جمع ہوں اور وہ ان کے سامنے بتوں کے بطلان کو ظاہر کریں۔

(قصص الانبیاء لابن کثیر،ج1،ص180،دارالتألیف،القاہرہ)

یہ فیصلہ بڑی تیزی سے محفلوں، کوچوں اور بازاروں میں پھیل گیا، اس فیصلہ کو دیکھنے کے لیے لوگ بھی گروہ در گروہ آ گئے، چنانچہ جب حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کو فیصلہ کرنے والی ایک جماعت کے سامنے لایا گیا تو انہوں نے علی الاعلان آپ علیہ السلام سے سوال کیا، قرآن مجید میں ہے: ﴿قَالُوا أَأَنْتَ فَعَلْتَ هَذَا بِآلِهَتِنَا يَا إِبْرَاهِيمُ o﴾ ترجمۂ کنزالایمان: بولے کیا تم نے ہمارے خداؤں کے ساتھ یہ کام کیا اے ابراہیم۔

(پ17،سورۃ الانبیاء،آیت62)

آپ نے اس کا تو کچھ جواب نہ دیا اور شانِ مناظرانہ سے تعریض کے طور پر ایک عجیب وغریب حُجّت قائم کی، چنانچہ قرآن پاک میں ہے: ﴿قَالَ بَلْ فَعَلَهُ كَبِيرُهُمْ هَذَا فَاسْأَلُوهُمْ إِنْ كَانُوا يَنْطِقُونَ o﴾ ترجمۂ کنزالایمان مع حاشیۂ خزائن العرفان: فرمایا بلکہ ان کے اس بڑے نے کیا ہوگا (اس غصّہ سے کہ اس کے ہوتے تم اس کے چھوٹوں کو پوجتے ہو، اس کے کندھے پر بَسُولا (کلہاڑی) ہونے سے ایسا ہی قیاس کیا جا سکتا ہے، مجھ سے کیا پوچھتے ہو) تو ان سے پوچھو اگر بولتے ہوں

(وہ خود بتائیں کہ ان کے ساتھ یہ کس نے کیا، مدعا یہ تھا کہ قوم غور کرے کہ جو بول نہیں سکتا جو کچھ کر نہیں سکتا وہ خدا نہیں ہوسکتا، اس کی خدائی کا اعتقاد باطل ہے۔

(پ17، سورۃ الانبیاء، آیت63)

﴿قَالَ بَلْ فَعَلَهُ كَبِيرُهُمْ هَذَا﴾ کا مطلب یہ بھی بیان کیا گیا کہ اس بڑے نے کیا ہے یعنی اس نے مجھے بت توڑنے پر برانگیختہ کیا ہے، اور ﴿فَاسْأَلُوهُمْ إِنْ كَانُوا يَنْطِقُونَ﴾ میں اس بات پر تعریض ہے کہ یہ بت بولتے نہیں تو جان لو کہ یہ بھی دوسرے جمادات کی طرح جماد ہیں۔

(قصص الانبیاء لابن کثیر، ج1، ص180، دارالتألیف، القاہرہ)

اس جواب میں حجت بھی تھی، زجر و توبیخ بھی تھی اور بتوں کی بے بسی پر طنز بھی تھا، اس بات نے فیصلہ کرنے والی جماعت کو لاجواب کردیا، اس کا لوگوں پر کافی اثر کیا، وہ سوچنے پر مجبور ہوگئے، چنانچہ جب آپ نے یہ فرمایا تو ﴿فَرَجَعُوا إِلَى أَنْفُسِهِمْ فَقَالُوا إِنَّكُمْ أَنْتُمُ الظَّالِمُونَ o﴾ ترجمۂ کنزالایمان مع حاشیۂ خزائن العرفان: تو اپنے جی کی طرف پلٹے (اور سمجھے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام حق پر ہیں) اور بولے بیشک تمہیں ستم گار ہو (جو ایسے مجبوروں اور بے اختیاروں کو پوجتے ہو جو اپنے کاندھے سے بَسُولا نہ ہٹا سکے، وہ اپنے پجاری کو مصیبت سے کیا بچا سکے اور اس کے کیا کام آسکے)۔ (پ17، سورۃ الانبیاء، آیت64)

چاہے تو یہ تھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعوتِ حق کو قبول کرتے مگر ﴿ثُمَّ نُكِسُوا عَلَى رُءُوسِهِمْ لَقَدْ عَلِمْتَ مَا هَؤُلَاءِ يَنْطِقُونَ o﴾ ترجمۂ کنزالایمان مع حاشیۂ خزائن العرفان: پھر اپنے سروں کے بل اوندھائے گئے (اور کلمہ حق کہنے کے بعد پھر ان کی بدبختی ان کے سروں پر سوار ہوئی اور وہ کُفر کی طرف پلٹے اور باطل مجادلہ و مکابرہ شروع کیا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہنے لگے) کہ تمہیں خوب

معلوم ہے یہ بولتے نہیں (تو ہم ان سے کیسے پوچھیں اور اے ابراہیم! تم ہمیں ان سے پوچھنے کا کیسے حکم دیتے ہو)۔ (پ17، سورۃ الانبیاء، آیت65)

اس پر حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے بڑے پیارے انداز میں انہیں سمجھایا، چنانچہ قرآن مجید میں ہے: ﴿قَالَ أَفَتَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَنْفَعُكُمْ شَيْئًا وَلَا يَضُرُّكُمْ o أُفٍّ لَكُمْ وَلِمَا تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ أَفَلَا تَعْقِلُونَ o﴾ ترجمۂ کنزالایمان مع حاشیۂ خزائن العرفان: کہا تو کیا اللہ کے سوا ایسے کو پوجتے ہو جو نہ تمہیں نفع دے (اگر اسے پُوجو) اور نہ نقصان پہنچائے (اگر اس کا پُوجنا موقوف کردو)۔ تف ہے تم پر اور ان بتوں پر جن کو اللہ کے سوا پوجتے ہو تو کیا تمہیں عقل نہیں۔ (کہ اتنا بھی سمجھ سکو کہ یہ بُت پوجنے کے قابل نہیں۔)

(پ17، سورۃ الانبیاء، آیت66,67)

فصل(3): رب کا خلیل آگ میں

جب حُجّت تمام ہوگئی اور وہ لوگ جواب سے عاجز آئے، ان سے کوئی جواب نہ بن پڑا تو شور مچانے لگے اور چلّا چلّا کر کہنے لگے کہ اگر تمہیں کچھ کرنا ہے تو اپنوں خداؤں کی مدد کرو اور ان کو جلا دو، چنانچہ قرآن مجید میں ہے: ﴿قَالُوا حَرِّقُوهُ وَانْصُرُوا آلِهَتَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ فَاعِلِينَ o﴾ ترجمۂ کنزالایمان: بولے ان کو جلا دو اور اپنے خداؤں کی مدد کرو اگر تمہیں کرنا ہے۔ (پ17، سورۃ الانبیاء، آیت68)

حضرت عبد اللہ ابن عمر، حضرت مجاہد اور حضرت ابن جریج کے قول کے مطابق ''حرقوہ یعنی اسے جلا دو'' کہنے والا فارس کا ایک دیہاتی تھا جس کا نام ''ہیزر'' تھا (ایک قول پر ''ہیزن'' تھا۔ قصص الانبیاء)، اللہ تعالیٰ نے اسے زمین میں دھنسا دیا اور وہ قیامت تک دھنستا رہے گا اور ایک قول یہ ہے کہ یہ بات نمرود نہیں کہی تھی۔

(تفسیر قرطبی، سورۃ الانبیاء، تحت الآیۃ المذکورہ، ج11، ص303، دارالکتب المصریہ، القاہرہ)

بہر حال نمرود اور اس کی قوم حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جلا ڈالنے پر متفق ہوگئی، انہوں نے آگ میں جلا دینے کا فیصلہ اس لیے کیا کہ یہ اشد العقوبات ہے یعنی شدید ترین سزا ہے، لہذا انہوں نے آپ کو ایک مکان میں قید کر دیا اور یہ فیصلہ کیا کہ ایک عمارت بنائی جائے جس میں لکڑیاں جمع کر کے آگ لگائی جائے اور اس میں ان کو جلا دیا جائے: ﴿قَالُوا ابْنُوا لَه بُنْيَانًا فَأَلْقُوهُ فِي الْجَحِيمِ o﴾ ترجمۂ کنزالایمان مع حاشیۂ خزائن العرفان: بولے اس کے لئے ایک عمارت چُنو (پتّھر کی تیس گز لمبی بیس گز چوڑی چار دیواری پھر اس کو لکڑیوں سے بھر دو اور ان میں آگ لگا دو یہاں تک کہ آگ زور پکڑے) پھر اسے بھڑکتی آگ میں ڈال دو۔

(پ17، سورۃ الصفت، آیت97)

چنانچہ انہوں نے قریہ کوثٰی میں ایک عمارت بنائی، اور اس میں لکڑیاں جمع

کرنے لگے، لکڑیاں جمع کرنے میں ہر ایک نے کوشش کی، کیا بچہ کیا جوان، کیا مرد کیا عورت، یہاں تک کہ کوئی عورت بیمار ہو جاتی تو اس طرح منت مانتی کہ اگر میں ٹھیک ہوگئی تو اتنی مقدار میں لکڑیاں اس عمارت میں (حضرت) ابراہیم (علیہ السلام) کے جلانے کے لیے ڈالوں گی، ایک قول کے مطابق تیس دن تک اور ایک قول کے مطابق چالیس دن تک لکڑیاں جمع کرتے رہے، بہت زیادہ لکڑیاں جمع کی گئیں۔

اور ایک عظیم آگ جلائی جس کی تپش سے ہوا میں پرواز کرنے والے پرندے جل جاتے تھے، کئی کوس کے گرد میں وہ آگ تھی، کوئی اس کے قریب بھی نہ جاسکتا تھا۔ اب فکر ہوئی کہ ان کو ڈالیں گے کیونکر؟ شیطان ملعون آیا اور منجنیق (گوپھن) بنانا سکھایا کہ اس طرح کا بنا کر اس میں ابراہیم (علیہ الصلوۃ والسلام) کو بٹھا کر پھینک دو۔ اور ایک منجنیق (گوپھن) کھڑی کی اور آپ کو باندھ کر اس میں رکھ کر آگ میں پھینکا۔

(تفسیر کبیر، سورۃ الانبیاء، ج 22، ص158، داراحیاء التراث العربی، بیروت☆ تفسیر قرطبی، سورۃ الانبیاء، تحت الآیۃ المذکورہ، ج11، ص 303 ، دارالکتب المصریہ، القاہرہ)

مخلوقات کی فریاد

روایت ہے کہ جب نمرود اپنی ساری قوم کے روبرو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں پھینکنے لگا تو زمین و آسمان کی تمام مخلوقات چیخ مار مار کر بارگاہِ خداوندی میں عرض کرنے لگیں کہ خداوند! تیرے خلیل آگ میں ڈالے جا رہے ہیں اور اُن کے سوا زمین میں کوئی اور انسان تیری توحید کا علمبردار اور تیرا پرستار نہیں، لہذا تو ہمیں اجازت دے کہ ہم ان کی امداد و نصرت کریں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ابراہیم میرے خلیل ہیں اور میں اُن کا معبود ہوں تو اگر حضرت ابراہیم تم سبھوں سے فریاد کر کے مدد طلب کریں تو میری اجازت ہے کہ سب ان کی مدد کرو۔ اور اگر وہ میرے سوا کسی اور سے کوئی مدد

طلب نہ کریں تو تم سب سن لو کہ میں ان کا دوست اور حامی و مددگار رہوں۔ لہٰذا تم اب اُن کا معاملہ میرے اوپر چھوڑ دو۔ اس کے بعد آپ کے پاس پانی کا فرشتہ آیا اور کہا کہ اگر آپ فرمائیں تو میں پانی برسا کر اس آگ کو بجھا دوں۔ پھر ہوا کا فرشتہ حاضر ہوا اور اس نے کہا کہ اگر آپ کا حکم ہو تو میں زبردست آندھی چلا کر اس آگ کو اڑا دوں تو آپ نے ان دونوں فرشتوں سے فرمایا کہ مجھے تم لوگوں کی کوئی ضرورت نہیں۔ مجھ کو میرا اللہ کافی ہے اور وہی میرا بہترین کارساز ہے وہی جب چاہے گا اور جس طرح اس کی مرضی ہوگی میری مدد فرمائے گا۔

(تفسیر قرطبی، سورة الانبیاء، تحت الآیة المذکورہ، ج11، ص 303، دارالکتب المصریہ، القاہرہ ☆تفسیر کبیر، سورة الانبیاء، ج22، ص158، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

جبریل امین کی حاضری

حضرت ابراہیم علیہ السلام ابھی منجنیق میں تھے کہ حضرت جبریل علیہ السلام حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ کوئی حاجت ہو تو ارشاد فرمائیں، اگر آپ فرمائیں تو میں زمین کو تہہ و بالا کر دوں یعنی نیچے کا اوپر اور اوپر کا نیچے کر دوں، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جواب دیا کہ میں نے اپنی تمام حاجات اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیں، میں کسی سے سوال نہیں کروں گا، حضرت جبریل علیہ السلام نے کہا کہ اگر اللہ تعالیٰ نے کسی کو اپنی خلیل بنانا ہے تو آپ کو بنائے گا، لہذا اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل بنا لیا۔

(تفسیر الہدایہ الی بلوغ النہایہ، ج7، ص4778، مطبوعہ مجموعہ بحوث الکتاب والسنة)

ایک روایت میں یوں ہے ہے: جب آگ کے مقابل پہنچے، جبریلِ امین علیہ الصلاۃ والسلام حاضر ہوئے اور عرض کی: ابراہیم کچھ حاجت ہے؟ فرمایا: ہے مگر تم سے نہیں۔

عرض کی: پھر اُسی سے کہیے جس سے حاجت ہے، فرمایا: ''حَسْبِی مِنْ

سُؤَالِی عِلْمُہٗ بِحَالِی ''یعنی وہ میرے حال کو خوب جانتا ہے۔ لہٰذا مجھے اُس سے سوال کرنے کی کوئی ضرورت ہی نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿یٰنَارُ كُوْنِیْ بَرْدًا وَّ سَلٰمًا عَلٰۤی اِبْرٰهِیْمَ o﴾ ترجمۂ کنز الایمان مع حاشیۂ خزائن العرفان: اے آگ ہو جا ٹھنڈی اور سلامتی ابراہیم پر (تو آگ نے سوا آپ کی بندش کے اور کچھ نہ جلایا اور آگ کی گرمی زائل ہو گئی اور روشنی باقی رہی)۔ (پ17، سورة الانبیاء، آیت 69)

''یَا نَارُ'' عام فرمایا تھا، اس ارشاد کو سُن کر روئے زمین پر جتنی آگیں تھیں سب ٹھنڈی ہو گئیں کہ شاید مجھی سے فرمایا جاتا ہو اور یہ تو ایسی ٹھنڈی ہوئی کہ علما فرماتے ہیں کہ اگر اس کے ساتھ ﴿وَسَلٰمًا﴾ کا لفظ نہ فرما دیا جاتا کہ ابراہیم پر ٹھنڈی اور سلامتی والی ہو جا تو اتنی ٹھنڈی ہو جاتی کہ اُس کی ٹھنڈک ایذا دیتی۔

(تفسیر طبری، تحت الآیات المذکورہ، ج 18، ص466، مؤسسة الرسالہ، بیروت ☆ تفسیر کبیر، سورة الانبیاء، ج 22، ص158، داراحیاء التراث العربی، بیروت☆تفسیر قرطبی، سورة الانبیاء، تحت الآیة المذکورہ، ج11، ص 303,304، دارالکتب المصریہ، القاہرہ)

کعب الاحبار کہتے ہیں کہ اس دن آگ سے اہل زمین میں سے کسی نے فائدہ نہ اٹھایا، اور آگ نے اس دن حضرت ابراہیم علیہ السلام کی رسیوں کے علاوہ کسی چیز کو نہ جلایا۔ (قصص الانبیاء لابن کثیر، ج1، ص183، مطبعہ دارالتألیف، القاہرہ)

ابولعالیہ کہتے ہیں کہ اگر رب تعالیٰ ﴿وَسَلٰمًا﴾ نہ فرماتا تو اس آگ کی ٹھنڈک اس کی گرمی سے زیادہ شدید ہو جاتی۔

(تفسیر طبری، تحت الآیات المذکورہ، ج18، ص467، مؤسسة الرسالہ، بیروت)

آگ میں چشمہ اور پھول

مروی ہے کہ ملائکہ نے حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کو پکڑا اور آرام کے

ساتھ زمین پر رکھ دیا، آگ ٹھنڈی اور سلامتی والی ہو چکی تھی، اس نے صرف حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیڑیاں اور زنجیریں جلا دیں، اب وہاں میٹھے پانی کا چشمہ جاری ہو چکا تھا، وہاں گلاب کے سرخ پھول اور نرگس کے پھول موجود تھے۔

(تفسیر کبیر، سورۃ الانبیاء، ج22، ص158، داراحیاء التراث العربی، بیروت)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی والدہ

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی والدہ نے آپ علیہ السلام کو سلامت دیکھا تو پکارا کہ اے میرے بیٹے! میں تیرے پاس آنا چاہتی ہوں، اللہ تعالیٰ سے دعا کرو کہ آگ مجھے کچھ نقصان نہ پہنچائے، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: ٹھیک ہے، (اللہ تعالیٰ سے دعا کی)، آپ علیہ السلام کی والدہ آگ میں چلتی ہوئی آپ تک پہنچیں، آگ نے کچھ نقصان نہ پہنچایا، آپ علیہ السلام سے ملیں، بوسہ دیا اور واپس آگئیں۔

(قصص الانبیاء لابن کثیر، ج1، ص184، مطبعہ دارالتألیف، القاہرہ)

جنتی قمیض

علامہ ابن اسحاق کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ملک الظّل کو آگ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی صورت میں بھیجا، وہ فرشتہ آگ میں آپ کو انسیت پہنچاتا رہا، حضرت جبریل علیہ السلام جنت سے ریشمی قمیض لے کر آئے اور عرض کیا: اے ابراہیم (علیہ السلام)! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ آگ میرے دوستوں کو نہیں جلاتی۔

نمرود نے مکان کے اوپر سے دیکھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام تو باغیچے میں بیٹھے ہوئے ہیں اور ایک فرشتہ ان کے قریب بیٹھا ہوا ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اردگرد لکڑیوں کو آگ نے جلا دیا ہے، نمرود نے حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کو آواز دی: اے ابراہیم (علیہ السلام)! کیا تم آگ سے نکل سکتے ہو؟ فرمایا: ہاں، نمرود نے کہا: اٹھو اور نکل آؤ۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اٹھے اور چل کر آگ سے باہر تشریف لے

آئے، جب باہر نکلے تو نمرود کہنے لگا: میں نے آگ میں آپ کے ساتھ آپ کی صورت کا ایک شخص دیکھا ہے وہ کون تھا؟ آپ علیہ السلام نے جواب دیا کہ وہ ملک الظّل تھا جو اللہ تعالیٰ نے میرے طرف بھیجا تھا تاکہ مجھے انسیت پہنچائے۔

پھر نمرود کہنے لگا کہ آپ کے ساتھ جو معاملہ ہوا ہے اس سے میں نے آپ کے رب کی قدرت وطاقت دیکھی ہے میں بھی قربانی کر کے آپ کے رب کا قرب حاصل کرنا چاہتا ہوں میں چار ہزار گائے قربان کروں گا، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ اس وقت تک تیری طرف سے قبول نہیں فرمائے گا جب تک تم اپنے باطل دین پر ہو، نمرود نے کہا کہ میں اپنا ملک نہیں چھوڑ سکتا، قربانی بہر حال میں کروں گا، پھر اس نے قربانی کی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام سے تعرض نہ کیا۔

(تفسیر کبیر، سورۃ الانبیاء، ج22، ص158، داراحیاء التراث العربی، بیروت)

مچھروں کی فوج

نمرود حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہنے لگا کہ میں تمہارے رب کا وہ لشکر دیکھنا چاہتا ہوں جس سے تم مجھے ڈراتے ہو، میں بھی اپنا لشکر جمع کرتا ہوں، چنانچہ نمرود تین دن تک اپنا لشکر جمع کرتا رہا اور اس نے اپنا بہت بڑا لشکر جمع کیا، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے رب تعالیٰ سے دعا کی: اے رب! اسے تو اپنا کمزور ترین لشکر دکھا دے، ایک بادل دکھائی دیا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام فرمانے لگے کہ اس میں میرے رب کا لشکر ہے، اس بادل میں سے مچھر نکل کر پھیل گئے اور نمرود کے جتنے ساتھی اور ان کی سواریں موجود تھیں ان کے گوشت کھانے لگے، یہاں تک ان کی صرف ہڈیاں باقی رہ گئیں، (نمرود دیکھتا رہ گیا اور کچھ بھی نہ کرسکا)، ایک مچھر نمرود کی ناک کے ذریعہ اس کے دماغ میں گھس گیا اور دن رات اس کا دماغ کھاتا رہتا اور نمرود کے سر پر جوتے

مارے جاتے جس سے اسے آرام ملتا، بالآخر اسی سے اس کی ہلاکت ہوئی۔

(تفسیر الہدایہ الی بلوغ النہایہ، ج7، ص4778، مطبوعہ مجموعہ بحوث الکتاب والسنۃ ☆تفسیر ثعلبی، تحت الآیات المذکورہ، ج2، ص240، داراحیاء التراث العربی، بیروت☆قصص الانبیاء، ذکر مناظرۃ ابراہیم الخلیل، ج1، ص190، دارلتألیف، القاہرہ)

رب تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ﴿أَرَادُوا بِهِ كَيْدًا فَجَعَلْنَاهُمُ الْأَخْسَرِينَ o﴾ ترجمۂ کنز الایمان مع حاشیۂ خزائن العرفان: اور انہوں نے اس کا بُرا چاہا تو ہم نے انہیں سب سے بڑھ کر زیاں کار (نقصان اٹھانے والا) کر دیا (کہ ان کی مراد پوری نہ ہوئی اور سعی ناکام رہی اور اللہ تعالیٰ نے اس قوم پر مچھر بھیجے جو ان کے گوشت کھا گئے اور خون پی گئے اور ایک مچھر نمرود کے دماغ میں گھس گیا اور اس کی ہلاکت کا سبب ہوا)۔ (پ 17، سورۃ الانبیاء، آیت70)

کون سی دعا پڑھی تھی

ایک روایت کے مطابق جب کافروں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالنے کے باندھا تو آپ نے اُس وقت یہ دعا پڑھی: لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَكَ لَكَ الْحَمْدُ وَلَكَ الْمُلْكُ لَا شَرِيْكَ لَكَ۔

(تفسیر طبری، تحت الآیات المذکورہ، ج18، ص467، مؤسسۃ الرسالہ، بیروت)

جب آپ علیہ السلام کو منجنیق سے آگ میں ڈالنے لگے تو منجنیق میں یہ پڑھا: حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ۔

(صحیح بخاری، باب ان الناس قد جمعوا، ج6، ص39، مطبوعہ دار طوق النجاۃ☆ قصص الانبیاء لابن کثیر، ج1، ص182، دارالتألیف، القاہرہ)

اس وقت عمر مبارک

(1) شعیب حمّانی کہتے ہیں اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر سولہ (16) سال تھی۔

(2) ابن جریج کے قول کے مطابق آپ علیہ السلام کی عمر چھبیس (26) سال تھی۔

(تفسیر قرطبی، سورۃ الانبیاء، تحت الآیۃ المذکورہ، ج11، ص 304، دارالکتب المصریہ، القاہرہ)

آپ کتنی دیر تک آگ میں رہے؟

اس بارے میں کہ آپ کتنی مدت تک آگ کے اندر رہے، تین قول ہیں۔

(1) ایک کے مطابق حضرت ابراہیم علیہ السلام سات دن آگ میں رہے۔

(تفسیر قرطبی، سورۃ الانبیاء، تحت الآیۃ المذکورہ، ج11، ص 304، دارالکتب المصریہ، القاہرہ)

(2) ایک قول میں چالیس دن رہے۔

(3) اور بعض کہتے ہیں کہ پچاس دن تک آپ آگ میں رہے۔

(تفسیر کبیر، سورۃ الانبیاء، ج22، ص158، داراحیاء التراث العربی، بیروت)

عیش وعشرت کے دن

حضرت ابراہیم علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جتنے عیش وعشرت اور راحت کے دن آگ میں گزارے ہیں ویسے دن (آگ سے باہر) کبھی نہیں گزارے۔

(تفسیر طبری، سورۃ الانبیاء، تحت الآیات المذکورہ، ج18، ص466، مؤسسۃ الرسالہ، بیروت)

میری خواہش ہے کہ میری زندگی کے سارے ایام آگ میں گزارے ہوئے دنوں کی طرح ہو جائیں۔

(قصص الانبیاء لابن کثیر، ج1، ص184، مطبعہ دارالتألیف، القاہرہ)

آگ ٹھنڈی کیسے ہوئی

حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام پر آگ ٹھنڈی کیسے ہوئی، اس میں تین اقوال ہیں:

(1) اللہ تعالیٰ نے آگ کی گرمی اور جلانے والی صفت کو ختم فرما دیا اور روشی کو

باقی رکھا اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔

(2) اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کے جسم اقدس میں ایسی کیفیت پیدا فرمادی جس سے آگ نے ان کے جسم پر اثر نہ کیا۔

(3) اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور آگ کے درمیان ایسی رکاوٹ پیدا فرمادی جس نے آگ کے اثر کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے جسم اقدس تک نہ پہنچنے دیا۔

محققین کہتے کہ پہلا قول ہی اولیٰ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے فرمان ﴿یٰنَارُ كُوْنِیْ بَرْدًا﴾ کا ظاہر یہ ہے کہ خود آگ ہی ٹھنڈی ہو۔

(تفسیر کبیر، سورۃ الانبیاء، ج22، ص159، داراحیاء التراث العربی، بیروت)

گرگٹ کا کرداراور انجام

حضرت کعب، قتادہ اور زہری رحمہم اللہ کہتے ہیں کہ اس دن حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آگ کو ہر جانور نے بجھانے کی کوشش کی سوائے گرگٹ کے، کہ وہ پھونک مار کر آگ کو بھڑکاتا تھا اسی لیے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے قتل کرنے کا حکم دیا اور اسے فویسق (چھوٹا فاسق) قرار دیا۔

(تفسیر قرطبی، سورۃ الانبیاء، تحت الآیۃ المذکورہ، ج11، ص 304 ، دارالکتب المصریہ، القاہرہ)

صحیح بخاری میں حضرت ام شریک رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے: ((اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، أَمَرَ بِقَتْلِ الْوَزَغِ، وَقَالَ :کَانَ یَنْفُخُ عَلَی إِبْرَاھِیمَ عَلَیْہِ السَّلَامُ)) ترجمہ: رسول اللہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے وزغ (گرگٹ) کے قتل کا حکم دیا اور فرمایا کہ "ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام کے لیے کافروں نے جو آگ جلائی تھی وہ اسے یہ پھونکتا تھا۔

(صحیح بخاری، باب قولہ تعالیٰ: واتخذ اللہ ابراہیم خلیلاً، ج4، ص141، مطبوعہ دارطوق النجاۃ)

اس حدیث پاک کے تحت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نمرود کی آگ میں ڈالا گیا تو یہ مردود آگ سے میلوں دور بیٹھا ہوا آگ کی طرف پھونکیں مار رہا تھا کہ آگ تیز ہو کر حضرت ابراہیم کو تکلیف پہنچے، اگرچہ اس کی پھونک سے آگ تیز نہ ہوگئی وہ تو گلزار کردی گئی مگر اس حرکت سے اس کی دل کی حالت معلوم ہوگئی کہ یہ دشمن خلیل ہے اس لیے اس کو مار دینے کا حکم دیا گیا، اس کے برعکس ہدہد اپنی لمبی چونچ میں پانی لاتا دور سے آگ پر ڈال دیتا تھا کہ آگ بجھ جائے، اس کو پانی کا بادشاہ کردیا گیا کہ اسے حضرت سلیمان علیہ السلام کا مصاحب بنایا گیا، اس کے ذریعہ ملکہ یمن بلقیس کو ہدایت دی گئی جیسا کہ قرآن کریم سورہ نمل میں مذکور ہے۔ معلوم ہوا کہ عداوت نبی کا انجام برا ہے، محبت رسول کا انجام اچھا، یہ بھی معلوم ہوا جانوروں میں بھی بعض نبی کے محبّ ہیں بعض نبی کے دشمن، حضور فرماتے ہیں کہ احد پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے، عیر پہاڑ ہم سے بغض کرتا ہے۔

(مرأۃ المناجیح، ص1012)

حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں: ((انَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ أَمَرَ بِقَتْلِ الْوَزَغِ وَسَمَّاہُ فُوَیْسِقًا)) ترجمہ: نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے گرگٹ کے مارنے کا حکم دیا اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کا نام فُوَیْسِق (چھوٹا فاسق) رکھا۔

(صحیح مسلم، باب استحباب قتل الوزغ، ج4، ص1757، داراحیاء التراث العربی، بیروت)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((مَنْ قَتَلَ وَزَغًا فِي أَوَّلِ ضَرْبَةٍ كُتِبَتْ لَهُ مِائَةُ حَسَنَةٍ وَفِي الثَّانِيَةِ دُونَ ذَلِكَ وَفِي الثَّالِثَةِ دُونَ ذَلِكَ)) ترجمہ: جس نے گرگٹ کو پہلی ضرب میں مارا اس کے لیے سو نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور جس نے دوسری ضرب میں مارا اس

کے لیے اس سے کم اور جس نے تیسری ضرب میں مارا اس کے لیے اس سے کم نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔

(صحیح مسلم،باب استحباب قتل الوزغ،ج4،ص1758،داراحیاء التراث العربی ، بیروت)

حضرت سائبہ کہتی ہیں: ((دَخَلْتُ عَلَى عَائِشَةَ، فَرَأَيْتُ فِي بَيْتِهَا رُمْحًا مَوْضُوعًا، قُلْتُ: يَا أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ، مَا تَصْنَعُونَ بِهَذَا الرُّمْحِ؟ قَالَتْ: هَذَا لِهَذِهِ الْأَوْزَاغِ نَقْتُلُهُنَّ بِهِ، فَإِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدَّثَنَا أَنَّ إِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ حِينَ أُلْقِيَ فِي النَّارِ لَمْ تَكُنْ فِي الْأَرْضِ دَابَّةٌ إِلَّا تُطْفِئُ النَّارَ عَنْهُ غَيْرَ الْوَزَغِ، كَانَ يَنْفُخُ عَلَيْهِ، فَأَمَرَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَتْلِهِ)) ترجمہ: میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس حاضر ہوئی، میں نے ان کے گھر میں ایک نیزہ رکھا ہوا دیکھا، میں نے پوچھا: اے ام المؤمنین! اس نیزہ کا کیا کرتی ہیں؟ فرمایا: یہ گرگٹوں کو مارنے کے لیے ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیں بتایا ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا تو زمین کا ہر جانور آگ کو بجھاتا تھا سوائے گرگٹ کے کہ وہ اس کو بھڑکانے کے لیے پھونکیں مارتا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیں اسے قتل کرنے کا حکم دیا ہے۔

(مسند احمد بن حنبل،مسند الصدیقہ عائشہ رضی اللہ عنہا،ج41،ص81،مؤسسۃ الرسالہ ، بیروت)

منجنیق بنانے والے کا انجام

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں پھینکنے کے لیے جو مَنْجنیق بنوائی گئی ،وہ (شیطان کی تعلیم سے) اکراد کے ایک شخص نے بنائی تھی جس کا نام ہیزان تھا، اور یہ وہ شخص تھا جس نے سب سے پہلے منجنیق ایجاد کی تھی، اللہ تعالیٰ نے اسے زمین میں دھنسا دیا وہ قیامت تک دھنستا رہے گا۔

(قصص الانبیاء لابن کثیر،ج1،ص182،دارالتألیف،القاہرہ)

آتش بازی

مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''اس (شعبان المعظم کی پندرھویں) رات کو گناہ میں گزارنا بڑی محرومی کی بات ہے آتشبازی کے متعلق مشہور یہ ہے کہ یہ نمرود بادشاہ نے ایجاد کی جبکہ اس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا اور آگ گلزار ہوگئی تو اس کے آدمیوں نے آگ کے انار بھر کر ان میں آگ لگا کر حضرت خلیل اللہ علیٰ نبینا وعلیہ الصلاۃ والسلام کی طرف پھینکے۔

(اسلامی زندگی،ص77،مکتبۃ المدینہ،کراچی)

نمرود کی موت کے بارے میں مزید کچھ اور

تفسیر طبری میں ہے:

دنیا میں سب سے پہلا ظالم و جابر بادشاہ نمرود ہے، اللہ تعالیٰ نے اس کی طرف مچھر بھیجا، جو اس ناک کے ذریعہ اس کے دماغ میں گھس گیا اور چار سو سال تک اس کے دماغ میں ٹھہرا رہا، اس کے سر کو ہتھوڑے کے ذریعے مارا جاتا، جو اس پر زیادہ رحم کرتا تو وہ دونوں ہاتھوں کو اکٹھا کر کے اسے مارتا تھا، اس نے چار سو سال تک جابرانہ حکومت کی تھی تو اللہ تعالیٰ نے چار سو سال تک اسے عذاب میں مبتلا رکھا پھر اسے ہلاک کیا۔ (تفسیر طبری،سورۃ النحل،آیت26،ج17،ص193،مؤسسۃ الرسالہ،بیروت)

قرآن مجید میں ہے: ﴿قَدْ مَكَرَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَأَتَى اللهُ بُنْيَانَهُمْ مِنَ الْقَوَاعِدِ فَخَرَّ عَلَيْهِمُ السَّقْفُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَأَتَاهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُونَ﴾ ترجمہ: بیشک ان سے اگلوں نے فریب کیا تھا تو اللہ نے ان کی چنائی کو نیو سے لیا تو اوپر سے ان پر چھت گر پڑی اور عذاب ان پر وہاں سے آیا جہاں کی انہیں خبر نہ تھی۔

(پ14 ، سورۃ النحل،آیت26)

یہ ایک تمثیل ہے کہ پچھلی اُمّتوں نے اپنے رسولوں کے ساتھ مکر کرنے کے لئے کچھ منصوبے بنائے تھے اللہ تعالیٰ نے انہیں خود انہیں کے منصوبوں میں ہلاک کیا اور ان کا حال ایسا ہوا جیسے کسی قوم نے کوئی بلند عمارت بنائی پھر وہ عمارت ان پر گر پڑی اور وہ ہلاک ہو گئے، اسی طرح کُفّار اپنی مکاریوں سے خود برباد ہوئے۔ مفسِّرین نے یہ بھی ذکر کیا ہے کہ اس آیت میں اگلے مکر کرنے والوں سے نمرود بن کنعان مراد ہے جو زمانہ ابراہیم علیہ السلام میں روئے زمین کا سب سے بڑا بادشاہ تھا، اس نے بابل میں بہت اونچی ایک عمارت بنائی تھی جس کی بلندی پانچ ہزار گز تھی اور اس کا مکر یہ تھا کہ اس نے یہ بلند عمارت اپنے خیال میں آسمان پر پہنچنے اور آسمان والوں سے لڑنے کے لئے بنائی تھی، اللہ تعالیٰ نے ہوا چلائی اور وہ عمارت ان پر گر پڑی اور وہ لوگ ہلاک ہو گئے۔ (خزائن العرفان،تحت الآیة المذکورہ)

نَمرُود بھی تکَبُّر کی اِسی قسم کا شکار ہوا، اِس نے خدائی کا دعوی کیا تو اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے حضرتِ سیِّدُنا ابراہیم علٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیۡہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو نمرود کی طرف بھیجا تو اُس نے آپ علیہ السلام کو جھُٹلایا حتّٰی کہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ پر تکَبُّر کرتے ہوئے کہنے لگا ": میں آسمان کے رب کو قتل کردوں گا (معاذ اللہ عَزَّ وَجَلَّ) اور اِس اِرادے سے آسمان کی طرف تیر برسائے، جب تیر خون آلُودہ ہوکر واپس زمین پر آ گرے تو اُس نے اپنی جہالت، بُغض وعداوت اور کُفر کی شامت کی وجہ سے گمان کیا کہ معاذ اللہ عَزَّ وَجَلَّ "اُس نے آسمان کے رب کو قتل کر دیا۔ حتّٰی کہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے نمرود کی طرف ایک مچھر کو بھیجا جو ناک کے ذریعے اُس کے دماغ میں گھس گیا اور اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے اُس مغرور کو ایک معمولی مچھر کے ذریعے ہلاک فرمادیا۔ (حدیقه ندیه،ج1،ص549)

فصل (4): نمرود سے مناظرہ

حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کا بڑا مشہور ومعروف مناظرہ ہے جو نمرود سے ہوا، جس کی روئیداد قرآن مجید میں مذکور ہے۔

یہ مناظرہ کب ہوا اس بارے میں مفسرین کا اختلاف ہے، حضرت مقاتل کا قول ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بتوں کو توڑا تو نمرود نے انہیں جیل میں ڈال دیا اور آگ میں ڈالنے سے پہلے جیل سے نکال کر اپنے سامنے بلایا، اس وقت یہ مناظرہ ہوا۔ اور ان کے علاوہ مفسرین کا قول یہ ہے کہ یہ مناظرہ آگ سے نکلنے کے بعد ہوا۔ (تفسیر ثعلبی،تحت الآیات المذکورہ،ج2،ص240،داراحیاء التراث العربی، بیروت)

حافظ ابن کثیر نے "قصص الانبیاء" میں علامہ سُدِّی کا قول نقل کیا ہے کہ یہ مناظرہ آگ سے سلامتی کے ساتھ نکلنے کے بعد پیش آیا۔

(قصص الانبیاء،ذکر مناظرة ابراہیم الخلیل،ج1،ص189،دارلتألیف،القاہرہ)

نمرود نے اپنی سلطنت بھر میں یہ قانون نافذ کر دیا تھا کہ اس نے خوراک کی تمام چیزوں کو اپنی تحویل میں لے لیا تھا۔ یہ صرف ان ہی لوگوں کو خوراک کا سامان دیا کرتا تھا جو لوگ اس کی خدائی کو تسلیم کرتے تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اس کے دربار میں غلہ لینے کے لئے تشریف لے گئے تو اس خبیث نے کہا کہ پہلے تم مجھ کو اپنا خدا تسلیم کرو جبھی میں تم کو غلہ دوں گا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بھرے دربار میں علی الاعلان فرما دیا کہ تو جھوٹا ہے اور میں صرف ایک خدا کا پرستار ہوں جو وحدہ لاشریک لہ ہے یہ سن کر نمرود آپے سے باہر ہو گیا اور آپ کو دربار سے نکال دیا اور ایک دانہ بھی نہیں دیا۔ آپ اور آپ کے چند متبعین جو مومن تھے بھوک کی شدت سے پریشان ہو کر جاں بلب ہو گئے۔ اس وقت آپ ایک تھیلا لے کر ایک ٹیلے کے پاس

تشریف لے گئے اور تھیلے میں ریت بھر کر لائے اور خداوند قدوس سے دعا مانگی تو وہ ریت آٹا بن گئی اور آپ نے اس کو اپنے متبعین کو کھلایا اور خود بھی کھایا، پھر آپ علیہ السلام حسبِ سابق توحید کی دعوت دینے لگے، نمرود نے آپ کے کلمہ حق سے تنگ آ کر ایک دن آپ کو اپنے دربار میں بلایا اور حسب ذیل مکالمہ بہ صورت مناظرہ شروع کر دیا۔

(تفسیر صاوی، سورۃ البقرۃ، آیت258، ج، ص)

نمرود: اے ابراہیم! بتاؤ تمہارا رب کون ہے جس کی عبادت کی تم لوگوں کو دعوت دے رہے ہو؟

حضرت ابراہیم: اے نمرود! میرا رب وہی ہے جو لوگوں کو جلاتا اور مارتا ہے۔

نمرود: یہ تو میں بھی کر سکتا ہوں چنانچہ اس وقت اس نے دو قیدیوں کو جیل خانہ سے دربار میں بلوایا ایک کو موت کی سزا ہو چکی تھی اور دوسرا رِہا ہو چکا تھا۔ نمرود نے پھانسی پانے والے کو تو چھوڑ دیا اور بے قصور کو پھانسی دے دی اور بولا کہ دیکھ لو کہ جو مردہ تھا میں نے اس کو جلا دیا اور جو زندہ تھا میں نے اس کو مردہ کر دیا۔

(قصص الانبیاء، ذکر مناظرۃ ابراہیم الخلیل، ج1، ص188، دارلتألیف، القاہرہ)

ایک قول کے مطابق اس نے چار آدمی لیے، اور ان کو بھوکا پیاسا رکھا، کچھ کھانے پینے کو نہ دیا، جب وہ بھوک پیاس سے مرنے لگے تو دو کو کھانا پانی دے دیا، وہ بچ گئے اور دوسرے دو کو کھانا پانی نہ دیا وہ دونوں ہلاک ہو گئے۔

(تفسیر ابن ابی حاتم، قولہ تعالیٰ: فبھت الذی کفر، ج2، ص499، مکتبہ نزار مصطفی الباز، عرب)

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سمجھ لیا کہ نمرود بالکل ہی احمق اور نہایت ہی گھامڑ آدمی ہے جو "جلانے اور مارنے" کا یہ مطلب سمجھ بیٹھا، اس لئے آپ نے اس کے سامنے ایک دوسری بہت ہی واضح اور روشن دلیل پیش فرمائی۔

حضرت ابراہیم: اے نمرود! میرا رب وہی ہے جو سورج کو مشرق سے نکالتا

ہے اگر تو خدا ہے تو ایک دن سورج کو مغرب سے نکال دے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یہ دلیل سن کر نمرود مبہوت و حیران رہ گیا اور کچھ بھی نہ بول سکا۔ اس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہ کہہ کر اپنے دربار سے نکلوا دیا کہ اسے یہاں سے نکال دو یہ انسان (معاذ اللہ) مجنون ہے، اس نے تمہارے خداؤں پر جرأت کی اور انہیں توڑ دیا، آگ میں ڈالا گیا اس نے اس پر اثر نہ کیا۔

(تفسیر ابن ابی حاتم، قولہ تعالیٰ: فبھت الذی کفر، ج2، ص499، مکتبہ نزار مصطفی الباز، عرب)

بہرحال حضرت ابراہیم علیہ السلام اس مناظرہ میں فتح مند ہو کر دربار سے باہر تشریف لائے اور توحیدِ الٰہی کا وعظ علی الاعلان فرمانا شروع کر دیا۔ قرآن مجید نے اس مناظرہ کی روئیداد اس طرح بیان فرمائی: ﴿أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِي حَاجَّ إِبْرَاهِيمَ فِي رَبِّهِ أَنْ آتَاهُ اللَّهُ الْمُلْكَ إِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّيَ الَّذِي يُحْيِي وَيُمِيتُ قَالَ أَنَا أُحْيِي وَأُمِيتُ قَالَ إِبْرَاهِيمُ فَإِنَّ اللَّهَ يَأْتِي بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَأْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ فَبُهِتَ الَّذِي كَفَرَ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ﴾ ترجمہ: اے محبوب! کیا تم نے نہ دیکھا تھا اسے جو ابراہیم سے جھگڑا اس کے رب کے بارے میں اس پر کہ اللہ نے اسے بادشاہی دی جب کہ ابراہیم نے کہا کہ میرا رب وہ ہے کہ جِلاتا (زندگی دیتا) اور مارتا ہے، بولا میں جِلاتا اور مارتا ہوں، ابراہیم نے فرمایا تو اللہ سورج کو لاتا ہے مشرق سے تو اس کو مغرب سے لے آ تو ہوش اُڑ گئے کافر کے اور اللہ راہ نہیں دکھاتا ظالموں کو۔ (پ 3، سورۃ البقرہ، آیت258)

علامہ عبدالمصطفیٰ اعظمی رحمۃ اللہ علیہ اس واقعہ کے تحت فرماتے ہیں:

اس واقعہ سے چند اسباق کی روشنی ملتی ہے کہ

(1) حضرت ابراہیم علیہ السلام خداوند تعالیٰ کی توحید کے اعلان پر پہاڑ کی

طرح قائم رہے نہ نمرود کی بے شمار فوجوں سے خائف ہوئے، نہ اس کے ظلم و جبر سے مرعوب ہوئے بلکہ جب اس ظالم نے آپ کو آگ کے شعلوں میں ڈلوادیا اس وقت بھی آپ کے پائے عزم واستقلال میں بال برابر لغزش نہیں ہوئی اور آپ برابر نعرہ توحید بلند کرتے رہے پھر اس بے رحم نے آپ پر دانہ پانی بند کر دیا۔ اس پر بھی آپ کے عزم و استقامت میں ذرہ برابر فرق نہیں آیا۔ پھر اس نے آپ کو مناظرہ کا چیلنج دیا اور دربارِ شاہی میں طلب کیا تا کہ شاہی رعب و داب دکھا کر آپ علیہ السلام کو مرعوب کر دے لیکن آپ نے بالکل بے خوف ہو کر مناظرہ کا چیلنج قبول فرمالیا اور دربارِ شاہی میں پہنچ کر ایسی مضبوط اور دندان شکن دلیل پیش فرمائی کہ نمرود کے ہوش اڑ گئے اور وہ ہکا بکا ہو کر لاجواب اور خاموش ہو گیا اور بھرے دربار میں اس کلمہ حق کی تجلی ہوگئی کہ ﴿جَآءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا﴾ ترجمہ کنزالایمان: حق آیا اور باطل مٹ گیا بے شک باطل کو مٹنا ہی تھا۔ (پ15، سورۂ بنی اسرائیل، آیت81)

بالآخر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی صداقت وحقانیت کا پرچم سربلند ہو گیا اور نمرود ایک مچھر جیسی حقیر مخلوق سے ہلاک کر دیا گیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اُسوہ حسنہ سے علماءِ حق کو سبق لینا چاہے کہ باطل پرستوں کے مقابلہ میں ہر قسم کے خوف و ہراس اور تکالیف سے بے نیاز ہو کر آخری دم تک ڈٹے رہنا چاہے اور یہ ایمان و یقین رکھنا چاہے کہ ضرور ضرور نصرتِ خداوندی ہماری امداد و دستگیری فرمائے گی اور بالآخر باطل پرستوں کے مقابلہ میں ہم ہی فتح مند ہوں گے اور باطل پرست یقیناً خائب و خاسر ہو کر ہلاک و برباد ہو جائیں گے۔

(2) یہ ایمان و عقیدہ مضبوطی کے ساتھ رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ ہم حق پرستوں کو غیب سے روزی کا سامان دے گا کیونکہ ظالم نمرود نے جب حضرت ابراہیم

علیہ السلام کو غلہ دینا بند کر دیا اور ملک بھر میں ان کو کہیں ایک دانہ بھی نہیں ملا تو اللہ تعالیٰ نے ریت اور مٹی کو ان کے لئے آٹا بنا دیا اور اسلام کے اس عقیدہ کی حقانیت کا سورج چمک اٹھا کہ ﴿اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ﴾ ترجمہ کنزالایمان: بے شک اللہ ہی بڑا رزق دینے والا قوت والا قدرت والا ہے۔ (پ27، سورۃ الذاریات، آیت58)

بہر حال حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یہ طرز فکر و عمل اور آپ کا یہ اُسوہ تمام حق پرست عالموں کے لئے چراغ راہ ہے اور حقیقت یہ ہے کہ آپ کے اُسوہ حسنہ پر عمل کرنے والے ضرور ضرور کامیابی سے ہمکنار ہوں گے، یہ وہ تابندہ حقیقت ہے جو آفتاب عالم تاب سے بھی زیادہ تابناک اور روشن ہے۔ سبحان اللہ! کس قدر حقیقت افروز ہے یہ شعر کہ:

آج بھی ہو جو ابراہیم کا ایماں پیدا
آگ کر سکتی ہے اندازِ گلستاں پیدا

(عجائب القرآن مع غرائب القرآن، ص266,267,268، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

ھجرت

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم میں توحید کی دعوت کو جاری رکھا، قوم آپ کو ایذا پہنچانے سے باز نہ آئی، بالآخر قوم کی ایذا رسانوں سے تنگ آ کر اور ان کے ایمان لانے سے مایوس ہو کر آپ نے ہجرت کا ارادہ کیا، قرآن مجید میں ہے: ﴿وَقَالَ اِنِّيْ ذَاهِبٌ اِلٰى رَبِّيْ سَيَهْدِيْنِ﴾ ترجمہ: اور کہا میں اپنے رب کی طرف جانے والا ہوں اب وہ مجھے راہ دے گا۔ (پ23، سورۃ الصافات، آیت99)

آپ علیہ السلام نے فلسطین کا رخ کیا، راستے میں کچھ عرصہ حران میں قیام فرمایا، پھر فلسطین پہنچے، کچھ عرصہ بعد فلسطین سے مصر تشریف لے گئے، پھر دوبارہ

فلسطین آ کر قیام فرمایا۔ (تفسیر روح البیان، سورۃ الانبیاء، ج5، ص501، دارالفکر، بیروت)

اس کی تفصیل کچھ یوں ہے کہ فلسطین کے راستے میں جب کچھ عرصہ حران قیام فرمایا تو وہاں آپ کے چچا ہاران نے اپنی بیٹی سارا کا نکاح آپ علیہ السلام سے کر دیا۔ وہاں سے اپنی زوجہ کے ساتھ فلسطین روانہ ہوئے، کچھ عرصہ وہاں قیام فرمایا پھر مصر کی طرف تشریف لے گئے، آپ علیہ السلام کی بیوی حضرت سارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی ساتھ تھیں، اس وقت مصر میں عمالیق کے بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ کی حکومت تھی یہ بادشاہ بہت ظالم تھا، یہ خوبصورت عورتوں کو چھین کر ان کے شوہروں کو قتل کر دیتا تھا، جب حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت سارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ مصر پہنچے تو ظالم بادشاہ تک اس کی اطلاع پہنچا دی گئی، صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی حدیث پاک میں اس واقعہ کو تفصیل سے بیان کیا ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ بادشاہِ مصر کو سپاہیوں نے اطلاع دی کہ ایک اجنبی آدمی یہاں آیا ہے، اس کی بیوی انتہائی حسین و جمیل ہے، چنانچہ بادشاہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دربار میں طلب کیا اور پوچھا کہ تمہارے ساتھ یہ کون ہے؟ (آپ علیہ السلام کو اس ظالم کا یہ طریقہ معلوم ہو چکا تھا کہ بیوی کہوں گا تو یہ مجھے قتل کر دے گا اور بیوی کو چھین لے گا، چنانچہ) آپ علیہ السلام نے اسے جواب دیا کہ یہ میری بہن (یعنی اسلامی بہن یا چچازاد بہن) ہے، بادشاہ نے حضرت سارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو دربار میں بلایا تو پیش ہونے قبل ہی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت سارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اطلاع کر دی کہ بادشاہ کی نیت خراب ہے اور اس نے تیرے متعلق مجھ سے دریافت کیا ہے تو میں نے اس سے کہا ہے کہ یہ میری بہن ہے اور تو جانتی ہے کہ روئے زمین پر ہم دونوں کے سوا کوئی مومن نہیں (یعنی تم ہی میری اسلامی بہن ہو)، لہٰذا تم میری بات کی تصدیق

کرنا۔ جب حضرت سارہ بادشاہ کے دربار میں آئیں تو بادشاہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بھیج دیا اور حضرت سارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اپنے محل میں بھیج دیا، جب وہ ظالم محل میں آیا اور بری نیت سے حضرت سارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرف بڑھنے لگا تو خود پکڑا گیا، زمین میں دھنسنے لگا تو چلاّ چلاّ کر کہنے لگا کہ میرے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کرو میں تمہیں ضرر نہیں پہنچاؤں گا، چنانچہ حضرت سارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس کے لیے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے اسے نجات دی، مگر وہ دوبارہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرف بری نیت سے بڑھا تو پھر پکڑا گیا، اب کی بار پہلے سے زیادہ شدت کے ساتھ پکڑا گیا، پھر اس ظالم نے عرض کی کہ میرے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کریں، اب میں تمہیں ہرگز ضرر نہیں پہنچاؤں گا۔ حضرت سارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے پھر دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے اسے نجات دی۔

اس ظالم بادشاہ نے اپنے بعض درباریوں کو بلا کر کہا کہ تم کس کو میرے پاس لے آئے ہو یہ انسان نہیں یہ تو کوئی جنّی ہے، اس نے عزت و احترام کے ساتھ حضرت سارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو رخصت کیا اور خدمت گزاری کے لیے حضرت ہاجرہ کو ساتھ کر دیا، حضرت سارہ واپس آئیں تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نماز پڑھ رہے تھے، آپ رضی اللہ عنہا نے انہیں خوشخبری سنائی کہ اللہ تعالیٰ نے ظالم بادشاہ کے مکروفریب سے نجات عطا فرمائی ہے اور اس نے خدمت کے لیے ہاجرہ میرے سپرد کی ہے۔

(صحیح بخاری، باب قول اللہ تعالیٰ: واتخذ اللہ الخ، ج4، ص140، مطبوعہ دارطوق النجاۃ☆صحیح مسلم، باب من فضائل ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام، ج4، ص1840، داراحیاء التراث العربی، بیروت)

فصل (5): حضرت اسماعیل علیہ السلام کی ولادت

حضرت سارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بطن سے کوئی اولاد نہ تھی، کتب میں لکھا ہے کہ حضرت سارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بانجھ تھیں۔

(قصص الانبیاء لابن کثیر،ذکر مرود النبی صلی اللہ علیہ وسلم،ج1،ص168، دارالتألیف،القاہرہ)

حضرت سیدہ سارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی بارگاہ میں عرض کیا کہ حضرت ہاجرہ سے نکاح فرمالیں، ہوسکتا ہے ان کے بطن سے اولاد ہوجائے، چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سیدہ ہاجرہ سے نکاح فرمایا لیا، پھر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کی: ﴿رَبِّ هَبْ لِی مِنَ الصّٰلِحِینَ o﴾ ترجمۂ کنزالایمان: الٰہی مجھے لائق اولاد دے۔ (پ23 ،سورۃ الصافات، آیت100)

آپ علیہ السلام کی دعا کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں شرف قبولیت حاصل ہوا اور اللہ تعالیٰ نے بیٹے کی بشارت دی، قرآن مجید میں ہے: ﴿ فَبَشَّرْنَاهُ بِغُلَامٍ حَلِيمٍ o﴾ ترجمۂ کنزالایمان: تو ہم نے اسے خوشخبری سنائی ایک عقل مند لڑکے کی۔

(پ23 ،سورۃ الصافات، آیت101)

چنانچہ اللہ تعالیٰ کے کرم سے سیدہ ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بطن سے سیدنا اسماعیل علیہ السلام کی ولادت ہوئی۔

جب حضرت اسماعیل علیہ السلام پیدا ہوئے اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر مبارک چھیاسی سال تھی اور ان کی ولادت حضرت اسحاق علیہ السلام کی ولادت سے تیرہ سال پہلے ہوئی تھی۔اس حساب سے حضرت اسحاق علیہ السلام کی ولادت کے وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر مبارک ننانوے سال تھی۔

(تفسیر ابن اکثیر،ج7،ص27،دارطیبہ للنشر ولتوزیع ☆قصص الانبیاء لابن کثیر،ذکر مولد اسماعیل علیہ السلام،ج1،ص201، دارالتألیف ، القاہرہ)

بیوی اور بیٹے کی جدائی

حضرت سیدہ سارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو رشک پیدا ہوا اور انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہا کہ آپ حضرت ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور ان کے بیٹے اسمٰعیل علیہ السلام کو میرے پاس سے جدا کر کے کہیں دور کردیجئے۔ خداوند قدوس کی حکمت نے ایک سبب پیدا فرمادیا۔ چنانچہ آپ پر وحی نازل ہوئی کہ آپ حضرت ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور اسمٰعیل علیہ السلام کو اُس سرزمین میں چھوڑ آئیں جہاں بے آب و گیاہ میدان اور خشک پہاڑیوں کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو ساتھ لے کر سفر فرمایا۔ اور اُس جگہ آئے جہاں کعبہ معظّمہ ہے۔ یہاں اس وقت نہ کوئی آبادی تھی نہ کوئی چشمہ، نہ دور دور تک پانی یا آدمی کا کوئی نام و نشان تھا۔ ایک توشہ دان میں کچھ کھجوریں اور ایک مشک میں پانی حضرت ابراہیم علیہ السلام وہاں رکھ کر روانہ ہوگئے۔ حضرت ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فریاد کی کہ اے اللہ عزوجل کے نبی اس سنسان بیابان میں جہاں نہ کوئی مونس ہے نہ غم خوار، آپ ہمیں بے یار و مددگار چھوڑ کر کہاں جارہے ہیں؟ کئی بار حضرت ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آپ کو پکارا مگر آپ نے کوئی جواب نہیں دیا۔ آخر میں حضرت ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے سوال کیا کہ آپ اتنا فرمادیجئے کہ آپ نے اپنی مرضی سے ہمیں یہاں لاکر چھوڑا ہے یا خداوند قدوس کے حکم سے آپ نے ایسا کیا ہے؟ تو آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ اے ہاجرہ! میں نے جو کچھ کیا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے کیا ہے۔ یہ سن کر حضرت ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا کہ اب آپ جائیے، مجھے یقین کامل اور پورا پورا اطمینان ہے کہ خداوند کریم مجھ کو اور میرے بچے کو ضائع نہیں فرمائے گا۔

(خزائن العرفان، سورۂ ابراہیم، آیت 37☆قصص الانبیاء لابن کثیر،ذکر مولد اسماعیل علیہ السلام،ج1،ص201،دارالتألیف،القاہرہ)

اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایک لمبی دعا مانگی:

﴿وَ اِذْ قَالَ اِبْرٰهِیْمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا وَّ اجْنُبْنِیْ وَ بَنِیَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ o رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِیْرًا مِّنَ النَّاسِ فَمَنْ تَبِعَنِیْ فَاِنَّهٗ مِنِّیْ وَ مَنْ عَصَانِیْ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ o﴾ ترجمۂ کنزالایمان: اور یاد کرو جب ابراہیم نے عرض کی اے میرے رب اِس شہر کو امان والا کردے اور مجھے اور میرے بیٹوں کو بتوں کے پوجنے سے بچا، اے میرے رب بیشک بتوں نے بہت لوگ بہکا دیئے تو جس نے میرا ساتھ دیا وہ تو میرا ہے اور جس نے میرا کہا نہ مانا تو بیشک تو بخشنے والا مہربان ہے۔ (پ13، سورۂ ابراہیم، آیت35,36)

﴿رَبَّنَاۤ اِنِّیْۤ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ بِوَادٍ غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ عِنْدَ بَیْتِكَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِیُقِیْمُوا الصَّلٰوةَ فَاجْعَلْ اَفْىٕدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِیْۤ اِلَیْهِمْ وَ ارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ یَشْكُرُوْنَ﴾ ترجمہ کنزالایمان: اے میرے رب میں نے اپنی کچھ اولاد ایک نالے (وادی) میں بسائی جس میں کھیتی نہیں ہوتی تیرے حرمت والے گھر کے پاس اے ہمارے رب اس لئے کہ وہ نماز قائم رکھیں تو تو لوگوں کے کچھ دل ان کی طرف مائل کردے اور انہیں کچھ پھل کھانے کو دے شاید وہ احسان مانیں۔ (پ13، سورت ابراہیم، آیت37)

﴿رَبِّ اجْعَلْنِیْ مُقِیْمَ الصَّلٰوةِ وَ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ رَبَّنَا وَ تَقَبَّلْ دُعَآءِ o رَبَّنَا اغْفِرْ لِیْ وَ لِوَالِدَیَّ وَ لِلْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابُ o﴾ ترجمہ، اے میرے رب مجھے نماز کا قائم کرنے والا رکھ اور کچھ میری اولاد کو اے ہمارے رب اور ہماری دعا سن لے، اے ہمارے رب مجھے بخش دے اور میرے ماں باپ کو اور سب مسلمانوں کو جس دن حساب قائم ہوگا۔ (پ 13، سورۂ ابراہیم، آیت40,41)

حضرت ابراہیم علیہ السلام دعا کرنے کے بعد ملک شام واپس چلے گئے۔

آبِ زم زم

چند دنوں میں کھجوریں اور پانی ختم ہوجانے پر حضرت ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر بھوک اور پیاس کا غلبہ ہوا اور ان کے سینے میں دودھ خشک ہوگیا اور بچہ بھوک و پیاس سے تڑپنے لگا۔ حضرت ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے پانی کی تلاش و جستجو میں سات چکر صفا مروہ کی دونوں پہاڑیوں کے لگائے، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ اسی وجہ لوگ صفا مروہ کی سعی کرتے (سات چکر لگاتے) ہیں۔

(قصص الانبیاء لابن کثیر، ذکر مولد اسماعیل علیہ السلام، ج1، ص204، دارالتألیف، القاہرہ)

بہر حال پانی کا کوئی سراغ دور دور تک نہیں ملا۔ ادھر حضرت اسمٰعیل علیہ السلام پیاس کی شدت سے ایڑیاں رگڑ رگڑ کر رو رہے تھے۔

یہاں تک کہ فرشتے (حضرت جبرئیل علیہ السلام) کے پر مارنے سے یا حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے قدم مبارک سے اس خشک زمین میں ایک چشمہ (زمزم) نمودار ہوا۔ اس کے پانی میں دودھ کی خاصیت تھی کہ یہ غذا اور پانی دونوں کا کام کرتا تھا۔ چنانچہ یہی زمزم کا پانی پی پی کر حضرت ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام زندہ رہے۔ (خزائن العرفان، سورۂ ابراہیم، آیت37)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ((یَرْحَمُ اللّٰهُ أُمَّ إِسْمَاعِیلَ، لَوْلَا أَنَّهَا عَجِلَتْ، لَكَانَ زَمْزَمُ عَیْنًا مَعِینًا)) ترجمہ: اللہ تعالیٰ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ پر رحم فرمائے اگر وہ جلدی نہ کرتیں تو زم زم ایک بہنے والا دریا ہوتا۔

(صحیح بخاری، قولہ تعالیٰ: واتخذ اللہ ابراہیم خلیلاً، ج4، ص142، مطبوعہ دارطوق النجاۃ)

دعاءِ ابراہیمی کا اثر

علامہ عبدالمصطفیٰ اعظمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

(1) اس دعا میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خداوند قدوس سے دو چیزیں طلب کیں ایک تو یہ کہ کچھ لوگوں کے دل اولادِ ابراہیم علیہ السلام کی طرف مائل ہوں اور دوسرے ان لوگوں کو پھلوں کی روزی کھانے کو ملے۔ سبحان اللہ عزوجل آپ کی یہ دعائیں مقبول ہوئیں۔ چنانچہ اس طرح لوگوں کے دل اہل مکہ کی طرف مائل ہوئے کہ آج کروڑہا کروڑ انسان مکہ مکرمہ کی زیارت کے لئے تڑپ رہے ہیں اور ہر دور میں طرح طرح کی تکلیفیں اٹھا کر مسلمان خشکی اور سمندر اور ہوائی راستوں سے مکہ مکرمہ جاتے رہے۔ اور قیامت تک جاتے رہیں گے اور اہل مکہ کی روزی میں پھلوں کی کثرت کا یہ عالم ہے کہ باوجودیکہ شہر مکہ اور اس کے قرب وجوار میں کہیں نہ کوئی کھیتی ہے نہ کوئی باغ باغیچہ ہے۔ مگر مکہ مکرمہ کی منڈیوں اور بازاروں میں اس کثرت سے قسم قسم کے میوے اور پھل ملتے ہیں کہ فرطِ تعجب سے دیکھنے والوں کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے "طائف" کی زمین میں ہر قسم کے پھلوں کی پیداوار کی صلاحیت پیدا فرما دی ہے کہ وہاں سے قسم قسم کے میوے اور پھل اور طرح طرح کی سبزیاں اور ترکاریاں مکہ معظّمہ میں آتی رہتی ہیں اور اس کے علاوہ مصر و عراق بلکہ یورپ کے ممالک سے میوے اور پھل بکثرت مکہ مکرمہ آیا کرتے ہیں۔ یہ سب حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعاؤں کی برکتوں کے اثرات وثمرات ہیں جو بلا شبہ دنیا کے عجائبات میں سے ہیں۔

اس کے بعد آپ نے یہ دعا مانگی جس میں آپ نے اپنی اولاد کے علاوہ تمام مومنین کے لئے بھی دعا مانگی: ﴿رَبِّ اجْعَلْنِیْ مُقِیْمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ 0 رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ ۔ رَبَّنَا اغْفِرْ لِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابُ﴾ ترجمہ کنزالایمان: اے میرے رب مجھے نماز کا قائم کرنے والا رکھ اور کچھ میری

اولاد کو اے ہمارے رب اور میری دعا سن لے اے ہمارے رب مجھے بخش دے اور میرے ماں باپ کو اور سب مسلمانوں کو جس دن حساب قائم ہوگا۔

(پ13، سورۃ ابرٰھیم، آیت40،41)

(2) حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے رب تعالیٰ کے بہت ہی اطاعت گزار اور فرماں بردار تھے کہ وہ بچہ جس کو بڑی بڑی دعاؤں کے بعد بڑھاپے میں پایا تھا جو آپ کی آنکھوں کا نور اور دل کا سرور تھا، فطری طور پر حضرت ابراہیم علیہ السلام اس کو کبھی اپنے سے جدا نہیں کر سکتے تھے مگر جب اللہ تعالیٰ کا یہ حکم ہو گیا کہ اے ابراہیم ! تم اپنے پیارے فرزند اور اس کی ماں کو اپنے گھر سے نکال کر وادیء بطحا کی اُس سنسان جگہ پر لے جا کر چھوڑ آؤ جہاں سر چھپانے کو درخت کا پتّا اور پیاس بجھانے کو پانی کا ایک قطرہ بھی نہیں ہے، نہ وہاں کوئی یار و مددگار ہے، نہ کوئی مونس وغم خوار ہے۔ دوسرا کوئی انسان ہوتا تو شاید اس کے تصور ہی سے اُس کے سینے میں دل دھڑکنے لگتا، بلکہ شدتِ غم سے دل پھٹ جاتا۔ مگر حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام خدا کا یہ حکم سن کر نہ فکرمند ہوئے، نہ ایک لمحہ کے لئے سوچ بچار میں پڑے، نہ رنج و غم سے نڈھال ہوئے بلکہ فوراً ہی خدا کا حکم بجالانے کے لئے بیوی اور بچے کو لے کر ملک شام سے سرزمین مکہ میں چلے گئے اور وہاں بیوی بچے کو چھوڑ کر ملک شام چلے آئے۔ اللہ اکبر! اس جذبہ اطاعت شعاری اور جوشِ فرماں برداری پر ہماری جاں قربان!

(3) حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے فرزند حضرت اسمٰعیل علیہ السلام اور اُن کی اولاد کے لئے نہایت ہی محبت بھرے انداز میں اُن کی مقبولیت اور رزق کے لئے جو دعائیں مانگیں۔ اس سے یہ سبق ملتا ہے کہ اپنی اولاد سے محبت کرنا اور اُن کے لئے دعائیں مانگنا یہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کا مبارک طریقہ ہے جس پر ہم سب مسلمانوں کو عمل کرنا ہماری صلاح وفلاح دارین کا ذریعہ ہے۔

(عجائب القرآن وغرائب القرآن، ص146تا148، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

مفتی احمد یارخان نعیمی کا تبصرہ

مفسر شہیر مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعاؤں پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

(1) ﴿وَ اِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا وَّارْزُقْ اَهْلَهٗ مِنَ الثَّمَرٰتِ﴾ ترجمہ: جب ابراہیم نے عرض کیا کہ مولیٰ اس جگہ کو امن والا شہر بنادے اور یہاں کے باشندوں کو طرح طرح کے پھل دے۔ (پ1،سورۃ البقرۃ، آیت126)

(2) ﴿وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَآ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ﴾ ترجمہ: ابراہیم نے دعا کی کہ ہماری اولاد میں ہمیشہ ایک جماعت فرمانبردار رکھ۔ (پ1،سورۃالبقرۃ، آیت128)

(3) ﴿رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ﴾ ترجمہ: اے رب ہمارے اسی مسلم جماعت میں وہ رسول آخری بھیج جو ان پر تیری آیتیں تلاوت کرے۔ (پ1،سورۃالبقرۃ، آیت129)

(4) ﴿رَبَّنَآ اِنِّيْٓ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ فَاجْعَلْ اَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِيْٓ اِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُوْنَ﴾ ترجمہ: اے میرے رب میں نے اپنی کچھ اولاد ایک جنگل میں بسائی ہے جس میں کھیتی نہیں تیرے حرمت والے گھر کے پاس اے رب ہمارے اس لئے کہ نماز قائم رکھیں تو تو کچھ لوگوں کے دل ان کی طرف مائل کردے اور انہیں کچھ پھل کھانے کو دے شائد وہ احسان مانیں۔

(پ13،سورۃابرٰھیم، آیت37)

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کی حسب ذیل دعاؤں کا ذکر فرمایا:

(1) اس جنگل کو شہر بنادے (2) شہر امن والا ہو (3) یہاں کے باشندوں

کو روزی اور پھل دے (4) ہماری اولاد سب کافر نہ ہوجائے۔ ہمیشہ کچھ مسلمان ضرور رہیں (5) اس مومن اولاد میں نبی آخر الزمان پیدا ہوں (6) لوگوں کے دل اس بستی کی طرف مائل فرمادے۔ (7) یہ لوگ نماز قائم رکھیں۔

آج بھی دیکھ لو کہ یہ سات دعائیں کیسی قبول ہوئیں۔ وہاں آج تک مکہ شریف آباد ہے آپ کی ساری اولاد کافر نہ ہوئی، سید صاحبان سب گمراہ نہیں ہوسکتے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اسی مومن جماعت میں پیدا ہوئے۔ وہاں باوجود یہ کہ کھیتی باڑی نہیں مگر رزق اور پھل کی کثرت ہے ہر جگہ قحط سے لوگ مرتے ہیں مگر وہاں آج تک کوئی قحط سے نہیں مرا مسلمانوں کے دل مکہ شریف کی طرف کیسے مائل ہیں وہ دن رات دیکھنے میں آرہا ہے کہ فاسق وفاجر بھی مکہ پر فدا ہیں۔

نوٹ ضروری: حضرت ابراہیم علیہ السلام کے منہ سے نکل گیا کہ ﴿بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ﴾ بے کھیتی والا جنگل۔ تاثیر تو دیکھو کہ اب تک وہ جگہ ریتلی ہی ہے کہ وہاں کھیتی ہوسکتی ہی نہیں۔ یہ ان کی زبان کی تاثیر ہے۔ اور کیوں نہ ہو رب تعالیٰ نے فرمایا: اپنا لڑکا ذبح کردو۔ عرض کیا: بہت اچھا۔ فرمایا: اپنے کو نمرود کی آگ میں ڈال دو۔ عرض کیا: بہت اچھا۔ فرمایا: اپنے بچے بیوی کو ویران جنگل میں بے آب ودانہ چھوڑ آؤ۔ عرض کیا: بہت اچھا۔ یہ نہ پوچھا کہ کیوں؟ جب وہ رب تعالیٰ کی اتنی مانتے ہیں تو رب تعالیٰ بھی ان کی مانتا ہے۔ خلیل نے کہا جلیل نے مانا غرضیکہ انکی زبان کن کی کنجی ہے۔ (علم القرآن، ص196تا198، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

صدر الافاضل سید نعیم الدین مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یہ واقعہ آپ کے آگ میں ڈالے جانے کے بعد ہوا، آگ کے واقعہ میں آپ نے دعا نہ فرمائی تھی اور اس واقعہ میں دعا کی اور تضرُّع کیا۔ اللہ تعالیٰ کی

کارسازی پر اعتماد کر کے دعا نہ کرنا بھی توکّل اور بہتر ہے لیکن مقامِ دعا اس سے بھی افضل ہے تو حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اس آخر واقعہ میں دعا فرمانا اس لئے ہے کہ آپ مدارجِ کمال میں دم بدم ترقی پر ہیں۔" (خزائن العرفان، سورۂ ابراہیم، آیت 37)

قبیلہ جرهم کی آبادی

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا قبول ہوئی اور قبیلہ جرہم نے اس طرف سے گزرتے ہوئے ایک پرندہ دیکھا تو انہیں تعجب ہوا کہ بیابان میں پرندہ کیسا، شاید کہیں چشمہ نمودار ہوا ہو، جستجو کی تو دیکھا کہ چشمۂ زمزم شریف میں پانی ہے یہ دیکھ کر ان لوگوں نے حضرت ہاجرہ سے وہاں بسنے کی اجازت چاہی، انہوں نے اس شرط سے اجازت دی کہ پانی میں تمہارا حق نہ ہوگا وہ لوگ وہاں بسے۔

(خزائن العرفان، سورۂ ابراہیم، آیت 37)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((يَرْحَمُ اللَّهُ أُمَّ إِسْمَاعِيلَ، لَوْ تَرَكَتْ زَمْزَمَ أَوْ قَالَ: لَوْ لَمْ تَغْرِفْ مِنَ المَاءِ لَكَانَتْ عَيْنًا مَعِينًا، وَأَقْبَلَ جُرْهُمُ فَقَالُوا: أَتَأْذَنِينَ أَنْ نَنْزِلَ عِنْدَكِ؟ قَالَتْ: نَعَمْ، وَلاَ حَقَّ لَكُمْ فِي المَاءِ، قَالُوا: نَعَمْ)) ترجمہ: اللہ تعالیٰ ام اسماعیل پر رحم فرمائے اگر وہ زمزم کو ترک کر دیتیں (یا فرمایا اگر وہ پانی سے چلو نہ بھرتیں) تو یہ ایک بہتا دریا ہوتا، (پھر) قبیلۂ جرہم کے لوگ آئے اور عرض کی کہ کیا آپ ہمیں یہاں ٹھہرنے کی اجازت دیتی ہیں؟ فرمایا: ہاں، اس شرط پر کہ تمہارا پانی پر کوئی حق نہیں ہوگا، انہوں نے تسلیم کرلیا کہ ٹھیک آیا، (اور وہاں بسنے لگے)۔

(صحیح بخاری، باب من رأی ان صاحب الحوض والقربۃ احق بماء ہ، ج3، ص112، مطبوعہ دار طوق النجاہ)

حضرت اسماعیل علیہ السلام پرورش پاتے رہے، اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ

السلام بھی وقتاً فوقتاً براق پر سوار ہو کر وہاں تشریف لاتے رہے، اپنی زوجہ اور اپنے بیٹے سے ملاقات کرتے رہے۔

(قصص الانبیاء لابن کثیر، ذکر مولد اسماعیل علیہ السلام، ج1، ص215، دار التألیف، القاہرہ)

فصل(6):بیٹے کی قربانی

جب حضرت اسماعیل علیہ السلام کی عمر مبارک تیرہ سال کی ہوئی۔

(تفسیر قرطبی،سورۃ الصافات،آیت102،ج15،ص99،دارالکتب المصریہ ، القاہرہ)

ایک قول پر عمر سات سال کی عمر ہوئی۔

(تفسیر درمنثور،سورۃ الصافات،ج7،ص106،دارالفکر،بیروت)

جس کو قرآن مجید میں یوں تعبیر کیا:﴿فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْیَ ﴾ترجمۂ کنز الایمان: پھر جب وہ اس کے ساتھ کام کے قابل ہو گیا۔

(پ23 ،سورۃ الصافات،آیت102)

اس وقت حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے آٹھ ذوالحجہ کی رات کو خواب دیکھا کہ کوئی کہنے والا کہہ رہا ہے: إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكَ بِذَبْحِ ابْنِكَ هَذَا، یعنی اللہ تعالیٰ تجھے یہ بیٹا ذبح کرنے کا حکم دیتا ہے۔صبح آٹھ ذوالحجہ کے دن آپ سوچ و بچار کرتے رہے کہ یہ حکم اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے یا نہیں؟؟،اس لیے اس دن کو یوم ترویہ (سوچ و بچار کا دن) کہتے ہیں،اگلی رات (نو ذوالحجہ کی رات) پھر یہی خواب دیکھا تو (صبح اٹھے تو) پہچان لیا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے،اسی وجہ سے نو ذوالحجہ کے دن کو یوم عرفہ (یعنی پہچان کا دن) کہتے ہیں ،اگلی رات (دس ذوالحجہ کی رات) پھر یہی خواب دیکھا (صبح اٹھے) تو بیٹے کو نحر (ذبح) کرنے کا پختہ ارادہ کرلیا اسی وجہ سے اس دن کو یوم نحر (ذبح کرنے کا دن) کہتے ہیں۔

(تفسیر کبیر،سورۃ الصافات،آیت102،ج26،ص346،داراحیاء التراث العربی،بیروت)

ایک قول یہ ہے کہ جب ملائکہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حلم والے بچے کی ولادت کی خوشخبری دی تو آپ علیہ السلام نے جواباً کہا کہ اگر ایسا ہے تو اللہ کے لیے ذبح کروں گا، جب بچہ پیدا ہوا اور ساتھ مل کر کام کاج کرنے کے قابل ہوا تو حکم ہوا کہ

اپنی نذر پوری کریں۔ (تفسیر کشاف،سورۃ الصافات،ج4،ص54،دارالکتاب العربی،بیروت)

ایک قول کے مطابق حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خواب دیکھا کہ وہ اپنے بیٹے کو ذبح کر رہے ہیں،اور انبیاء علیہم السلام کا خواب وحی ہوتا ہے لہٰذا انہوں نے اس کو پورا کرنے کا پختہ ارادہ کرلیا۔

(تفسیر کبیر،سورۃ الصافات،آیت102،ج26،ص346،داراحیاء التراث العربی ، بیروت)

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ خواب ملکِ شام دیکھا تھا،خواب دیکھنے کے بعد براق پر سوار ہو کر حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کے پاس پہنچے۔ (تفسیر درمنثور،سورۃ الصافات،ج7،ص106،دارالفکر،بیروت)

اور حضرت ہاجرہ سے فرمایا کہ اسماعیل کو تیار کردو کہ دعوت الی اللہ میں جانا ہے،حضرت ہاجرہ نے بیٹے کو تیار کردیا،حضرت ابراہیم علیہ السلام نے چھری اور رسی لی اور بیٹے کو لے کر جنگل کی طرف چل پڑے۔

شیطان کا آنا

جب شیطان نے دیکھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے بیٹے کو ذبح کرنے لے جا رہے ہیں تو شیطان نے قسم اٹھائی کہ بخدا میں آل ابراہیم میں سے کسی ایک کو فتنے میں ضرور ڈالوں گا،چنانچہ وہ انسانی شکل میں سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زوجہ کے پاس گیا اور کہنے لگا تمہیں معلوم ہے کہ (حضرت) ابراہیم تمہارے بیٹے کو کہاں لے جا رہے ہیں؟ جواب دیا:نہیں،شیطان کہنے لگا: وہ اسے ذبح کرنے کے لیے لے کر جا رہے ہیں،فرمایا: بھلا وہ اسے کیوں ذبح کریں گے؟ شیطان نے جواب دیا کہ ان کا گمان ہے کہ ان کے رب نے انہیں اس کا حکم دیا ہے،فرمایا: اگر انہیں رب نے حکم دیا ہے جب تو اچھی بات کہ وہ اپنے رب کی اطاعت کریں گے۔

شیطان یہاں سے نامراد ہوکر بیٹے کے پاس آیا جو اپنے والد کے پیچھے پیچھے چل رہے تھے اور کہنے لگا تمہیں معلوم ہے کہ تمارے والد تمہیں کہاں لے جا رہے ہیں؟؟ جواب دیا: نہیں، شیطان کہنے لگا: وہ تمہیں ذبح کرنے کے لیے لے جا رہے ہیں، فرمایا: بھلا وہ مجھے کیوں ذبح کریں گے؟ شیطان کہنے لگا: ان کا گمان ہے کہ ان کے رب نے انہیں اس کا حکم دیا ہے، فرمایا: اگر اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے تو وہ ضرور کریں، رب کے حکم کے آگے سر تسلیم خم ہے۔

شیطان یہاں سے بھی مایوس ہوکر جلدی سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف آیا اور کہنے لگا: بیٹے کو کہاں لے جا رہے ہو؟؟ میرا گمان ہے کہ شیطان نے تمہارے خواب میں آکر تمہیں بیٹا ذبح کرنے کا کہا ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام پہچان گئے کہ یہ شیطان ہے، فرمایا: إِلَيْكَ عَنِّي يَا عَدُوَّ اللَّهِ، فَوَاللَّهِ لَأَمْضِيَنَّ لِأَمْرِ رَبِّي، مجھ سے دور ہو جا اے اللہ کے دشمن! اللہ کی قسم میں اپنے رب کا حکم ضرور پورا کروں گا۔

شیطان ملعون ان بزرگ ہستیوں کو نہ ورغلا سکا۔

(تفسیر قرطبی، سورۃ الصافات، ج15، ص105، دارالکتب المصریہ، القاہرہ)

حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں:

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بیٹے کے ذبح کا حکم ہوا تو جب وہ بیٹے کو ذبح کرنے کے لیے لے کر جا رہے تھے تو شیطان نے جمرۃ العَقَبہ کے پاس روکاوٹ ڈالنے کی کوشش کی تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسے سات کنکریاں ماریں تو وہ بھاگ گیا، اس کے بعد جمرۃ الوسطیٰ کے پاس روکاوٹ ڈالنے کی کوشش کی تو پھر اسے سات کنکریاں ماریں تو وہ بھاگ گیا، پھر جمرۃ الاخری کے پاس روکاوٹ ڈالنے کی کوشش کی تو پھر اسے سات کنکریاں ماریں تو وہ بھاگ گیا، پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کا حکم پورا کیا۔ (تفسیر قرطبی، سورۃ الصافات، ج15، ص106، دارالکتب المصریہ، القاہرہ)

آج بھی حاجی اس سنتِ ابراہیمی پر بھی عمل کرتے ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام جب بیٹے کو لے کر منی کے میدان میں پہنچے تو انہیں آنے کا مقصد بیان کیا، قرآن مجید میں ہے: ﴿قَالَ يَا بُنَيَّ إِنِّي أَرَى فِي الْمَنَامِ أَنِّي أَذْبَحُكَ﴾ ترجمۂ کنز الایمان مع خزائن العرفان: کہا اے میرے بیٹے میں نے خواب دیکھا میں تجھے ذبح کرتا ہوں (یعنی تیرے ذبح کا انتظام کر رہا ہوں اور انبیاء علیہم السلام کی خواب حق ہوتی ہے اور ان کے افعال بحکمِ الٰہی ہوا کرتے ہیں)۔(

(پ23، سورۃ الصافات، آیت102)

﴿فَانظُرْ مَاذَا تَرَى﴾ ترجمۂ کنز الایمان مع خزائن العرفان: اب تو دیکھ تیری کیا رائے ہے (یہ آپ نے اس لئے کہا تھا کہ فرزند کو ذبح سے وحشت نہ ہو اور اطاعتِ امرِ الٰہی کے لئے وہ برغبت تیار ہوں چنانچہ اس فرزندِ ارجمند نے رضائے الٰہی پر فدا ہونے کا کمالِ شوق سے اظہار کیا)۔ (پ23، سورۃ الصافات، آیت102)

فرمانبردار بیٹے نے کیا ہی خوب جواب دیا: ﴿قَالَ يَا أَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِي إِنْ شَاءَ اللَّهُ مِنَ الصَّابِرِينَ ۝﴾ ترجمۂ کنز الایمان: کہا اے میرے باپ کیجئے جس بات کا آپ کو حکم ہوتا ہے خدا نے چاہا تو قریب ہے کہ آپ مجھے صابر پائیں گے۔ (پ23، سورۃ الصافات، آیت102)

بیٹے کی گزارشات

تفسیر کبیر میں ہے:

حضرت اسماعیل علیہ السلام نے اس وقت اپنے والد ماجد حضرت ابراہیم علیہ السلام سے چند گزارشات کیں، عرض کیا: اے میرے والدِ محترم!

(1) مجھے پہلے رسی میں اچھی طرح باندھ لیجئے تاکہ میں مضطرب نہ ہو

جاؤں، تڑپنے نہ لگوں (اور اس سے کہیں میرا اجر کم نہ ہو جائے)۔

(2) اپنے کپڑوں کو مجھ سے بچائیں کہ ان پر میرے خون کے چھینٹے نہ پڑیں کہ جب میری والدہ خون آلودہ کپڑوں کو دیکھے گی تو وہ غم زدہ ہوگی۔

(3) چھری کو خوب تیز کر لیجئے اور سرعت سے میرے گلے پر پھیر دیجئے تاکہ اس کی برداشت مجھ پر آسان ہو جائے کیونکہ موت شدید اور سخت ہے۔

(4) میری امی کو میرا اسلام پہنچا دیجئے گا۔

(5) اگر آپ مناسب خیال فرمائیں تو میری قمیض امی کو دے دیجئے گا، ہو سکتا ہے یہ چیز ان پر میرا معاملہ آسان کر دے، انہیں اس سے تسکین ملے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: بیٹے! اللہ کا حکم پورا کرنے میں تو میرا بہترین مددگار رہے۔

پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بیٹے کو گلے لگا لیا، بوسہ دیا، بیٹے کو باندھا اور دونوں بے اختیار رونے لگے، پھر حضرت اسماعیل علیہ السلام کے گلے پر چھری رکھ دی، آپ علیہ السلام نے عرض کیا: والدمحترم! میرا چہرہ نیچے کر دیجئے (گدی سے ذبح کیجئے) کیونکہ آپ کی نظر میرے چہرے پر پڑے گی تو آپ کو مجھ پر رحم آئے گا اور یہ بات آپ کے اور اللہ کے حکم کے درمیان حائل ہوگی، لہذا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایسا ہی کیا پھر چھری ان کے گردن پر رکھ دی۔

(تفسیر کبیر، سورۃ الصافات، آیت 102، ج26، ص351، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

یہ فیضان نظر تھا یا کہ مکتب کی کرامت تھی
سکھائے کس نے اسماعیل کو آدابِ فرزندی

چھری چلا دی مگر

ایک روایت میں ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے گلے پر چھری چلائی

تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے تانبے کا ٹکڑا درمیان میں حائل ہو گیا، جس کی وجہ سے چھری نے عمل نہیں کیا، پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو چہرہ نیچے کر کے لٹایا اور (گدی سے) گردن پر چھری چلائی تب بھی چھری نے عمل نہ کیا، اس وقت نداء آئی اسے ابراہیم! تو نے اپنا خواب سچا کر دکھایا، جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دیکھا تو (بیٹا تو ذبح نہ ہوا تھا، اس کی جگہ پر) مینڈھا موجود تھا۔

(تفسیر ثعلبی، سورۃ الصافات، ج15، ص104، دارالکتب المصریہ، القاہرہ)

قرآن مجید میں ہے: ﴿ فَلَمَّا أَسْلَمَا وَتَلَّهُ لِلْجَبِينِ o وَنَادَيْنَاهُ أَنْ يَا إِبْرَاهِيمُ o قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْيَا إِنَّا كَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ o إِنَّ هَٰذَا لَهُوَ الْبَلَاءُ الْمُبِينُ o وَفَدَيْنَاهُ بِذِبْحٍ عَظِيمٍ o وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْآخِرِينَ o سَلَامٌ عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ o كَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ o إِنَّهُ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِينَ o وَبَشَّرْنَاهُ بِإِسْحَاقَ نَبِيًّا مِنَ الصَّالِحِينَ o ﴾ ترجمۂ کنزالایمان مع خزائن العرفان: تو جب ان دونوں نے ہمارے حکم پر گردن رکھی اور باپ نے بیٹے کو ماتھے کے بل لٹایا اس وقت کا حال نہ پوچھ (یہ واقعہ منٰی میں واقع ہوا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرزند کے گلے پر چھری چلائی، قدرتِ الٰہی کہ چھری نے کچھ بھی کام نہ کیا)، اور ہم نے اسے ندا فرمائی کہ اے ابراہیم بیشک تو نے خواب سچ کر دکھایا (اطاعت و فرمانبرداری کمال کو پہنچا دی، فرزند کو ذبح کے لئے بے دریغ پیش کر دیا بس اب اتنا کافی ہے)، ہم ایسا ہی صلہ دیتے ہیں نیکوں کو، بیشک یہ روشن جانچ تھی، اور ہم نے ایک بڑا ذبیحہ اس کے فدیہ میں دے کر اسے بچا لیا، اور ہم نے پچھلوں میں اس کی تعریف باقی رکھی، سلام ہو ابراہیم پر، ہم ایسا ہی صلہ دیتے ہیں نیکوں کو، بیشک وہ ہمارے اعلیٰ درجہ کے کامل الایمان بندوں میں ہے، اور ہم نے اسے خوشخبری دی اسحٰق کی کہ غیب کی

خبریں بتانے والا (نبی) ہمارے قربِ خاص کے سزاواروں میں (واقعہ ذبح کے بعد حضرت اسحٰق کی خوشخبری اس کی دلیل ہے کہ ذبیح حضرت اسمٰعیل علیہما السلام ہیں)۔

(پ23 ،سورۃ الصافات،آیت103تا112)

تکبیرات

مروی ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب ذبح کرنے کے لیے چھری پھیری تو جبریل علیہ السلام نے (فوراً حاضر ہوکر) کہا: اَللّٰہُ أَکْبَرُ اَللّٰہُ أَکْبَرُ. حضرت اسماعیل ذبیح اللہ نے کہا: لَا إِلٰہَ إِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ أَکْبَرُ. حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے کہا: اَللّٰہُ أَکْبَرُ وَ الْحَمْدُ لِلّٰہ. ان بزرگ ہستیوں کی اس سنت کو بھی باقی رکھا گیا۔ (تفسیر قرطبی،سورۃ الصافات،ج15،ص102،دارالکتب المصریہ،القاہرہ)

مینڈھا کون ساتھا؟

مینڈھے کے بارے میں اختلاف ہے، ایک قول یہ ہے کہ یہ وہی مینڈھا ہے جو حضرت علیہ السلام کے بیٹے حضرت ہابیل نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کیا تھا جو اللہ تعالیٰ نے قبول فرمایا تھا، یہ جنت میں چرتا رہا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اسے اسماعیل علیہ السلام کے بدلے میں قربان کرنے کے لیے بھیج دیا۔

ایک قول یہ ہے کہ یہ جنتی مینڈھا تھا جو جنت سے اللہ تعالیٰ نے بھیجا تھا، یہ چالیس سال تک جنت میں چرتا رہا۔

(تفسیر کبیر،سورۃ الصافات،آیت102،ج26،ص351،داراحیاء التراث العربی،بیروت)

مینڈھے کو بڑا ذبیحہ کیوں فرمایا؟

اللہ تعالیٰ نے قرآن عظیم میں مینڈھے کو ''ذبح عظیم'' فرمایا، اس کی وجہ میں مختلف اقوال ہیں:

(1) یہ جسمانی طور پر بڑا اور موٹا تھا اس لیے اسے عظیم فرمایا۔

(2) سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے کہ یہ چالیس سال تک جنت میں چرتا رہا اس لیے اسے عظیم فرمایا۔

(3) اسے اس لیے عظیم فرمایا کہ یہ بڑی قدر و منزلت والا تھا کیونکہ اللہ تعالیٰ اسے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے کی طرف سے قبول فرمایا۔

(تفسیر کبیر،سورۃ الصافات،آیت102،ج26،ص351،داراحیاء التراث العربی،بیروت)

(4) ابوسلیمان دمشقی کا قول ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام کے بیٹے نے قربت کے لیے پیش کیا تو اسے زندہ اٹھالیا گیا، یہ جنت میں چرتا رہا، پھر اسے ذبیح اللہ کی طرف سے ذبح کیا گیا تو یہ دو مرتبہ مقبول بارگاہ الٰہی ہوا، اس لیے اسے عظیم فرمایا۔

(5) یہ عظیم البرکہ ہے اس لیے اسے عظیم فرمایا۔

(تفسیر زادالمسیر،سورۃ الصافات،ج3،ص549،دارالکتاب العربی،بیروت)

چار مواقع

علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر روح البیان میں ایک روایت بیان کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت جبریل علیہ السلام سے پوچھا کہ آسمان سے (جلدی) اترنے میں کبھی مشقت کا سامنا کرنا پڑا ہے؟ عرض کیا: جی ہاں، چار مواقع پر:

(1) جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا اس وقت میں عرش کے نیچے تھا، اللہ تعالیٰ نے مجھے ارشاد فرمایا کہ میرے بندے کے پاس پہنچو، میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس حاضر ہوگیا اور عرض کیا: ھل لك حاجة، کیا آپ کی کوئی حاجت ہے؟ انہوں نے مجھے جواب دیا: ہے مگر تجھ سے نہیں۔

(2) جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے چھری حضرت اسماعیل علیہ السلام کے حلق پر رکھ دی تھی اور میں عرش کے نیچے تھا، اللہ تعالیٰ نے مجھے فرمایا: میرے بندے

کے پاس پہنچو، میں پہنچ گیا اور چھری اوراُلٹا کر دیا۔

(3) جب کفار نے یوم احد آپ کے دندان مبارکہ کو زخمی کر دیا تھا، اللہ تعالیٰ نے مجھے فرمایا کہ میرے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خون کو (اپنی ہتھیلی میں) لے لو (زمین پر نہ گرنے دو) کہ اگر ان کے خون کا قطرہ زمین پر گر گیا تو زمین کبھی کوئی پودا اور درخت نہیں اگائے گی، میں حاضر ہوا اور خون کو اپنی ہتھیلی میں لے لیا پھر فضا میں اچھال دیا۔

(4) جب یوسف علیہ السلام کو کنواں میں پھینک دیا گیا، اللہ تعالیٰ نے مجھے ارشاد فرمایا کہ میرے بندے کے پاس پہنچو، تو میں پہنچا اور کنوئیں کی تہہ میں پہنچنے سے پہلے ان کو پکڑ لیا اور کنوئیں کے نیچے سے پتھر نکال کر انہیں اس پر بیٹھا دیا۔

(تفسیر روح البیان، سورۃ الصافات، ج7، ص475، دارالفکر، بیروت)

فصل (7): ذبیح اللہ حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں

ذبیح اللہ حضرت اسحاق علیہ السلام نہیں بلکہ حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں، اس پر امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے درج ذیل دلائل دیئے ہیں:

(1) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: أَنَا ابْنُ الذَّبِيحَيْنِ، میں دو ذبیحوں کا بیٹا ہوں۔

(المستدرك على الصحيحين للحاكم، ذكر من قال ان الذبيح الخ، ج 2، ص609، دارالكتب العلميه، بيروت)

ایک اور حدیث پاک میں ہے کہ ایک اعرابی نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یوں خطاب کیا: يَا ابْنَ الذَّبِيحَيْنِ، اے دو ذبیحوں کے بیٹے، تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تبسم فرمایا، اس بارے میں سوال کیا گیا تو فرمایا: عبدالمطلب نے جب زمزم کا کنواں کھودا، نذر مانی کہ اللہ تعالیٰ میرے لیے اس کو آسان کر دے تو میں اپنے ایک بیٹے کو ضرور ذبح کروں گا، قرعہ عبداللہ کے نام نکلا، لوگوں نے اس سے روکا اور کہا کہ اس کے بدلے میں سو اونٹ ذبح کر دو، انہوں نے اس کے بدلے میں سو اونٹ ذبح کر دیئے اور دوسرے ذبیح حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں۔

(المستدرك على الصحيحين للحاكم، ذكر اسماعيل بن ابراهيم، ج 2، ص604، دارالكتب العلميه، بيروت)

(2) اصمعی سے منقول ہے کہ میں نے ابو عمرو بن العلاء سے ذبیح کے بارے میں سوال کیا تو جواب دیا: اے اصمعی! تیری عقل کہاں ہے، اسحاق علیہ السلام مکہ کب آئے ہیں، یہاں تو اسماعیل علیہ السلام ہی تھے اور وہی ہیں کہ جنہوں نے بیت اللہ اپنے والد صاحب کے ساتھ مل کر بنایا اور منحر (ذبح گاہ) مکہ ہے۔

(3) اللہ تعالیٰ نے ''صبر والا ہونا'' حضرت اسماعیل علیہ السلام کی صفت بیان

فرمائی ہے، نہ کہ حضرت اسحاق علیہ السلام کی، چنانچہ قرآن مجید میں ہے: ﴿وَ اِسْمٰعِیْلَ وَ اِدْرِیْسَ وَ ذَا الْكِفْلِ كُلٌّ مِّنَ الصّٰبِرِیْنَ﴾ ترجمۂ کنزالایمان: اور اسماعیل اور ادریس ذوالکفل کو (یاد کرو) وہ سب صبر والے تھے۔ (پ17، سورۃ الانبیاء، آیت85)

حضرت اسماعیل علیہ السلام ہی تھے جنہوں نے ذبح پر صبر کیا۔

اور انہیں کا وصف ''صادق الوعد'' بیان فرمایا، چنانچہ قرآن مجید میں ہے: ﴿وَ اذْكُرْ فِی الْكِتٰبِ اِسْمٰعِیْلَ اِنَّهٗ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ﴾ ترجمۂ کنزالایمان: اور کتاب میں اسماعیل کو یاد کرو، بیشک وہ وعدے کا سچا تھا۔ (پ16، سورۂ مریم، آیت54)

کیونکہ انہوں نے اپنے والد سے وعدہ کیا تھا کہ وہ ذبح پر صبر کریں گے اور اس کو پورا کیا۔

(4) اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے: ﴿فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ وَ مِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ یَعْقُوْبَ﴾ ترجمۂ کنزالایمان: تو ہم نے اسے اسحاق کی خوشخبری دی اور اسحاق کے پیچھے یعقوب کی۔ (پ12، سورۂ ہود، آیت71)

ہم کہتے ہیں کہ اگر ذبیح حضرت اسحاق علیہ السلام ہیں تو ذبح کا حکم (حضرت اسحاق علیہ السلام کے بیٹے) حضرت یعقوب علیہ السلام کی ولادت سے پہلے تھا یا بعد میں، پہلی صورت باطل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جب حضرت اسحاق علیہ السلام کی خوشخبری دی تو اس کے ساتھ ہی ان کے بیٹے حضرت یعقوب علیہ السلام کی بھی خوشخبری دی کہ ان سے حضرت یعقوب علیہ السلام ضرور پیدا ہوں گے تو حضرت یعقوب علیہ السلام کی ولادت سے پہلے قربانی کا حکم دینا درست نہیں ورنہ اس فرمان ﴿وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ یَعْقُوْبَ﴾ کا خلف لازم آئے گا۔ اور دوسری صورت بھی باطل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان: ﴿فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْیَ قَالَ یٰبُنَیَّ اِنِّیْۤ اَرٰى فِی الْمَنَامِ اَنِّیْۤ

اَذْبَحُكَ﴾ ترجمۂ کنزالایمان: پھر جب وہ اس کے ساتھ کام کے قابل ہو گیا، کہا اے میرے بیٹے میں نے خواب دیکھا میں تجھے ذبح کرتا ہوں۔

(پ23، سورۃ الصافات، آیت102)

اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ یہ بیٹا جب سعی (کام کاج) کے قابل ہوا، قدرت علی الفعل تک پہنچا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اس کے ذبح کا حکم دیا اور یہ بات اس کے منافی ہے کہ یہ قصہ حضرت یعقوب علیہ السلام کی ولادت کے بعد پیش آیا، ثابت ہوا کہ ذبیح حضرت اسحاق نہیں ہیں۔

(5) قرآن مجید میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یہ قول موجود ہے: ﴿وَقَالَ اِنِّیْ ذَاهِبٌ اِلٰى رَبِّیْ سَیَهْدِیْنِ﴾ ترجمۂ کنزالایمان: اور کہا میں اپنے رب کی طرف جانے والا ہوں اب وہ مجھے راہ دے گا۔ (پ23، سورۃ الصافات، آیت99)

پھر آپ علیہ السلام نے پردیس میں انسیت کے لیے اللہ تعالیٰ سے بچہ طلب کیا: ﴿رَبِّ هَبْ لِیْ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ﴾ ترجمہ: الٰہی مجھے ایک صالح بچہ دے۔

(پ23، سورۃالصافات، آیت100)

اس سوال کا حُسن اس وقت ہے جبکہ آپ علیہ السلام کی اولاد نہ ہو کیونکہ اگر آپ کا ایک بچہ پہلے ہوتا تو آپ علیہ السلام ایک بچہ طلب نہ کرتے کیونکہ طلبِ حاصل محال ہے۔ اور ﴿رَبِّ هَبْ لِیْ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ﴾ میں ایک بچہ طلب کیا گیا ہے کیونکہ یہاں کلمۂ مِن تبعیضیہ ہے یعنی بعضیت کے لیے ہے اور بعضیت کا اقل الافراد ایک ہوتا ہے لہذا ﴿رَبِّ هَبْ لِیْ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ﴾ سے ایک ہی بچے کی طلب ثابت ہوتی ہے، معلوم ہوا کہ سوال کا یہ انداز عدمِ اولاد کی صورت میں ہی حسین ہے، لہذا ثابت ہوا کہ یہ سوال پہلے بچے کے وقت تھا اور لوگوں کا اجماع ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام

حضرت اسحاق علیہ السلام سے پہلے پیدا ہوئے، ثابت ہوا کہ اس دعا سے مطلوب حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں پھر اللہ تعالیٰ کے اس کے فوراً بعد ذبیح کا قصہ بیان کیا تو ثابت ہوا کہ وہ حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں۔

(6) روایاتِ کثیرہ اس بارے میں وارد ہیں کہ ذبح ہونے والے مینڈھے کے سینگ کعبۂ مشرفہ میں معلق رہے معلوم ہوا کہ ذبیح مکہ میں تھا اور وہ حضرت اسماعیل علیہ السلام ہی ہیں، اگر ذبیح حضرت اسحاق علیہ السلام ہوتے تو ذبح شام میں ہوتا۔

(تفسیر کبیر، سورة الصافات، آیت 102، ج26، ص347، داراحیاء التراث العربی، بیروت)

حافظ ابن کثیر ''تفسیر ابن کثیر'' میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ذبیح ہونے پر دلائل دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

ذبیح حضرت اسماعیل علیہ السلام ہی ہیں، کیونکہ یہی وہ پہلے بچے ہیں جن کی ولادت کی خوشخبری ابراہیم علیہ السلام کو دی گئی اور اس پر مسلمانوں اور اہل کتاب کا اتفاق ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام حضرت اسحاق علیہ السلام سے بڑے ہیں بلکہ اہل کتاب کی کتب میں صراحت ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام جب پیدا ہوئے تو اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر مبارک چھیاسی سال تھی اور جب حضرت اسحاق علیہ السلام پیدا ہوئے تو اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر مبارک ننانوے سال تھی اور اہل کتاب کی کتاب میں اس بات کی بھی صراحت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اکلوتے بیٹے کے ذبح کرنے کا حکم دیا تھا، یہ الگ بات ہے کہ اب انہوں نے اس کو اپنی کتاب میں اسماعیل علیہ السلام کی جگہ اسحاق علیہ السلام کر دیا ہے، یہ انہوں نے صرف اس وجہ سے کیا ہے کہ حضرت اسحاق علیہ السلام ان کے والد ہیں اور حضرت اسماعیل علیہ السلام اہل عرب کے والد ہیں، اس تحریف پر انہیں حسد نے ابھارا ہے، اب انہوں نے ''اکلوتا'' کی بھی یہ تاویل کی ہے کہ جو پاس نہ ہو کیونکہ حضرت اسماعیل علیہ

السلام اور ان کی والدہ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام مکہ چھوڑ آئے تھے، یہ تاویل تحریف ہے اور باطل ہے کیونکہ اکلوتا اسے کہا جاتا ہے جس کے علاوہ اولاد نہ ہو۔

اہل علم کا ایک گروہ اس طرف گیا ہے کہ ذبیح حضرت اسحاق علیہ السلام تھے اور انہوں نے اس کو اسلاف کے ایک گروہ سے نقل کیا یہاں تک کہ بعض صحابہ کرام علیہم الرضوان سے بھی نقل کیا ہے۔

بہر حال یہ (حضرت اسحاق علیہ السلام کا ذبیح ہونا) کتاب وسنت میں نہیں اور میرا تو گمان ہے کہ یہ بات مسلمانوں میں اہل کتاب سے آئی ہے اور بغیر دلیل کے اس کو لے لیا گیا ہے کیونکہ کتاب اللہ شاہد اور راہنما ہے کہ ذبیح حضرت اسماعیل علیہ السلام ہی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حلیم بچے کی بشارت دی اور ذکر فرمایا کہ یہی ذبیح ہے اور اس (ذبح والے واقعہ) کے بعد فرمایا: ﴿وَ بَشَّرْنٰهُ بِاِسْحٰقَ نَبِیًّا مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ﴾ ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم نے اسے خوشخبری دی صالح نبی اسحٰق کی۔

(پ23، سورة الصافات، آیت112)

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ یَعْقُوْبَ﴾ ترجمۂ کنزالایمان: تو ہم نے اسے اسحاق کی خوشخبری دی اور اسحاق کے پیچھے یعقوب کی۔

(پ12، سورۂ ہود، آیت71)

یعنی حضرت ابراہیم اور حضرت اسحاق علیہما السلام کی حیات میں حضرت اسحاق علیہ السلام کا بچہ پیدا ہوگا جس کا نام یعقوب ہوگا اور ان کی آگے نسل ہوگی، یہ بات تو درست نہیں کہ حضرت اسحاق علیہ السلام کو بچپن میں ذبح کر دیا جائے حالانکہ پہلے سے وعدہ ہے کہ ان کی آگے نسل ہوگی تو یہ بات کیسے ممکن ہے کہ ان کے بعد بچپن ہی میں ان کے ذبح کا حکم دے دیا جائے۔

اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کو قرآن مجید میں ''حلیم'' کے وصف کے ساتھ موصوف کیا ہے جو اس مقام کے مناسب ہے جبکہ حضرت اسحاق علیہ السلام کو ''علیم'' کے وصف کے ساتھ موصوف کیا ہے، قرآن مجید میں ہے: ﴿اِنَّا نُبَشِّرُکَ بِغُلٰمٍ عَلِیۡمٍ﴾ ترجمہ: ہم آپ کو ایک علم والے لڑکے کی بشارت دیتے ہیں۔

(پ14، سورۃ الحجر، آیت 53)

(تفسیر ابن کثیر، ج7، ص27، دارطیبہ للنشر والتوزیع، بیروت)

حافظ ابن کثیر ''قصص الانبیاء'' میں فرماتے ہیں: ''حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ ذبح ہونے والے مینڈھے کا سر میزاب کعبہ سے لٹکا رہا یہاں تک کہ خشک ہو گیا، یہ ایک روایت ہی حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ذبیح ہونے پر کافی ہے کیونکہ وہ ہی مکہ میں مقیم تھے اور حضرت اسحاق علیہ السلام کا بچپن میں مکہ آنا ہمیں معلوم نہیں واللہ اعلم۔''

(قصص الانبیاء، ذکر مولد اسماعیل علیہ السلام، ج1، ص214، دارالتألیف، القاہرہ)

تفسیر درمنثور میں ہے: ''ایک آدمی پہلے یہودی تھا پھر اس نے اسلام قبول کیا اور اچھا مسلمان ثابت ہوا، وہ یہودیوں کے علماء میں سے تھا، حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے بلا کر اس سے پوچھا: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کون سا بیٹا ذبح کیا تھا؟ اس نے جواب دیا: اے امیر المؤمنین! حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کیا تھا اور یہود اس بات کو اچھی طرح جانتے ہیں لیکن اہل عرب سے حسد کرتے ہیں اس لیے انہوں اس بات کو تبدیل کر دیا اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی جگہ حضرت اسحاق علیہ السلام کو ذبیح ٹھہرا دیا۔''

(تفسیر درمنثور، سورۃ الصافات، ج7، ص106، دارالفکر، بیروت)

علامہ اسماعیل حقی تفسیر روح البیان میں فرماتے ہیں: ''اکثر مفسرین اسی

طرح ہیں کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام ہی ذبیح ہیں کیونکہ ذبح ہونے والے مینڈھے کے دونوں سینگ کعبے میں معلق رہے یہاں تک کہ جب حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ اور حجاج کے دور میں کعبہ میں آگ لگی تو وہ سینگ بھی جل گئے، اور حضرت اسحاق علیہ السلام کو مکہ میں نہیں تھے، مکہ میں تو حضرت اسماعیل علیہ السلام ہی تھے۔

(تفسیر روح البیان، سورۃ الصافات، ج7، ص477، دارالفکر، بیروت)

تفسیر مظہری میں ہے: ''حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ذبیح ہونے پر یہ دلیل ہے کہ مینڈھے کے دونوں سینگ بنی اسماعیل کے پاس کعبہ میں معلق رہے یہاں تک کہ جب حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ اور حجاج کے زمانے میں کعبہ میں آگ لگی تو جل گئے، سعید بن منصور اور بیہقی نے اپنی سنن میں نقل کیا ہے کہ بنی سلیم کی ایک عورت نے حضرت عثمان بن طلحہ سے روایت کیا ہے کہ مینڈھے کے دونوں سینگ کعبہ میں معلق تھے، اور امام بغوی نے نقل کیا ہے کہ امام شعبی نے فرمایا: میں مینڈھے کے دونوں سینگ کعبہ میں معلق دیکھے ہیں اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں: اس کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اول اسلام میں ذبح ہونے والے مینڈھے کا سر سینگوں سمیت میزاب کعبہ میں معلق تھا یہاں تک کہ خشک ہو گیا۔

(تفسیر مظہری، سورۃ الصافات، ج8، ص127، مکتبہ رشیدیہ)

فصل (8): مکہ آمد اور تعمیر کعبہ

پہلی مرتبہ آمد

جب حضرت اسماعیل علیہ السلام جوان ہوگئے تو قبیلہ جرہم نے اپنی ایک لڑکی سے آپ کی شادی کردی، انہی دنوں والدہ سیدہ ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا انتقال ہوگیا، ایک مرتبہ حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت سارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے اجازت لی کہ میں نے اپنے بیٹے اسماعیل سے ملنے جانا ہے، حضرت سارہ نے عرض کی آپ جائیں مگر ایک شرط ہے کہ سواری سے نہیں اتریں گے اور نہ زیادہ ٹھہریں گے، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ شرط مان لیا اور روانہ ہوگئے، وہاں پہنچے تو معلوم ہوا کہ حضرت ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا انتقال ہو چکا ہے اور بیٹے کی شادی ہو چکی ہے، تلاش کرتے کرتے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے دروازے پر آئے، حضرت اسماعیل علیہ السلام گھر میں نہیں تھے وہ شکار کے لیے گئے ہوئے تھے، کیونکہ وہ گزر بسر کے لیے حرم سے نکل کر شکار کرتے تھے، پھر واپس آجاتے تھے، ان کی بیوی سے پوچھا کہ اسماعیل کہاں ہیں؟ جواب دیا کہ وہ یہاں نہیں ہیں، شکار کے لیے جنگل گئے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے گھر کے حالات پوچھے، اس نے شکایات کیں، پوچھا کیا گھر میں مہمان نوازی کے لیے کچھ نہیں ہے؟ جواب دیا کہ کچھ نہیں ہے، پوچھا کیا تمہارے پاس کھانا پانی کچھ نہیں؟ جواب دیا کہ کوئی چیز نہیں ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: جب تمہارا شوہر آجائے تو اسے میرا اسلام کہنا اور اسے کہنا کہ اپنے گھر کی چوکھٹ بدل لے، یہ کہہ کر حضرت ابراہیم علیہ السلام واپس آگئے۔

جب حضرت اسماعیل علیہ السلام واپس آئے، اپنے والد محترم کی خوشبو کو

پایا تو اپنے زوجہ سے پوچھا کہ کیا کوئی آیا تھا؟ زوجہ نے جواب دیا: اس طرح کی صفات والے ایک بزرگ آئے تھے، پوچھا: انہوں نے تجھے کیا کہا ہے؟ جواب دیا: انہوں نے کہا تھا کہ اپنے شوہر کو میرا اسلام کہنا اور کہنا کہ اپنے دروازے کی چوکھٹ بدل لے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے یہ سنا تو فرمایا کہ وہ بزرگ میرے والد گرامی تھے اور جو چوکھٹ بدلنے کا فرمایا ہے وہ تم ہو، پھر حضرت اسماعیل علیہ السلام نے اسے طلاق دے دی اور ایک اور خاتون سے شادی کر لی۔

دوسری مرتبہ آمد

کچھ عرصہ بعد پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت سارہ سے اجازت لی کہ میں نے اپنے بیٹے اسماعیل سے ملنے جانا ہے، حضرت سارہ نے پھر وہی عرض کی کہ آپ جائیں مگر ایک شرط ہے کہ سواری سے نہیں اتریں گے اور نہ زیادہ ٹھہریں گے، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ شرط مان لی اور روانہ ہوگئے، اب کی دفعہ سیدھے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے گھر پہنچے، حضرت اسماعیل علیہ السلام اب کی بار بھی گھر پر نہ تھے، ان کی زوجہ سے پوچھا: تمہارے شوہر کہاں ہیں؟ زوجہ نے جواب دیا: وہ شکار کے لیے گئے ہیں، ان شاء اللہ ابھی آجاتے ہیں، اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے سواری سے نیچے تشریف لے آئیں، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے نیچے اترنے کے بجائے پوچھا: تمہاری گزر بسر کیسی ہو رہی ہے؟ جواب دیا: الحمدللہ ہم خیریت اور وسعت سے ہیں، پوچھا: تمہارا کھانا کیا ہوتا ہے: جواب دیا: گوشت، پوچھا: پینے کے لیے کیا ہوتا ہے؟ جواب دیا: آب زمزم۔ پوچھا: کیا تمہارے پاس مہمان نوازی کے لیے کچھ ہے؟ جواب دیا: جی ہاں ہے، پھر وہ گئی اور دودھ اور گوشت لے آئی، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے برکت کی دعا دی۔ پھر عرض کیا: سواری سے نیچے تشریف لائیں تاکہ میں

آپ کا سر مبارک دھودوں، آپ علیہ السلام نے فرمایا: میں اتر نہیں سکتا، پھر وہ ایک بڑا سا پتھر لے آئی جو کہ بعد میں مقام ابراہیم بنا، اور عرض کیا کہ آپ اپنا قدم مبارک اس پر رکھ کر سر جھکا دیں، میں ادھر ہی دھو دیتی ہوں، اس طرح اس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا سر مبارک دھو دیا، حضرت ابراہیم علیہ السلام اس سے بڑے خوش ہوئے اور فرمایا: جب تمہارا شوہر آئے تو اسے میرا اسلام کہنا اور کہنا کہ اپنے دروازے کی چوکھٹ کو مضبوطی سے پکڑے رکھے، پھر واپس آ گئے، جب حضرت اسماعیل علیہ السلام آئے، اپنے والد محترم کی خوشبو کو پایا تو اپنے زوجہ سے فرمایا: کیا کوئی آیا تھا؟ زوجہ نے عرض کیا: نعم، شیخ أحسن النّاس شبھا وأطیبھم ریحا۔ جی ہاں، ایک بزرگ آئے تھے خوبصورت چہرے والے اور بہترین خوشبو والے تھے اور آپ کو سلام کہا ہے اور یہ فرمایا ہے کہ اپنے دروازے کی چوکھٹ کو مضبوطی سے پکڑے رکھو۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے فرمایا کہ وہ میرے والد محترم حضرت ابراہیم علیہ السلام تھے اور جس چوکھٹ کو مضبوطی سے پکڑے رکھنے کا فرمایا وہ تم ہو۔

(صحیح بخاری، باب قولہ تعالیٰ: واتخذ اللہ ابراہیم خلیلاً، ج 4، ص 142، دار طوق النجاۃ☆تفسیر ثعلبی، سورۃ البقرہ، آیات 124 تا 129، ج 1، ص 270,271، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

تیسری مرتبہ آمد

حضرت ابراہیم علیہ السلام ملکِ شام واپس آ گئے، ایک عرصہ تک ٹھہرے رہے، پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے خانہ کعبہ بنانے کا حکم ہوا۔

(تفسیر طبری، ج 17، ص 21، موسسۃ الرسالہ، بیروت)

تو آپ علیہ السلام حضرت اسماعیل علیہ السلام کی طرف مکہ روانہ ہو گئے، وہاں پہنچے تو حضرت اسماعیل علیہ السلام زمزم کے پاس ایک درخت کے نیچے بیٹھے تیروں کو ٹھیک کر رہے تھے، جب اپنے والد کو دیکھا تو کھڑے ہو گئے اور آگے بڑھ کر محبت وعقیدت

اور جذبات سے بھرپور انداز میں اپنے والد سے ملے، محبت بھری گفتگو ہوئی۔

تعمیرِ کعبہ

ایک دوسرے سے حال احوال پوچھنے کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آنے کا مدعا بیان کیا کہ اے اسماعیل (علیہ السلام)! اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک کام کا حکم دیا ہے کیا تم میری مدد کرو گے؟ عرض کیا: جی ہاں ضرور، فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنا گھر بنانے کا حکم دیا ہے۔

پھر دونوں باپ بیٹے نے مل کا بیت اللہ تعمیر کیا، حضرت اسماعیل علیہ السلام پتھر اٹھا اٹھا کر لاتے رہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام تعمیر کرتے رہے، جب بیت اللہ کی دیواریں بلند ہوئیں تو حضرت اسماعیل علیہ السلام مقام ابراہیم والا پتھر اٹھا کر لائے، حضرت ابراہیم علیہ السلام اس پر کھڑے ہوئے، وہ تعمیر کرتے جاتے اور حضرت اسماعیل علیہ السلام پتھر پکڑاتے جاتے اور اس وقت دونوں یوں دعا کر رہے تھے: ﴿رَبَّـنَـا تَقَبَّلْ مِـنَّـا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ﴾ ترجمۂ کنزالایمان: اے رب ہمارے ہم سے قبول فرما بیشک تو ہی ہے سنتا جان (ہے)۔ (پ 1، سورۃ البقرہ، آیت 127)

پھر جب دونوں کعبہ کی تعمیر سے فارغ ہوئے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوا کہ لوگوں میں حج کا اعلان کریں، عرض کیا: میری آواز لوگوں تک کیسے پہنچے گی، درمیان میں اتنے پہاڑ موجود ہیں، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ندا کرنا آپ کا کام ہے اور آواز پہنچانا مجھ پر ہے۔ آپ علیہ السلام ابوقبیس کے پہاڑ پر چڑھے اور اس پتھر (مقام ابراہیم) پر کھڑے ہوئے اور ندا کی: اے مسلمانو! تمہارے رب نے تمہارے لیے گھر بنایا ہے اور تمہیں حکم دیا ہے کہ اس کا حج کرو، تو لوگوں نے اس ندا کا جواب اپنے باپوں کی پیٹھوں اور اپنی ماؤں کے رحموں میں دیا، جس نے ایک مرتبہ جواب دیا وہ ایک

مرتبہ حج کرے گا اور جس نے دس مرتبہ جواب دیا وہ دس مرتبہ حج کرے گا۔

(تفسیر روح البیان، سورۃ البقرہ، ج1، ص 226، دارالفکر، بیروت)

اس کا تذکرہ قرآن مجید میں اس طرح ہے ہے: ﴿وَ اِذْ یَرْفَعُ اِبْرٰھٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَیْتِ وَ اِسْمٰعِیْلُ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ۝ ﴾ترجمۂ کنز الایمان: اور جب اٹھاتا تھا ابراہیم اس گھر کی نیویں (بنیادیں) اور اسماعیل، یہ کہتے ہوئے اے رب ہمارے ہم سے قبول فرما، بیشک تو ہی ہے سنتا جانتا۔

(پ1، سورۃ البقرہ، آیت127)

اس وقت یہ بھی دعا کی: ﴿رَبَّنَا وَ اجْعَلْنَا مُسْلِمَیْنِ لَکَ وَ مِنْ ذُرِّیَّتِنَآ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّکَ وَ اَرِنَا مَنَاسِکَنَا وَ تُبْ عَلَیْنَا اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ۝ ﴾ترجمۂ کنز الایمان: اے رب ہمارے اور کر ہمیں تیرے حضور گردن رکھنے والا اور ہماری اولاد میں سے ایک امت تیری فرمانبردار اور ہمیں ہماری عبادت کے قاعدے بتا اور ہم پر اپنی رحمت کے ساتھ رجوع فرما بیشک تو ہی ہے بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان۔

(پ1، سورۃ البقرہ، آیت128)

خاتم الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آمد کی دعا بھی کی: ﴿رَبَّنَا وَ ابْعَثْ فِیْھِمْ رَسُوْلًا مِّنْھُمْ یَتْلُوْا عَلَیْھِمْ اٰیٰتِکَ وَ یُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ وَ الْحِکْمَةَ وَ یُزَکِّیْھِمْ اِنَّکَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ۝ ﴾ترجمۂ کنز الایمان: اے رب ہمارے اور بھیج ان میں ایک رسول انہیں میں سے کہ ان پر تیری آیتیں تلاوت فرمائے اور انہیں تیری کتاب اور پختہ علم سکھائے اور انہیں خوب ستھرا فرمادے بیشک تو ہی ہے غالب حکمت والا۔

(پ1، سورۃ البقرہ، آیت129)

بیت المعمور اور خانہ کعبہ

کعبہ معظّمہ بیت المعمور (فرشتوں کا کعبہ جو آسمانوں پر ہے) کی بالکل سیدھ میں ہے اس طرح کہ اگر بیت المعمور نیچے تشریف لائے تو خانہ کعبہ پر آئے اور ایسے ہی ساتوں آسمانوں کی عبادت گاہیں ہیں جیسا کہ بعض اسلاف نے فرمایا: ہر آسمان میں ایک گھر ہے جس میں اہل آسمان عبادت کرتے ہیں اور اہل آسمان میں اس اہمیت ایسی ہی ہے جیسا کہ زمین والوں کے لیے کعبہ معظّمہ۔

(قصص الانبیاء لابن کثیر، ج1، ص225، دارالتألیف، القاہرہ)

کعبہ کتنی بار تعمیر کیا گیا؟

حضرت علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ''تاریخ مکہ'' میں تحریر فرمایا ہے کہ خانہ کعبہ دس مرتبہ تعمیر کیا گیا:

(1) سب سے پہلے فرشتوں نے ٹھیک "بیت المعمور" کے سامنے زمین پر خانہ کعبہ کو بنایا۔ (2) پھر حضرت آدم علیہ السلام نے اس کی تعمیر فرمائی۔ (3) اس کے بعد حضرت آدم علیہ السلام کے فرزندوں نے اس عمارت کو بنایا۔ (4) اس کے بعد حضرت ابراہیم خلیل اللہ اور ان کے فرزند ارجمند حضرت اسمٰعیل علیہما الصلوٰۃ والسلام نے اس مقدس گھر کو تعمیر کیا۔ جس کا تذکرہ قرآن مجید میں ہے۔ (5) قوم عمالقہ کی عمارت۔ (6) اس کے بعد قبیلہ جرہم نے اس کی عمارت بنائی۔ (7) قریش کے مورث اعلیٰ "قصی بن کلاب" کی تعمیر۔ (8) قریش کی تعمیر جس میں خود حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی شرکت فرمائی اور قریش کے ساتھ خود بھی اپنے دوش مبارک پر پتھر اٹھا اٹھا کر لاتے رہے۔ (9) حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دور خلافت میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تجویز کردہ نقشہ کے مطابق تعمیر کیا۔ یعنی حطیم کی زمین کو کعبہ میں داخل کر دیا۔ اور دروازہ سطح زمین کے برابر نیچا رکھا اور ایک دروازہ مشرق کی

جانب اور ایک دروازہ مغرب کی سمت بنا دیا۔(10)عبدالملک بن مروان اموی کے ظالم گورنر حجاج بن یوسف ثقفی نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کر دیا۔ اوران کے بنائے ہوئے کعبہ کو ڈھا دیا۔اور پھر زمانہ جاہلیت کے نقشہ کے مطابق کعبہ بنا دیا۔ جو آج تک موجود ہے۔

لیکن حضرت علامہ حلبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی سیرت میں لکھا ہے کہ نئے سرے سے کعبہ کی تعمیر جدید صرف تین ہی مرتبہ ہوئی ہے:

(1)حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی تعمیر (2)زمانہ جاہلیت میں قریش کی عمارت اور ان دونوں تعمیروں میں دو ہزار سات سو پینتیس برس کا فاصلہ ہے (3)حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تعمیر جو قریش کی تعمیر کے بیاسی سال بعد ہوئی۔

حضرات ملائکہ اور حضرت آدم علیہم السلام اوران کے فرزندوں کی تعمیرات کے بارے میں علامہ حلبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ یہ صحیح روایتوں سے ثابت ہی نہیں ہے۔ باقی تعمیروں کے بارے میں انہوں نے لکھا کہ یہ عمارت میں معمولی ترمیم یا ٹوٹ پھوٹ کی مرمت تھی۔تعمیر جدید نہیں تھی۔واللہ تعالیٰ اعلم۔

(سیرت حلبیه،باب بنیان قریش الکعبه،ج 1،ص 249،دارالکتب العلمیه،بیروت)

جگہ کی نشاندھی

قرآن مجید میں ہے:﴿وَ اِذْ بَوَّاْنَا لِاِبْرٰهِیْمَ مَكَانَ الْبَیْتِ اَنْ لَّا تُشْرِكْ بِیْ شَیْــٴًـا وَّ طَهِّرْ بَیْتِیَ لِلطَّآىٕفِیْنَ وَ الْقَآىٕمِیْنَ وَ الرُّكَّعِ السُّجُوْدِ۝﴾ترجمہ کنز الایمان مع حاشیۂ خزائن العرفان: اور جب کہ ہم نے ابراہیم کو اس گھر کا ٹھکانا ٹھیک بتا دیا (تعمیرِ کعبہ شریف کے وقت پہلے عمارتِ کعبہ حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بنائی تھی اور طوفانِ نوح کے وقت وہ آسمان پر اٹھالی گئی ،اللہ تعالیٰ نے ایک

ہوا مقرر کی جس نے اس کی جگہ کو صاف کر دیا اور ایک قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک اَبر بھیجا جو خاص اس بُقعَہ کے مقابل تھا جہاں کعبہ معظّمہ کی عمارت تھی اس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کعبہ شریف کی جگہ بتائی گئی اور آپ نے اس کی قدیم بنیاد پر عمارتِ کعبہ تعمیر کی اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو وحی فرمائی)اور حکم دیا کہ میرا کوئی شریک نہ کر اور میرا گھر ستھرا رکھ طواف والوں اور اعتکاف والوں اور رکوع سجدے والوں کے لئے۔ (پ17 ،سورۃ الحج،آیت26)

زبان اور آنکھوں والا بادَل

حضرتِ سیِّدُ نا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ "جب طوفانِ نوح کے وقت بیتُ اللہ (جو حضرتِ سیِّدُ نا آدم علیہ السلام کے ساتھ آسمان سے اترا تھا یا ایک قول پر آدم علیہ السلام نے اس کی بنیاد رکھی تھی) کو چھٹے آسمان پر اٹھایا گیا تو اللہ عزَّ وَجَلَّ نے حضرتِ سیِّدُ نا ابراہیم علٰی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو حکم دیا کہ وہ بیت اللہ شریف کی جگہ آ کر اس کے نشانات پر بنیاد رکھیں ۔حضرتِ سیِّدُ نا ابراہیم علیہ السلام وہاں تشریف لے گئے مگر وہ آپ علیہ السلام سے پوشیدہ تھا اور آپ علیہ السلام کو اس کا کوئی نشان دکھائی نہ دے رہا تھا تو اللہ عزَّ وَجَلَّ نے ایک بادل بھیجا جو لمبائی چوڑائی میں بیت اللہ شریف کی مقدار کے برابر تھا، اس کا سر، زبان اور دو آنکھیں تھیں ۔وہ بیت اللہ شریف کے مقام پر کھڑا ہو گیا اور عرض کی : اے ابراہیم (علیہ السلام)! میری مقدار کے برابر بنیاد رکھ دیں۔حضرتِ سیِّدُ نا ابراہیم علیہ السلام نے اس کے کہنے کے مطابق بنیاد رکھی پھر بادل چلا گیا۔جب آپ علیہ السلام اس کے بنانے سے فارغ ہوئے تو طواف کیا۔اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے آپ علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ "لوگوں میں حج کا اعلان کریں۔ "آپ علیہ السلام نے عرض کی: میری آواز کیسے پہنچے گی؟" تو اللہ عزَّ وَجَلَّ نے ارشاد فرمایا: اے

ابراہیم (علیہ السلام)! تیرا کام ہے ندا کرنا پہنچانا ہمارے ذمہ ہے۔ "تو حضرتِ سیّدُ نا ابراہیم علیہ السلام نے جبل ابوقُبَیس پر چڑھ کر بلند آواز سے پکارا: اے اللہ عزَّ وَجَلَّ کے بندو! تمہارے رب عَزَّ وَجَلَّ نے گھر بنایا اور تمہیں اس کا حج کرنے کا حکم دیا ہے۔ تو اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے سب زمین والوں کو آپ علیہ السلام کی آواز سنائی تو جنّوں، انسانوں، پتھر اور مِٹی کے ڈھیلوں، پہاڑوں اور ریتلے میدانوں اور ہر خشک وتر نے جواب دیا۔ مشرق ومغرب والوں کو آواز پہنچائی تو ماؤں کے پیٹوں سے اور مَردوں کی پشتوں سے سب نے یہ کہتے ہوئے جواب دیا: لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ تو آج وہی شخص حج کریگا جس نے اس دن جواب دیا تھا۔ جس نے ایک مرتبہ لبیک کہا تو وہ ایک مرتبہ حج کریگا، جس نے دو مرتبہ کہا وہ دو مرتبہ اور جس نے تین مرتبہ لبیک کہا وہ تین مرتبہ حج کریگا اور جس نے اس سے بھی زیادہ بار لبیک کہا وہ اتنی ہی بار حج کریگا۔

(شعب الایمان للبیهقی مفهوماً، باب فی المناسك، حدیث الكعبة والمسجد الحرام، ج5، ص450، مكتبة الرشد للنشر والتوزیع، ریاض)

ہوا بہ شکل سانپ

علامہ سدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”جب اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم واسماعیل علیہما السلام کو تعمیرِ کعبہ کا حکم دیا تو انہیں معلوم نہ تھا کہ کعبہ کے لیے کون سی جگہ ہے تو اللہ تعالیٰ نے ایک ہوا کو بھیجا جس کا نام حجوج تھا اس ہوا کے دو پر اور ایک سر تھا اور اس کی شکل وصورت سانپ جیسی تھی، اس ہوا نے کعبہ کی جہاں بنیادیں تھیں اس جگہ کو صاف کیا اور حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کدال سے اس جگہ کو کھودنے لگے تو اس کی بنیادیں ظاہر ہوگئیں، ان بنیادیں آپ دونوں نے خانہ کعبہ کی تعمیر کی۔

(قصص الانبیاء لابن کثیر، ج1، ص229، دار التألیف، القاہرہ)

حجرِ اسود کس طرح پہنچا

جب کعبہ معظّمہ کی بنیادیں بلند ہوگئیں اور رکن تعمیر کیا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسماعیل علیہ السلام سے فرمایا: میرے بیٹے! کوئی خوبصورت پتھر تلاش کر کے لاؤ جسے میں یہاں نصب کروں۔ بیٹے نے عرض کیا: مجھ پر تھکاوٹ طاری ہو رہی ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: اچھا میں لے کر آتا ہوں، یہ کہا اور چل پڑے، ادھر سے حضرت جبرئیل علیہ السلام حجرِ اسود لے کر آئے جو کہ اس وقت شتر مرغ کے پروں کی طرح سفید تھا جسے حضرت آدم علیہ السلام جنت سے ساتھ لے کر آئے تھے، لوگوں کی خطائیں چوسنے کی وجہ سے اب سیاہ ہو چکا ہے، (ادھر حضرت اسماعیل علیہ السلام بھی پتھر لینے چلے گئے تھے) جب حضرت اسماعیل علیہ السلام کوئی اور پتھر لے کر آئے تو رکن کے پاس حجرِ اسود پا کر عرض کیا: ابا جان! یہ پتھر کون لے کر آیا ہے؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا وہ جو تجھ سے چست تھا، دونوں نے حجرِ اسود لگا دیا، دونوں خانہ کعبہ کی تعمیر کر رہے تھے اور یوں دعا کر رہے تھے: ﴿رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ﴾ ترجمۂ کنز الایمان: اے رب ہمارے ہم سے قبول فرما بیشک تو ہی ہے سنتا جان (ہے)۔

(قصص الانبیاء لابن کثیر، ج1، ص229، دار التألیف، القاہرہ)

حضرت ذوالقرنین

ابن ابی حاتم کا بیان ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے بیٹے کے ساتھ مل کر کعبہ معظّمہ کی تعمیر کر رہے تھے تو اس وقت کے روئے زمین کے بادشاہ ذوالقرنین کا وہاں سے گزر ہوا، اس نے پوچھا: تمہیں اس گھر کی تعمیر کا حکم کس نے دیا ہے؟ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے جواباً ارشاد فرمایا: ہمیں اللہ تعالیٰ نے اس

کا حکم دیا ہے۔ذوالقرنین نے عرض کیا: جو آپ کہہ رہے ہیں مجھے اس کی سچائی کیسے معلوم ہوسکتی ہے؟ تو پانچ مینڈھوں نے اس بات کی گواہی دی کہ اس کی تعمیر کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا ہے، ذوالقرنین یہ گواہی سن کر ایمان لے آئے اور تصدیق کی۔ارزقی کا بیان ہے کہ پھر حضرت ذوالقرنین نے حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے ساتھ مل کر خانہ کعبہ کا طواف کیا۔ (قصص الانبیاء لابن کثیر،ج1،ص229,230،دارالتألیف،القاہرہ)

سب سے پہلا گھر

قرآن مجید میں ہے: ﴿اِنَّ اَوَّلَ بَیۡتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیۡ بِبَکَّۃَ مُبٰرَکًا وَّهُدًی لِّلۡعٰلَمِیۡنَ ○فِیۡهِ اٰیٰتٌۢ بَیِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبۡرٰهِیۡمَ وَ مَنۡ دَخَلَه کَانَ اٰمِنًا وَلِلّٰهِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الۡبَیۡتِ مَنِ اسۡتَطَاعَ اِلَیۡهِ سَبِیۡلًا وَمَنۡ کَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِیٌّ عَنِ الۡعٰلَمِیۡنَ﴾ ترجمۂ کنز الایمان: بے شک سب میں پہلا گھر جو لوگوں کی عبادت کو مقرر ہوا وہ ہے جو مکّہ میں ہے برکت والا اور سارے جہان کا راہنما۔ اس میں کھلی نشانیاں ہیں، ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ اور جو اِس میں آئے امان میں ہو اور اللہ کے لیے لوگوں پر اس گھر کا حج کرنا ہے جو اس تک چل سکے اور جو منکر ہو تو اللہ سارے جہان سے بے پرواہ ہے۔ (پ4، سورۃ اٰل عمران96,97)

حضرتِ سیّدُنا ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں: اس آیتِ مبارکہ میں "بُیت" سے مراد کعبۃ اللہ شریف ہے۔جس کو اللہ عزَّ وَجَلَّ نے بیتُ المعمور کی سیدھ میں زمین میں رکھا۔جیسا کہ مروی ہے کہ حضرتِ سیّدُنا آدم علٰی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو جنت سے (زمین پر) اُتارا گیا اور آپ علیہ السلام نے حجِ بیت اللہ فرمایا پھر فرشتوں سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے عرض کی: اے آدم علیہ السلام! آپ کا حج قبول ہوگیا۔ اور ہم نے آپ سے دو ہزار سال پہلے بیت اللہ شریف کا حج کیا تھا۔آپ علٰی نبینا وعلیہ

الصلوٰۃ والسلام نے ان سے دریافت فرمایا: تم حج میں کیا پڑھتے تھے؟ "انہوں نے عرض کی ہم سُبۡحَانَ اللّٰهِ وَالۡحَمۡدُ لِلّٰهِ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَکۡبَر پڑھا کرتے تھے۔پھر حضرتِ سیّدُنا آدم علٰی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام بھی طواف میں یہی پڑھتے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کرتے: اے اللہ عزَّ وَجَلَّ! میری اولاد میں اس گھر کو تعمیر کرنے والا بنا۔تو اللہ عزَّ وَجَلَّ نے وحی فرمائی کہ "میں اپنا گھر تیری اولاد میں سے اپنے خلیل (حضرت) ابراہیم (علٰی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام) سے بنواؤں گا۔ میں اس کے ہاتھوں اس کی تعمیر کا فیصلہ کر چکا ہوں۔ "جب حضرتِ سیّدُنا نوح علٰی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے عہد میں طوفان آیا تو اللہ عزَّ وَجَلَّ نے بیت اللہ شریف کو چوتھے آسمان پر اٹھالیا، وہ سبز زمرد کا تھا اور اس میں جنت کے چراغوں میں سے ایک چراغ تھا۔

حضرتِ سیّدُنا جبرائیل علٰی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام حَجَرِ اَسۡوَد کو اُٹھا کر جَبَلِ ابوقُبَیۡس میں چھوڑ آئے تاکہ غرق ہونے سے محفوظ ہو جائے۔حضرتِ سیّدُنا ابراہیم علٰی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ تک بیت اللہ کی جگہ خالی رہی۔جب آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاں حضرتِ سیّدُنا اسماعیل علٰی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرتِ سیّدُنا اسحاق علٰی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ و السلام پیدا ہوئے تو اللہ عزَّ وَجَلَّ نے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بیت اللہ شریف کی بنیاد رکھنے کا حکم دیا۔آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عرض کی" : یا اللہ عزَّ وَجَلَّ ! مجھے اس کی نشانی بیان فرمادے۔"تو اللہ عزَّ وَجَلَّ نے بیت اللہ شریف کی مقدار ایک بادل بھیجا جو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ ساتھ چلتا رہا یہاں تک کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام مکّہ مکرمہ زَادَهَا اللّٰهُ شَرَفًا وَّتَکۡرِیۡمًا پہنچے تو بیت اللہ شریف کے مقام پر وہ بادل رُک گیا۔آپ کو پکارا گیا": اے ابراہیم (علٰی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام) اس بادل کے سائے پر بنیاد رکھو، نہ کم کرنا نہ زیادہ۔ "حضرتِ سیّدُنا جبرائیل علٰی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام حضرتِ سیّدُنا ابراہیم

علٰی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو بتاتے جاتے اور وہ عمارت بناتے جاتے۔ حضرتِ سیّدُنا اسماعیل علٰی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پتھر اٹھا اٹھا کر پکڑاتے۔

(حکایتیں اور نصیحتیں، ص121,122، مکتبۃ المدینہ، کراچی☆شعب الایمان للبیہقی مفہوماً، باب فی المناسك، حیث الکعبة والمسجد الحرام، ج 5، ص450، مکتبۃ الرشد للنشر والتوزیع، ریاض)

خلیفہ اعلیٰ حضرت، صدرُ الافاضل سیِّد محمد نعیم الدین مرادآبادی علیہ رحمۃ اللہ الہادی تفسیر خزائن العرفان میں اس آیتِ مبارکہ کے تحت فرماتے ہیں: ''شانِ نزول: یہود نے مسلمانوں سے کہا تھا کہ بیت المقدس ہمارا قبلہ ہے، کعبہ سے افضل اور اس سے پہلا ہے۔ انبیاء کا مقامِ ہجرت وقبلہ عبادت ہے۔ مسلمانوں نے کہا کہ کعبہ افضل ہے۔ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اور اس میں بتایا گیا کہ سب سے پہلا مکان جس کو اللہ تعالیٰ نے طاعت وعبادت کے لئے مقرّر کیا، نماز کا قبلہ، حج اور طواف کا موضع بنایا جس میں نیکیوں کے ثواب زیادہ ہوتے ہیں، وہ کعبہ معظّمہ ہے جو شہرِ مکہ معظّمہ میں واقع ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ کعبہ معظّمہ بیت المقدس سے چالیس سال قبل بنایا گیا۔ (اس میں ایسی نشانیاں ہیں) جو اس کی حرمت وفضیلت پر دلالت کرتی ہیں۔ ان نشانیوں میں سے بعض یہ ہیں کہ پرند کعبہ شریف کے اوپر نہیں بیٹھتے اور اس کے اوپر سے پرواز نہیں کرتے بلکہ پرواز کرتے ہوئے آتے ہیں تو اِدھر اُدھر ہٹ جاتے ہیں اور جو پرند بیمار ہوجاتے ہیں وہ اپنا علاج یہی کرتے ہیں کہ ہوائے کعبہ میں ہوکر گزر جائیں، اسی سے انہیں شفا ہوتی ہے۔ اور وُحوش ایک دوسرے کو حرم میں ایذا نہیں دیتے حتّٰی کہ کتّے اس سرزمین میں ہرَن پر نہیں دوڑتے اور وہاں شکار نہیں کرتے اور لوگوں کے دل کعبہ معظّمہ کی طرف کھچتے ہیں اور اس کی طرف نظر کرنے سے آنسو جاری ہوتے ہیں اور ہر شبِ جمعہ کو ارواحِ اَولیاء اس کے گرد حاضر ہوتی ہیں اور جو کوئی اس کی

بے حرمتی کا قصد کرتا ہے برباد ہوجاتا ہے۔ انہیں آیات میں سے مقامِ ابراہیم وغیرہ وہ چیزیں ہیں جن کا آیت میں بیان فرمایا گیا۔ اور مقامِ ابراہیم وہ پتھر ہے جس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کعبہ شریف کی تعمیر کے وقت کھڑے ہوتے تھے اور اس میں آپ کے قدمِ مبارک کے نشان تھے جو باوجود طویل زمانہ گزرنے اور بکثرت ہاتھوں سے مَس ہونے کے ابھی تک کچھ باقی ہیں۔ یہاں تک کہ اگر کوئی شخص قتل وجنایت کرکے حرم میں داخل ہوتو وہاں نہ اس کو قتل کیا جائے، نہ اس پر حد قائم کی جائے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر میں اپنے والد خطاب کے قاتل کو بھی حرم شریف میں پاؤں تو اس کو ہاتھ نہ لگاؤں یہاں تک کہ وہ وہاں سے باہر آئے۔

(خزائن العرفان، تحت الایۃ المذکورہ)

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں: ((قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَيُّ مَسْجِدٍ وُضِعَ فِي الْأَرْضِ أَوَّلَ؟ قَالَ: الْمَسْجِدُ الْحَرَامُ قَالَ: قُلْتُ: ثُمَّ أَيٌّ؟ قَالَ الْمَسْجِدُ الْأَقْصَى قُلْتُ: كَمْ كَانَ بَيْنَهُمَا؟ قَالَ: أَرْبَعُونَ سَنَةً)) ترجمہ: میں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! سب سے پہلے کون سی مسجد زمین پر بنائی گئی؟ ارشاد فرمایا: مسجد حرام، میں نے عرض کیا: پھر کون سی؟ ارشاد فرمایا: مسجد اقصی، میں نے عرض کیا: دونوں کے درمیان کتنے وقت کا فاصلہ ہے؟ ارشاد فرمایا: چالیس سال کا۔

(صحیح بخاری، قولہ تعالیٰ: واتخذ اللہ ابراہیم خلیلاً، ج145، مطبوعہ دارطوق النجاۃ)

جب حج کے لیے پکارا

قرآن مجید میں ہے: ﴿وَ اَذِّنْ فِی النَّاسِ بِالْحَجِّ یَاْتُوْكَ رِجَالًا وَّ عَلٰى كُلِّ ضَامِرٍ یَّاْتِیْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ﴾ ترجمہ: (اے ابراہیم!) لوگوں میں حج کی عام ندا کردے وہ تیرے پاس حاضر ہوں گے پیادہ (پیدل) اور ہر دبلی

اونٹنی پر کہ ہر دور کی راہ سے آتی ہیں۔ (پ17، سورۃ الحج، آیت27)

حضرت مجاہد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں: ''جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حج کے اعلان کرنے کا حکم ہوا تو آپ نے مقام ابراہیم پر کھڑے ہو کر بلند آواز سے فرمایا جسے مشرق ومغرب کے سبھی لوگوں نے سنا کہ (وہ اعلان یہ تھا) اے لوگو! اپنے رب کا جواب دو۔

(تفسیر ابن ابی حاتم، تحت الآیۃ المذکورہ، ج 8، ص2487، مکتبہ نزار مصطفی الباز، عرب ☆تفسیر درمنثور، تحت الآیۃ مذکورہ، ج6، ص34، دارالفکر، بیروت)

حضرت مجاہد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک اور روایت ہے، فرماتے ہیں: جب حضرت ابراہیم علیہ السلام مقام ابراہیم پر اعلان کے لئے کھڑے ہوئے تو وہ انہیں لے کر بلند ہونے لگا یہاں تک کہ زمین کے تمام پہاڑوں سے بلند ہو گیا، آپ نے اسی بلندی پر سے لوگوں میں حج کا اعلان کیا جو سات سمندروں کی تہہ سے بھی سنا گیا۔

(تفسیر ابن ابی حاتم، تحت الآیۃ المذکورہ، ج8، ص2487، مکتبہ نزار مصطفی الباز، عرب)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، فرماتے ہیں: جب اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حج کا اعلان کرنے کا حکم دیا تو آپ علیہ السلام ایک پتھر پر کھڑے ہوئے اور اعلان کیا: اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے تم پر حج فرض کیا ہے، تو باپوں کی پشتوں سے اور ماؤں کے شکموں سے لوگوں نے ان کی آواز سنی۔

(تفسیر درمنثور، تحت الآیۃ المذکورہ، ج6، ص33، دارالفکر، بیروت)

حج کے بعض افعال

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں: جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کعبہ کی بناء سے فارغ ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے جبریل امین کو بھیجا اور انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حج کرایا، آپ نے عرفات کو دیکھ کر فرمایا میں

اس میدان کو پہچان گیا ایک بار اس سے قبل بھی حضرت خلیل یہاں آئے تھے اور اسی وجہ سے اس کا نام "عرفہ" پڑا۔ یوم نحر کے دن شیطان نے آپ سے تعرض کیا تو حضرت جبرائیل امین علیہ السلام نے اسے سات کنکریاں مارنے کی ہدایت کی، اور آپ نے ابلیس کو سنگسار کیا، پھر دوسرے اور تیسرے دن بھی ایسا ہی ہوا۔ اسی لئے حج میں رمی جمار مشروع ہوئی۔ حضرت جبریل امین نے فرمایا: کوہ ثبیر پر چڑھو۔ حضرت خلیل علیہ السلام نے ثبیر کی پہاڑی پر چڑھ کر اعلان فرمایا: اے بندگان خدا! اللہ تعالیٰ کی پکار کا جواب دو، اے بندگان خدا! اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو۔ تو ان کا یہ اعلان ساتوں سمندر سے سنا گیا۔ (مصنف عبد الرزاق، باب بنیان الکعبۃ، ج5، ص95، المکتب الاسلامی، بیروت)

ابن خزیمہ و حاکم ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جب ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلاۃ والسلام مناسک میں آئے، جمرہ عقبہ کے پاس شیطان سامنے آیا، اُسے سات کنکریاں ماریں یہاں تک کہ زمین میں دھنس گیا پھر جمرہ ثانیہ کے پاس آیا پھر اسے سات کنکریاں ماریں یہاں تک کہ زمین میں دھنس گیا، پھر تیسرے جمرہ کے پاس آیا تو اُسے سات کنکریاں ماریں یہاں تک کہ زمین میں دھنس گیا۔ "ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں، کہ تم شیطان کو رجم کرتے اور ملّت ابراہیم کا اتباع کرتے ہو۔

(بہار شریعت، حصہ6، ص1137، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

بنیادِ ابراهیمی پر تعمیر نوکی خواهش

شفیعِ روزِ شُمار صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: اے عائشہ! اگر تمہاری قوم نے جاہلیت کا دور نیا نیا نہ چھوڑا ہوتا تو میں کعبہ کو گرانے کا حکم دیتا اور اس کے جو حصے اس سے نکال دیئے گئے تھے انہیں اس میں داخل کر دیتا (یعنی حِجرِ اسود سے

6یا7ہاتھ تک کا چھوڑا ہوا حصہ) اور اس کا دروازہ زمین سے ملا دیتا اور اس کے دو دروازے بنا دیتا، مشرقی دروازہ اور مغربی دروازہ، پس یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بنیاد کو پہنچ جاتا۔

(صحیح البخاری ،کتاب الحج ، باب فضل مکۃ وبنیانها ،ج2،ص147،مطبوعه دارطوق النجاۃ)

مسلم شریف میں یہ اضافہ ہے: کعبہ کا خزانہ اللہ عزوجل کی راہ میں خرچ کر دیتا۔

(صحیح مسلم ،کتاب الحج ، باب نقض الکعبة وبنائها،ج 2،ص969،داراحیاء التراث العربی،بیروت)

ایک اور روایت میں ہے: قریش نے جب بیت اللہ شریف کو بنایا تو ان کا نفقہ کم پڑ گیا۔

(صحیح البخاری ،کتاب الحج ، باب فضل مکۃ وبنیانها ،ج2،ص146،مطبوعه دارطوق النجاۃ)

ایک روایت میں ہے کہ یہ انہوں نے اس لیے کیا تا کہ جسے چاہیں داخل ہونے دیں اور جسے چاہیں روک دیں۔

(صحیح البخاری ،کتاب الحج ، باب فضل مکۃ وبنیانها ،ج2،ص146،مطبوعه دارطوق النجاۃ)

انہوں نے اسے صرف اسی مال سے بنایا تھا جس کی حلّت کا انہیں یقین تھا، لہذا وہ محتاج ہوگئے اور شاذروان (یعنی دیوار کے پایہ کے ساتھ عرض میں چھوڑا ہوا حصہ)اور حجرِ اسود سے مذکورہ حصے چھوڑ دیئے اور اس کی بلندی کو کم کر دیا اور غربی دروازہ بند کر کے مشرقی دروازہ اونچا کر دیا تا کہ جسے چاہیں اس میں داخل ہونے دیں اور جسے چاہیں روک دیں۔

حضرت عبداللہ بن زبیر کی تعمیر

حضرت سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب اپنی خالہ اُم المؤمنین حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے یہ احادیثِ مبارکہ سنیں تو (اپنے

دورِ خلافت میں) کعبہ مشرفہ کو گرا کر اسے اسی ہیئت پر لوٹا دیا، لیکن جب حجاج نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کر دیا تو اس نے عبدالملک بن مروان کو اس کے بارے میں خط لکھا، ان لوگوں کا گمان تھا کہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایسا اپنی خواہش سے کیا ہے، تو عبدالملک بن مروان نے حجاج کو حکم دیا کہ وہ اسے پہلے والی ہیئت پر لوٹا دے تو حجاج نے فقط حجرِ اسود کی طرف والی تعمیر ختم کر کے اسے اس کی قریشی تعمیر والی ہیئت پر لوٹا دیا یعنی مغربی دروازہ بند کر دیا اور مشرقی دراوزے کو بلند کر دیا جیسا کہ اب نظر آتا ہے۔ جب ان لوگوں تک یہ اطلاع پہنچی کہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ تبدیلی اپنی مرضی سے نہیں کی تھی بلکہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے خبر دینے کی وجہ سے کی تھی تو وہ نادم ہوئے اور افسوس کا اظہار کیا کہ کاش ایسا نہ کرتے۔

پھر جب مہدی بن منصور کا دور آیا تو اس نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تعمیر کے مطابق کرنے کے بارے میں مشورہ کیا تو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے یہ کہہ کر منع کر دیا کہ مجھے ڈر ہے کہ بعد کے بادشاہ اسے کھیل بنا لیں گے یعنی ہر کوئی اس طریقے پر بنا لے جس پر چاہے گا۔

(قصص الانبیاء لابن کثیر،ج1،ص230,231،دارالتألیف،القاہرہ)

اس اعلیٰ حضرت کا تبصرہ

امام اہلسنت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

قریش نے جب زمانہ جاہلیت میں کعبہ از سرِ نو بنایا کچھ تنگی خرچ اپنی اغراضِ فاسدہ سے بنائے خلیل صلی اللہ تعالیٰ علی ابنہ وعلیہ وبارک وسلم میں بہت تغیرات کر دیں، دروازہ غربی شرقی سے صرف ایک در شرقی رکھا اور اُسے بھی زمین سے بہت بلندی پر نکالا کہ

جسے چاہیں داخلے سے مشرف ہونے دیں جسے چاہیں محروم رکھیں، گزوں زمین جانبِ شمال چھوڑ دی کہ عمارت بڑھانے میں خرچ زیادہ درکار تھا آنکہ یہ صریح بدعتِ جاہلیت و تغییر سنّت ابراہیمی علیہ الصّلوٰۃ والتسلیم تھی مگر حضور سیّد المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے محض بغرضِ حفظ دینِ نومسلمین (نئے ہونے والے مسلمانوں کی دین کی حفاظت کے پیشِ نظر) اُسے قائم و برقرار رکھا کہ تغییر بے ہدم عمارت موجودہ نہ ہوتی خدا جانے ان کے دلوں میں کیا وسوسہ گزرے۔

صحیحین میں ہے:((عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ :سَأَلْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْجَدْرِ أَمِنَ الْبَيْتِ هُوَ؟ قَالَ :نَعَمْ، قُلْتُ :فَلِمَ لَمْ يُدْخِلُوهُ فِي الْبَيْتِ؟ قَالَ :إِنَّ قَوْمَكِ قَصَّرَتْ بِهِمِ النَّفَقَةُ، قُلْتُ :فَمَا شَأْنُ بَابِهِ مُرْتَفِعًا؟ قَالَ :فَعَلَ ذَلِكِ قَوْمُكِ لِيُدْخِلُوا مَنْ شَاءُوا، وَيَمْنَعُوا مَنْ شَاءُوا، وَلَوْلَا أَنَّ قَوْمَكِ حَدِيثٌ عَهْدُهُمْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ، فَأَخَافُ أَنْ تُنْكِرَ قُلُوبُهُمْ، لَنَظَرْتُ أَنْ أُدْخِلَ الْجَدْرَ فِي الْبَيْتِ، وَأَنْ أُلْزِقَ بَابَهُ بِالْأَرْضِ وفی الاخری أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهَا :يَا عَائِشَةُ، لَوْلَا أَنَّ قَوْمَكِ حَدِيثُ عَهْدٍ بِجَاهِلِيَّةٍ لَأَمَرْتُ بِالْبَيْتِ، فَهُدِمَ، فَأَدْخَلْتُ فِيهِ مَا أُخْرِجَ مِنْهُ، وَأَلْزَقْتُهُ بِالْأَرْضِ، وَجَعَلْتُ لَهُ بَابَيْنِ، بَابًا شَرْقِيًّا، وَبَابًا غَرْبِيًّا، فَبَلَغْتُ بِهِ أَسَاسَ إِبْرَاهِيمَ)) ترجمہ: ام المومنین حضرت سیّدہ عائشہ صدّیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا بیان فرماتی ہیں کہ میں نے نبی اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے حطیم کی دیوار کے بارے میں پوچھا کہ کیا بیت اللہ کا حصّہ ہے، حضور انور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا ہاں، میں نے دریافت کیا اس کو قریش نے بیت اللہ میں کیوں داخل نہیں کیا، آپ نے فرمایا: تمہاری قوم کے پاس خرچ کم ہوگیا ہے، میں نے پوچھا پھر اس کا دروازہ اتنا بلند کیوں ہے، تو آپ نے فرمایا کہ تمہاری قوم نے یہ اس

لئے کیا تا کہ وُہ جس کو چاہیں بیت اللہ میں داخل کریں اور جس کو چاہیں روک دیں، اگر تمہاری قوم نے نیا نیا کفر نہ چھوڑا ہوتا اور مجھے یہ خوف نہ ہوتا کہ یہ ان کو دلوں کو بُرا لگے گا تو میں حطیم کی دیواروں کو بیت اللہ میں داخل کر دیتا اور دروازے کو زمین سے ملا دیتا۔ اور دوسری روایت میں یہ ہے کہ نبی انور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: اے عائشہ! اگر تیری قوم کا زمانہ جاہلیت کے زمانہ کے قریب نہ ہوتا تو میں کعبہ کو گرانے کا حکم دیتا اور اس میں سے جو خارج کر دیا گیا ہے میں اس کو اس میں داخل کر دیتا اور اس کو زمین کے برابر کر کے دو دروازے بنا تا ایک دروازہ مشرقی اور ایک دروازہ مغربی، اور میں اس کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بنیادوں پر تعمیر کرتا۔

(صحیح البخاری، کتاب الحج، باب فضل مکة وبنیانها، ج 2، ص 147، مطبوعہ دار طوق النجاة ☆ صحیح مسلم، کتاب الحج، باب نقض الکعبة وبنائها، ج 2، ص 973، دار احیاء التراث العربی، بیروت ☆ فتاوی رضویه، ج 12، ص 216,217، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

مقامِ ابراھیم

یہ ایک مقدس پتھر ہے جو کعبہ معظّمہ سے چند گز کی دوری پر رکھا ہوا ہے۔ یہ وہی پتھر ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کعبہ مکرمہ کی تعمیر فرما رہے تھے تو جب دیواریں سر سے اونچی ہوگئیں تو اسی پتھر پر کھڑے ہو کر آپ علیہ السلام نے کعبہ معظّمہ کی دیواروں کو مکمل فرمایا۔ یہ آپ کا معجزہ تھا کہ یہ پتھر موم کی طرح نرم ہوگیا اور آپ کے دونوں مقدس قدموں کا اس پتھر پر بہت گہرا نشان پڑ گیا۔ آپ کے قدموں کے مبارک نشان کی بدولت اس مبارک پتھر کی فضیلت و عظمت میں اس طرح چار چاند لگ گئے کہ خداوند قدوس نے اپنی کتاب مقدس قرآن مجید میں دو جگہ اس کی عظمت کا خطبہ ارشاد فرمایا۔ ایک جگہ تو یہ ارشاد فرمایا: ﴿فِيهِ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰهِيْمَ﴾ ترجمہ: کعبہ مکرمہ میں خدا کی بہت سی روشن اور کھلی ہوئی نشانیاں ہیں اور ان نشانیوں

میں سے ایک بڑی نشانی "مقام ابراہیم" ہے۔ (پ4،سورۃ آل عمران، آیت97)

اور دوسری جگہ اس پتھر کی عظمت کا اعلان کرتے ہوئے یہ فرمایا: ﴿وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى﴾ ترجمۂ کنزالایمان: اور ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ کو نماز کا مقام بناؤ۔ (پ1، سورۃالبقرۃ، آیت125)

چار ہزار برس کے طویل زمانے سے اس بابرکت پتھر پر حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے مبارک قدموں کے نشان موجود ہیں۔ اس طویل مدت سے یہ پتھر کھلے آسمان کے نیچے زمین پر رکھا ہوا ہے۔ اس پر چار ہزار برساتیں گزر گئیں، ہزاروں آندھیوں کے جھونکے اس سے ٹکرائے بارہا حرم کعبہ میں پہاڑی نالوں سے برسات میں سیلاب آیا اور یہ مقدس پتھر سیلاب کے تیز دھاروں میں ڈوبا رہا، کروڑوں انسانوں نے اس پر ہاتھ پھیرا مگر اس کے باوجود آج تک حضرت خلیل علیہ السلام کے جلیل القدر قدموں کے نشان اس پتھر پر باقی ہیں جو بلاشبہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ایک بہت ہی بڑا اور نہایت ہی معظم معجزہ ہے۔ اور یقیناً یہ پتھر خداوند قدوس کی آیات بینات اور کھلی ہوئی روشن نشانیوں میں سے ایک بہت بڑا نشان ہے۔ اور اس کی شان کا یہ عظیم الشان نشان ہر مسلمان کے لئے بہت بڑی عبرت کا سامان ہے کہ خداوند قدوس نے تمام مسلمانوں کو یہ حکم دیا کہ تم لوگ میرے مقدس گھر خانہ کعبہ کے طواف کے بعد اسی پتھر کے پاس دو رکعت نماز ادا کرو۔ تم لوگ نماز تو میرے لئے پڑھو اور سجدہ میرا ادا کرو لیکن مجھے یہ محبوب ہے کہ سجدوں کے وقت تمہاری پیشانیاں اس مقدس پتھر کے پاس زمین پر لگیں کہ جس پتھر پر میرے خلیل جلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قدموں کا نشان بنا ہوا ہے۔

تفسیر کبیر میں ہے: ''اَلْفَضِیلَةُ الثَّانِیَةُ : مَقامُ إِبْراهِیمَ وَهُوَ الْحَجَرُ الَّذِی

وَضَعَ إِبْرَاهِیمُ قَدَمَهُ عَلَیْهِ فَجَعَلَ اللّٰهُ مَا تَحْتَ قَدَمِ إِبْرَاهِیمَ عَلَیْهِ السَّلَامُ مِنْ ذٰلِكَ الْحَجَرِ دُونَ سَائِرِ أَجْزَائِهِ كَالطِّینِ حَتّٰی غَاصَ فِیهِ قَدَمُ إِبْرَاهِیمَ عَلَیْهِ السَّلَامُ، وَهٰذَا مِمَّا لَا یَقْدِرُ عَلَیْهِ إِلَّا اللّٰهُ وَلَا یُظْهِرُهُ إِلَّا عَلَى الْأَنْبِیَاءِ، ثُمَّ لَمَّا رَفَعَ إِبْرَاهِیمُ قَدَمَهُ عَنْهُ خَلَقَ فِیهِ الصَّلَابَةَ الْحَجَرِیَّةَ مَرَّةً أُخْرَی، ثُمَّ إِنَّهُ تَعَالَی أَبْقَی ذٰلِكَ الْحَجَرَ عَلَی سَبِیلِ الِاسْتِمْرَارِ وَالدَّوَامِ فَهٰذِهِ أَنْوَاعٌ مِنَ الْآیَاتِ الْعَجِیبَةِ وَالْمُعْجِزَاتِ الْبَاهِرَةِ أَظْهَرَهَا اللّٰهُ سُبْحَانَهُ فِی ذٰلِكَ الْحَجَرِ'' یعنی کعبہ معظّمہ کی ایک فضیلت مقام ابراہم ہے، یہ وہ پتھر ہے جس پر ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنا قدم مبارک رکھا تو جتنا ٹکڑا ان کے زیر قدم آیا تر مٹی کی طرح نرم ہو گیا یہاں تک کہ ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کا قدم مبارک اس میں پیر گیا اور یہ خاص قدرت الٰہیہ و معجزہ انبیاء ہے پھر جب ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قدم اٹھایا اللہ تعالیٰ نے دوبارہ اس ٹکڑے میں پتھر کی سختی پیدا کردی کہ وہ نشان قدم محفوظ رہ گیا پھر اسے حق سبحنہ نے مدتہا مدت باقی رکھا تو یہ اقسام اقسام کے عجیب وغریب معجزے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس پتھر میں ظاہر فرمائے۔

(تفسیر کبیر، سورۂ آل عمران، ج8، ص297، داراحیاء التراث العربی، بیروت)

ارشاد العقل السلیم میں ہے: ''ان کلَّ واحدٍ من أثر قدمیه فی صخرةٍ صمّاءَ وغوصِه فیها إلى الكعبین وإلانةِ بعضِ الصخور دون بعضٍ وإبقائِه دون سائرِ آیاتِ الأنبیاءِ علیهم السلام وحفظِه مع كثرة الأعداء ألوف سنةٍ آیةٌ مستقلةٌ'' یعنی اس ایک پتھر کو مولیٰ تعالیٰ نے متعدد آیات فرمایا اس لئے کہ اس میں ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نشان قدم ہو جانا ایک اور ان کے قدموں کا گٹوں تک اس میں پیر جانا دو اور پتھر کا ایک ٹکڑا نرم ہو جانا باقی کا اپنے حال پر رہنا تین اور معجزات

انبیاء سابقین علیہم الصلوۃ والتسلیم میں اس معجزے کا باقی رکھنا چار اور باوصف کثرت اعداء ہزاروں برس اس کا محفوظ رہنا پانچ یہ ہر ایک بجائے خود ایک آیت معجزہ ہے۔

(ارشاد العقل السليم، ج2،ص61،داراحياء التراث العربي بيروت)

بہار شریعت میں ہے: ''مقام ابراھیم دروازہ کعبہ کے سامنے ایک قبہ میں وہ پتھر ہے جس پر کھڑے ہو کر سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلاۃ والسلام نے کعبہ بنایا تھا، ان کے قدم پاک کا اس پر نشان ہو گیا جو اب تک موجود ہے اور جسے اللہ تعالیٰ نے ایٰتٌ بَیِّنٰتٌ اللہ کی کھلی نشانیاں فرمایا۔ (بہار شریعت، حصہ6،ص1095،مکتبۃ المدینہ، کراچی)

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، کہتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا کہ: ((إنَّ الرُّكْنَ وَالمَقَامَ يَاقُوتَتَانِ مِنْ يَاقُوتِ الجَنَّةِ، طَمَسَ اللَّهُ نُورَهُمَا، وَلَوْ لَمْ يَطْمِسْ نُورَهُمَا لَأَضَاءَتَا مَا بَيْنَ المَشْرِقِ وَالمَغْرِبِ)) ترجمہ: حجر اسود و مقام ابراہیم جنت کے دو یاقوت ہیں، اللہ عزوجل نے ان کے نور کو مٹا دیا اور اگر نہ مٹاتا تو جو کچھ مشرق و مغرب کے درمیان ہے سب کو روشن کر دیتے۔

(جامع الترمذي، باب ماجاء في فضل الحجر، ج3،ص217، مطبعه مصطفى البابي، مصر☆صحيح ابن حبان، ذكر البيان بان الركن الخ، ج9، ص24، مؤسسة الرساله، بيروت)

ایک روایت میں ہے کہ: ((إنَّ الرُّكْنَ وَالْمَقَامَ مِنْ يَاقُوتِ الْجَنَّةِ، وَلَوْلَا مَا مَسَّهُمَا مِنْ خَطَايَا بَنِي آدَمَ لَأَضَاءَ مَا بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَمَا مَسَّهُمَا مِنْ ذِي عَاهَةٍ وَلَا سَقِيمٍ إِلَّا شُفِيَ)) بیشک رکن (اسود) اور مقام ابراہیم علیہ السلام جنت کے یاقوتوں میں سے ہیں اگر یہ اپنے اندر آدمیوں کی خطائیں جذب نہ کرتے تو مشرق و مغرب کی ہر چیز کو روشن کر دیتے اور جو بیمار یا مصیبت زدہ انہیں چھو لے اسے شفا دے دی جاتی ہے۔

(شعب الايمان، باب في المناسك، فضل فضيلة الحجر الاسود والمقام، ج 5، ص476، مكتبة

الرشد للنشر والتوزيع، رياض)

حدیث پاک میں ہے: ((أن رسول الله صلّى الله عليه وسلّم مرّ بالمقام ومعه عمر بن الخطّاب رضي الله عنه فقال: يا رسول الله أليس هذا مقام أبينا إبراهيم؟ قال: بلى قال: أفلا نتخذه مصلّى؟ قال: لم أؤمر بذلك، فلم تغب الشمس من يومهم حتّى نزلت: وَاتَّخِذُوا مِنْ مَقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى)) ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مقام ابراہیم (علیہ السلام) کے پاس سے گزرے، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ساتھ تھے، عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! کیا یہ ہمارے باپ ابراہیم علیہ السلام کا مقام نہیں ہے؟ فرمایا: کیوں نہیں، عرض کیا: کیا ہم اسے نماز کی جگہ نہ بنالیں؟ فرمایا: مجھے اس کا حکم نہیں دیا گیا، اس دن کا سورج غروب نہ ہوا تھا کہ یہ آیت پاک نازل ہوگئی: ﴿وَ اتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى﴾ ترجمۂ کنز الایمان: اور ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ کو نماز کا مقام بناؤ۔

(تفسير ثعلبي، سورة البقره، ج1، ص267، داراحياء التراث العربي، بيروت)

جامع ترمذی میں یہ حدیث پاک ان الفاظ کے ساتھ ہے: ((انَّ عُمَرَ قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ لَوْ صَلَّيْنَا خَلْفَ المَقَامِ، فَنَزَلَتْ ﴿وَاتَّخِذُوا مِنْ مَقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى﴾)) ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اگر (اجازت ہو تو) ہم مقام ابراہیم کے پیچھے نماز پڑھ لیں؟ تو اس وقت یہ آیت پاک نازل ہوئی: ﴿وَ اتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى﴾ ترجمۂ کنز الایمان: اور ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ کو نماز کا مقام بناؤ۔

(جامع ترمذي، باب ومن سورة البقرة، ج5، ص206، مطبعه مصطفى البابي، مصر)

بہار شریعت میں ہے: ''طواف کے بعد مقام ابراھیم میں آ کر آیہ کریمہ ﴿وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى﴾ پڑھ کر دو رکعت طواف پڑھے اور یہ نماز

واجب ہے پہلی میں قُلْ یٰاَ دوسری میں قُلْ ھُوَ اللہ پڑھے بشرطیکہ وقتِ کراہت مثلاً طلوعِ صبح سے بلندیٔ آفتاب تک یا دوپہر یا نمازِ عصر کے بعد غروب تک نہ ہو، ورنہ وقتِ کراہت نکل جانے پر پڑھے۔ حدیث میں ہے: جو مقام ابراہیم کے پیچھے دو رکعتیں پڑھے، اس کے اگلے پچھلے گناہ بخش دیے جائیں گے اور قیامت کے دن امن والوں میں محشور ہوگا۔ (بہار شریعت، حصہ6، ص1102، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

حضرتِ سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں: جس نے کامل وضو کیا پھر رکن کا استلام کرنے آیا تو وہ رحمت میں ڈوب گیا اور جب وہ استلام کرلے اور یہ پڑھے تو اسے رحمت ڈھانپ لیتی ہے: بِسْمِ اللّٰہِ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ، ترجمہ: اللہ کے نام سے شروع اور اللہ سب سے بڑا ہے میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ تنہا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ حضرتِ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں۔

جب وہ بیت اللہ کا طواف کرتا ہے تو اللہ عزوجل اس کے ہر قدم پر اس کے لئے ستّر ہزار نیکیاں لکھتا ہے اور اس کے ستّر ہزار گناہ مٹاتا ہے اور اس کے ستّر ہزار درجات بلند فرماتا ہے اور اس کی اپنے ستّر رشتہ داروں کے حق میں شفاعت قبول کی جائے گی پھر جب وہ مقام ابراہیم علیہ السلام پر آکر ایمان اور نیتِ ثواب کے ساتھ دو رکعتیں ادا کرتا ہے تو اللہ عزوجل اس کے لئے اولادِ اسماعیل علیہ السلام میں سے چار غلام آزاد کرنے کا ثواب لکھتا ہے اور وہ اپنے گناہوں سے ایسے نکل جاتا ہے جیسے اس دن تھا جب اس کی ماں نے اسے جنا تھا۔

(الترغیب الترہیب، کتاب الحج، باب الترغیب فی الطواف واستلام الحجر الاسود، ج2، ص124، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

فصل(9): **فرشتے مہمان**

حضرت ابراہیم علیہ السلام بہت مہمان نواز تھے۔ منقول ہے کہ جب تک آپ کے دسترخوان پر مہمان نہیں آجاتے تھے آپ کھانا نہیں تناول فرماتے تھے، ایک مرتبہ کئی دن تک مہمان نہ آئے تھے تفسیر کبیر میں ہے کہ پندرہ دن تک مہمان نہیں آئے تھے۔

ایک دن مہمانوں کا ایک ایسا قافلہ آپ کے گھر اُتر پڑا کہ ان مہمانوں سے آپ خوفزدہ ہوگئے یہ حضرت جبرئیل علیہ السلام تھے جو چند فرشتوں کو ہمراہ لے کر تشریف لائے تھے (فرشتوں کی کل تعداد تین، نو یا گیارہ تھی)، اور سلام کر کے مکان کے اندر داخل ہوگئے۔

یہ سب فرشتے نہایت ہی خوبصورت انسانوں کی شکل میں تھے۔ اولاً تو یہ حضرات ایسے وقت تشریف لائے جو مہمانوں کے آنے کا وقت نہیں تھا۔ پھر یہ حضرات بغیر اجازت طلب کئے ہوئے مکان کے اندر داخل ہوگئے پھر جب حضرت ابراہیم علیہ السلام حسبِ عادت ان حضرات کی مہمان نوازی کے لئے ایک فربہ بھنا ہوا بچھڑا لائے تو ان حضرات نے کھانے سے انکار کردیا۔ ان مہمانوں کی مذکورہ بالا تین اداؤں کی وجہ سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کچھ خدشہ گزرا کہ شاید یہ لوگ دشمن ہیں کیونکہ اس زمانے کا یہی رواج تھا کہ دشمن جس گھر میں دشمنی کے لئے جاتا تھا اس گھر میں کچھ کھاتا پیتا نہیں تھا۔ چنانچہ آپ ان مہمانوں سے کچھ خوف محسوس فرمانے لگے۔ یہ دیکھ کر حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ اے اللہ کے نبی علیہ السلام آپ ہم سے بالکل کوئی خوف نہ کریں ہم اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے فرشتے ہیں اور ہم دو کاموں کے لئے آئے ہیں پہلا مقصد تو یہ ہے کہ ہم آپ کو یہ بشارت سنانے آئے ہیں کہ آپ کو اللہ

تعالیٰ ایک علم والا فرزند عطا فرمائے گا اور ہمارا دوسرا کام یہ ہے کہ ہم حضرت لوط علیہ السلام کی قوم پر عذاب لے کر آئے ہیں۔

فرزند کی بشارت سن کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مقدس بیوی حضرت "سارہ" جو کہ پردے میں موجود تھیں چونک پڑیں کیونکہ ان کی عمر نوے یا (ایک قول پر) ننانوے برس کی ہو چکی تھی اور وہ کبھی حاملہ بھی نہیں ہوئی تھیں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر مبارک ایک سو بیس سال اور ایک قول پر سو سال تھی۔ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا تعجب سے چلاّ کر اور ہاتھ سے ماتھا ٹھونک کر کہنے لگیں کہ کیا مجھ بڑھیا بانجھ کے بھی فرزند ہوگا تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ ہاں آپ کے رب کا یہی فرمان ہے اور وہ پروردگار بڑی حکمتوں والا بہت علم والا ہے، چنانچہ حضرت اسحٰق علیہ السلام پیدا ہوئے۔

پھر جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کا خوف زائل ہوا اور انہیں خوشخبری ملی تو اس کے بعد قوم لوط کے بارے میں کلام و سوال کرنے لگے، اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اسے مجادلہ سے تعبیر فرمایا، حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مجادَلہ یہ تھا کہ آپ نے فرشتوں سے فرمایا کہ قومِ لوط کی بستیوں میں اگر پچاس ایماندار ہوں تو بھی انہیں ہلاک کرو گے، فرشتوں نے کہا نہیں فرمایا اگر چالیس ہوں انہوں نے کہا جب بھی نہیں، آپ نے فرمایا اگر تیس ہوں انہوں نے کہا جب بھی نہیں، آپ اس طرح فرماتے رہے یہاں تک کہ آپ نے فرمایا اگر ایک مرد مسلمان موجود ہو تب ہلاک کر دو گے انہوں نے کہا نہیں تو آپ نے فرمایا اس میں لوط علیہ السلام ہیں اس پر فرشتوں نے کہا ہمیں معلوم ہے جو وہاں ہیں، ہم لوط علیہ السلام اور ان کے گھر والوں کو بچائیں گے سوائے ان کی عورت کے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مقصد یہ تھا کہ آپ عذاب میں تاخیر چاہتے تھے تا کہ اس بستی والوں کو کُفر و معاصی سے باز آنے کے لئے ایک

فرصت اور مل جائے چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صفت میں ارشاد ہوتا ہے بیشک ابراہیم تحمل والا ہے۔

(تفسیر ثعلبی، سورۂ ہود، ج 5، ص 177 تا 180، داراحیاء التراث العربی، بیروت ☆تفسیر بغوی، سورۂ ہود، ج 2، ص 456 تا 458، داراحیاء التراث العربی، بیروت ☆تفسیر کبیر، سورۂ ہود، ج 18، ص 372,373، داراحیاء التراث العربی، بیروت)

اس واقعہ کو قرآن مجید میں مختلف مقامات پر ذکر ہے، ترجمۂ کنز الایمان اور حاشیۂ خزائن العرفان کے ساتھ اس کو ملاحظہ فرمائیں۔

سورة الذٰریٰت میں

سورۂ ذٰریٰت میں اس واقعہ کو یوں بیان فرمایا ہے کہ: ﴿هَلْ اَتٰىكَ حَدِیْثُ ضَیْفِ اِبْرٰهِیْمَ الْمُكْرَمِیْنَ ○ اِذْ دَخَلُوْا عَلَیْهِ فَقَالُوْا سَلٰمًاقَالَ سَلٰمٌ قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ ○ فَرَاغَ اِلٰۤى اَهْلِهٖ فَجَآءَ بِعِجْلٍ سَمِیْنٍ ○ فَقَرَّبَهٗۤ اِلَیْهِمْ قَالَ اَلَا تَاْكُلُوْنَ ○ فَاَوْجَسَ مِنْهُمْ خِیْفَةً قَالُوْا لَا تَخَفْ وَ بَشَّرُوْهُ بِغُلٰمٍ عَلِیْمٍ ○ فَاَقْبَلَتِ امْرَاَتُهٗ فِیْ صَرَّةٍ فَصَكَّتْ وَجْهَهَا وَ قَالَتْ عَجُوْزٌ عَقِیْمٌ ○ قَالُوْا كَذٰلِكِ قَالَ رَبُّكِ اِنَّهٗ هُوَ الْحَكِیْمُ الْعَلِیْمُ ○ قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ اَیُّهَا الْمُرْسَلُوْنَ ○ قَالُوْۤا اِنَّاۤ اُرْسِلْنَاۤ اِلٰى قَوْمٍ مُّجْرِمِیْنَ ○ لِنُرْسِلَ عَلَیْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ طِیْنٍ ○﴾ ترجمۂ کنز الایمان مع حاشیۂ خزائن العرفان: اے محبوب کیا تمہارے پاس ابراہیم کے معزز مہمانوں کی خبر آئی (جو دس یا بارہ فرشتے تھے)، جب وہ اس کے پاس آ کر بولے سلام، کہا سلام، ناشناسا لوگ ہیں (یہ بات آپ نے اپنے دل میں فرمائی)، پھر اپنے گھر گیا تو ایک فربہ بچھڑا لے آیا (نفیس بُھنا ہوا)، پھر اسے ان کے پاس رکھا (کہ کھائیں اور یہ میزبان کے آداب میں سے ہے کہ مہمان کے سامنے کھانا پیش کرے، جب ان فرشتوں نے نہ کھایا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے) کہا: کیا تم

کھاتے نہیں، تو اپنے جی میں ان سے ڈرنے لگا وہ بولے ڈریئے نہیں (ہم اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے ہیں) اور اسے ایک علم والے لڑکے کی بشارت دی اس پر اس کی بی بی (یعنی حضرت سارہ) چلاتی آئی پھر اپنا ماتھا ٹھونکا اور بولی کیا بڑھیا بانجھ (جس کے کبھی بچّہ نہیں ہوا اور نوّے یا (ایک قول پر) ننانوے سال کی عمر ہو چکی، مطلب یہ تھا کہ ایسی عمر اور ایسی حالت میں بچّہ ہونا نہایت تعجّب کی بات ہے)، انہوں نے کہا تمہارے رب نے یونہی فرما دیا ہے اور وہی حکیم دانا ہے۔ ابراہیم نے فرمایا: تو اے فرشتو! تم کس کام سے آئے (یعنی سوائے اس بشارت کے تمہارا اور کیا کام ہے)، بولے: ہم ایک مجرم قوم کی طرف بھیجے گئے ہیں (یعنی قومِ لوط کی طرف) کہ ان پر گارے کے بنائے ہوئے پتّھر چھوڑیں۔

(پ26، سورۃ الذاریات، 24تا33)

درسِ ہدایت

علامہ عبدالمصطفیٰ اعظمی رحمۃ اللہ علیہ اس کے تحت فرماتے ہیں:

اس واقعہ سے یہ ہدایت کی روشنی ملتی ہے کہ ملائکہ کبھی کبھی آدمی کی صورت میں لوگوں کے پاس آیا کرتے ہیں۔ چنانچہ بعض روایتوں میں آیا ہے کہ حج کے موقع پر حرم کعبہ اور منیٰ و عرفات و مزدلفہ وغیرہ میں کچھ فرشتوں کی جماعت انسانوں کی شکل و صورت میں مختلف بھیس بنا کر آتی ہے جو حاجیوں کے امتحان کے لئے خدا کی طرف سے بھیجی جاتی ہے۔ اس لئے حجاج کرام کو لازم ہے کہ مکہ مکرمہ اور منیٰ و عرفات و مزدلفہ اور طوافِ کعبہ و زیارتِ مدینہ منورہ کے ہجوم میں ہوشیار رہیں کہ ہرگز ہرگز کسی انسان کی بھی بے ادبی و دل آزاری نہ ہونے پائے اور تاجروں یا حمالوں یا فقیروں سے جھگڑا تکرار نہ ہونے پائے۔ تمہیں کیا خبر ہے کہ یہ آدمی ہے یا آدمی کی صورت میں کوئی فرشتہ ہے جو تمہیں دھکا دے کر یا ڈانٹ کر تمہارے حلم و صبر کا امتحان لے رہا ہے۔ یہ وہ

نکتہ ہے جس سے عام طور پر لوگ ناواقف ہیں اس لئے سفر حج میں قدم قدم پر لوگوں سے الجھتے اور جھگڑتے رہتے ہیں اور بعض اوقات دنیا و آخرت کا شدید نقصان و خسارہ اٹھاتے ہیں۔ لہٰذا اس نقصانِ عظیم سے بچنے کی بہترین تدبیر یہی ہے کہ ہر شخص کے بارے میں یہی خطرہ محسوس کرتے رہیں کہ شاید یہ کوئی فرشتہ ہو جو تاجر یا سائل یا مزدور کے بھیس میں ہے اور پھر اس سے سنبھل کر بات چیت کریں اور حتی الامکان اس کو راضی رکھنے کی کوشش کریں اور ہرگز ہرگز کسی تلخ کلامی یا سخت گوئی کی نوبت نہ آنے دیں کہ اسی میں سلامتی ہے۔

(عجائب القرآن مع غرائب القرآن، ص378,379، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

سورۃ الحجر میں

سورۂ حجر میں ہے: ﴿وَنَبِّئْهُمْ عَنْ ضَيْفِ اِبْرٰهِيْمَ ۝ اِذْ دَخَلُوْا عَلَيْهِ فَقَالُوْا سَلٰمًا قَالَ اِنَّا مِنْكُمْ وَجِلُوْنَ ۝ قَالُوْا لَا تَوْجَلْ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمٍ عَلِيْمٍ ۝ قَالَ اَبَشَّرْتُمُوْنِيْ عَلٰٓى اَنْ مَّسَّنِيَ الْكِبَرُ فَبِمَ تُبَشِّرُوْنَ ۝ قَالُوْا بَشَّرْنٰكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُنْ مِّنَ الْقٰنِطِيْنَ ۝ قَالَ وَمَنْ يَّقْنَطُ مِنْ رَّحْمَةِ رَبِّهٖٓ اِلَّا الضَّآلُّوْنَ ۝﴾ ترجمۂ کنزالایمان مع حاشیۂ خزائن العرفان: اور انہیں احوال سناؤ ابراہیم کے مہمانوں کا (جنہیں اللہ تعالیٰ نے اس لئے بھیجا تھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو فرزند کی بشارت دیں اور حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کو ہلاک کریں۔ یہ مہمان حضرت جبریل علیہ السلام تھے مع کئی فرشتوں کے) جب وہ اس کے پاس آئے تو بولے سلام (یعنی فرشتوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو سلام کیا اور آپ کی تحیّت و تکریم بجا لائے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان سے) کہا ہمیں تم سے ڈر معلوم ہوتا ہے (اس لئے کہ بے اذن اور بے وقت آئے اور کھانا نہیں کھایا) انہوں نے کہا ڈریئے نہیں ہم

آپ کو ایک علم والے لڑکے کی بشارت دیتے ہیں (یعنی حضرت اسحٰق علیہ السلام کی۔ اس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے) کہا کیا اس پر مجھے بشارت دیتے ہو کہ مجھے بڑھاپا پہنچ گیا اب کاہے پر بشارت دیتے ہو (یعنی ایسی پیرانہ سالی میں اولاد ہونا عجیب و غریب ہے کس طرح اولاد ہوگی، کیا ہمیں پھر جوان کیا جائے گا یا اسی حالت میں بیٹا عطا فرمایا جائے گا ؟ فرشتوں نے) کہا ہم نے آپ کو سچّی بشارت دی ہے (قضائے الٰہی اس پر جاری ہوچکی کہ آپ کے بیٹا ہوا اور اس کی ذُرِّیَّت بہت پھیلے) آپ ناامید نہ ہوں، کہا اپنے رب کی رحمت سے کون ناامید ہو مگر وہی جو گمراہ ہوئے (یعنی میں اس کی رحمت سے ناامید نہیں کیونکہ رحمت سے ناامید کافر ہوتے ہیں، ہاں اس کی سنّت جو عالَم میں جاری ہے اس سے یہ بات عجیب معلوم ہوئی)۔ (پ14 ،سورۃ الحجر، آیت 51 تا 56)

سورۂ ہود میں

سورۂ ہود میں یہ واقعہ اس طرح بیان ہوا: ﴿وَلَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُنَآ اِبْرٰهِيْمَ بِالْبُشْرٰى قَالُوْا سَلٰمًا قَالَ سَلٰمٌ فَمَا لَبِثَ اَنْ جَآءَ بِعِجْلٍ حَنِيْذٍ o فَلَمَّا رَاٰۤ اَيْدِيَهُمْ لَا تَصِلُ اِلَيْهِ نَكِرَهُمْ وَ اَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيْفَةً قَالُوْا لَا تَخَفْ اِنَّاۤ اُرْسِلْنَاۤ اِلٰى قَوْمِ لُوْطٍ o وَامْرَاَتُهٗ قَآئِمَةٌ فَضَحِكَتْ فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ يَعْقُوْبَ o قَالَتْ يٰوَيْلَتٰۤى ءَاَلِدُ وَاَنَا عَجُوْزٌ وَّهٰذَا بَعْلِيْ شَيْخًا اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عَجِيْبٌ o قَالُوْۤا اَتَعْجَبِيْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكٰتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ اِنَّهٗ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ o فَلَمَّا ذَهَبَ عَنْ اِبْرٰهِيْمَ الرَّوْعُ وَجَآءَتْهُ الْبُشْرٰى يُجَادِلُنَا فِيْ قَوْمِ لُوْطٍ o اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَحَلِيْمٌ اَوَّاهٌ مُّنِيْبٌ o﴾ ترجمۂ کنزالایمان مع حاشیۂ خزائن العرفان: اور بیشک ہمارے فرشتے ابراہیم کے پاس (سادہ رو نوجوانوں کی حسین شکلوں میں حضرت اسحٰق، حضرت

یعقوب علیہما السلام کی پیدائش کا) مژدہ لے کر آئے بولے سلام، (جواباً حضرت ابراہیم علیہ السلام نے) کہا سلام، پھر کچھ دیر نہ کی کہ ایک بچھڑا بُھنا لے آئے (حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات بہت ہی مہمان نواز تھے بغیر مہمان کے کھانا تناول نہ فرماتے۔ اس وقت ایسا اتفاق ہوا کہ پندرہ روز سے کوئی مہمان نہ آیا تھا آپ اس غم میں تھے، ان مہمانوں کو دیکھتے ہی آپ نے ان کے لئے کھانا لانے میں جلدی فرمائی چونکہ آپ کے یہاں گائے بکثرت تھیں اس لئے بچھڑے کا بھنا ہوا گوشت سامنے لایا گیا)۔ پھر جب دیکھا کہ ان کے ہاتھ کھانے کی طرف نہیں پہنچتے ان کو اوپری سمجھا اور جی ہی جی میں ان سے ڈرنے لگا بولے ڈریے نہیں ہم قوم لوط کی طرف (عذاب کرنے کے لئے) بھیجے گئے ہیں اور اس کی بی بی (حضرت سارہ پسِ پردہ) کھڑی تھی وہ ہنسنے لگی تو ہم نے اسے (اس کے فرزند) اسحاق کی خوشخبری دی اور اسحاق کے پیچھے (حضرت اسحٰق کے فرزند) یعقوب کی (حضرت سارہ کو خوشخبری دینے کی وجہ یہ تھی کہ اولاد کی خوشی عورتوں کو مردوں سے زیادہ ہوتی ہے اور نیز یہ بھی سبب تھا کہ حضرت سارہ کے کوئی اولاد نہ تھی اور حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرزند حضرت اسمٰعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام موجود تھے۔ اس بشارت کے ضمن میں ایک بشارت یہ بھی تھی کہ حضرت سارہ کی عمر اتنی دراز ہوگی کہ وہ پوتے کو بھی دیکھیں گی)۔ بولی ہائے خرابی کیا میرے بچّہ ہوگا اور میں بوڑھی ہوں (میری عمر نوّے سے متجاوز ہوچکی ہے) اور یہ ہیں میرے شوہر بوڑھے بیشک یہ تو اچنبھے کی بات ہے، فرشتے بولے کیا اللّٰہ کے کام کا اچنبھا کرتی (تعجب کرتی) ہو اللّٰہ کی رحمت اور اس کی برکتیں تم پر اس گھر والو (فرشتوں کے کلام کے معنی یہ ہیں کہ تمہارے لئے کیا جائے تعجب ہے، تم اس گھر میں ہو جو معجزات اور خوارقِ عادات اور اللہ تعالٰی کی رحمتوں اور برکتوں کا مورَد بنا ہوا ہے)، بیشک وہی ہے سب

خوبیوں والا عزت والا۔ پھر جب ابراہیم کا خوف زائل ہوا اور اسے خوشخبری ملی ہم سے قوم لوط کے بارے میں جھگڑنے لگا (یعنی کلام وسوال کرنے لگا اور حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کا مجادلہ یہ تھا کہ آپ نے فرشتوں سے فرمایا کہ قوم لوط کی بستیوں میں اگر پچاس ایماندار ہوں تو بھی انہیں ہلاک کرو گے، فرشتوں نے کہا نہیں فرمایا اگر چالیس ہوں انہوں نے کہا جب بھی نہیں، آپ نے فرمایا اگر تیس ہوں انہوں نے کہا جب بھی نہیں، آپ اس طرح فرماتے رہے یہاں تک کہ آپ نے فرمایا اگر ایک مرد مسلمان موجود ہو تب ہلاک کردو گے انہوں نے کہا نہیں تو آپ نے فرمایا اس میں لوط علیہ السلام ہیں اس پر فرشتوں نے کہا ہمیں معلوم ہے جو وہاں ہیں، ہم لوط علیہ السلام اور ان کے گھر والوں کو بچائیں گے سوائے ان کی عورت کے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مقصد یہ تھا کہ آپ عذاب میں تاخیر چاہتے تھے تاکہ اس بستی والوں کو کفر ومعاصی سے باز آنے کے لئے ایک فرصت اور مل جائے چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کی صفت میں ارشاد ہوتا ہے) بیشک ابراہیم تحمل والا بہت آہیں کرنے والا رجوع لانے والا ہے۔

(پ12، سورۂ ہود، آیت69تا75)

فرشتوں کی تعداد

فرشتوں کی تعداد کے بارے میں اختلاف ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور حضرت عطاء کا قول ہے کل تین تھے حضرت جبریل، حضرت میکائیل اور حضرت اسرافیل علیہم السلام۔ حضرت ضحاک کا قول ہے کہ ان کی تعداد نو تھی، حضرت مقاتل کا قول ہے کہ بارہ تھے، محمد بن کعب کا قول ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام اور ان کی معیت میں سات تھے، اور علامہ سدی کا قول ہے کہ وہ گیارہ تھے۔ اور وہ سب خوبصورت لڑکوں کی شکل میں تھے۔

(تفسیر بغوی، سورۂ ہود، ج2، ص456، داراحیاء التراث العربی، بیروت)

ہنسنے کی وجہ؟

سورۂ ہود میں ہے حضرت سارہ ہنسیں تو انہیں فرزند کی خوشخبری دی گئی، خوشخبری سے پہلے ہنسنے کی وجہ کیا ہے؟ حضرت قتادہ نے فرمایا کہ قوم لوط کی غفلت اور ان سے عذاب کے قریب ہونے پر ضحک فرمایا (یعنی ہنسیں)، حضرت مقاتل اور کلبی کا قول ہے کہ ہنسنے کی وجہ یہ تھی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے خدام کے درمیان اور اپنے گھر میں صرف تین آدمیوں سے خوف محسوس کیا، حضرت ابن عباس اور حضرت وہب کا قول ہے کہ ان کا ہنسنا بچہ کی ولادت ہونے کی بات پر تعجب کی وجہ سے تھا کہ ان کی اور ان کے شوہر کی عمر بڑی تھی اس صورت میں یہ اس معنی میں ہوگا کہ ایسی بات کو مقدم کرنا جس کی مراد بعد میں ہو، ایک قول یہ ہے کہ یہ ہنسنا فرشتوں کے ''لاتخف'' یعنی خوف مت کرو کہنے کی وجہ سے جو امن حاصل ہوا تھا اس پر تھا۔

(تفسیر ثعلبی، سورۂ ہود، ج5، ص179، داراحیاء التراث العربی، بیروت)

بشارت کیا ہے؟

بشارت میں دو باتیں شامل تھیں:

(1) حضرت اسحاق علیہ السلام کی ولادت اور بعد میں ان سے حضرت یعقوب علیہ السلام کی ولادت کی خبر۔

(2) حضرت لوط علیہ السلام کی سلامتی اور ان کی نافرمان قوم کی ہلاکت کی خبر۔

(تفسیر کبیر، سورۂ ہود، ج18، ص372، داراحیاء التراث العربی، بیروت)

''یجادلنا'' پر صدرالشریعہ کا تبصرہ

صدرالشریعہ بدرالطریقہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''ملائکہ قوم لوط پر عذاب لے کر آئے، سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیٰ نبینا الکریم وعلیہ افضل الصلاۃ والتسلیم کہ رحمت

محضہ تھے، اُن کا نامِ پاک ہی ابراہیم ہے، یعنی ابِ رحیم، مہربان باپ، اُن کافروں کے بارے میں اتنے ساعی ہوئے کہ اپنے رب سے جھگڑنے لگے، اُن کا رب فرماتا ہے: ﴿يُجَادِلُنَا فِيْ قَوْمِ لُوْطٍ ﴾ ترجمہ: ہم سے جھگڑنے لگا قومِ لوط کے بارے میں۔

یہ قرآنِ عظیم نے اُن بے دینوں کا رَد فرمایا جو محبوبانِ خدا کی بارگاہِ عزت میں کوئی عزت و وجاہت نہیں مانتے اور کہتے ہیں کہ اس کے حضور کوئی دَم نہیں مار سکتا، حالانکہ اُن کا رب عزوجل اُن کی وجاہت اپنی بارگاہ میں ظاہر فرمانے کو خود ان لفظوں سے ذکر فرماتا ہے کہ: ہم سے جھگڑنے لگا قومِ لوط کے بارے میں، حدیث میں ہے: شبِ معراج حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک آواز سنی کہ کوئی شخص اللہ عزوجل کے ساتھ بہت تیزی اور بلند آواز سے گفتگو کر رہا ہے، حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جبریل امین علیہ الصلاۃ والسلام سے دریافت فرمایا: کہ یہ کون ہیں؟ عرض کی موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام، فرمایا: کیا اپنے رب پر تیز ہو کر گفتگو کرتے ہیں؟ عرض کی: اُن کا رب جانتا ہے کہ اُن کے مزاج میں تیزی ہے۔ جب آیہ کریمہ ﴿وَ لَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى ﴾ نازل ہوئی کہ بیشک عنقریب تمھیں تمھارا رب اتنا عطا فرمائے گا کہ تم راضی ہو جاؤ گے۔

حضور سیّد المحبوبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ((إِذاً لَّا أَرْضٰى وَوَاحِدٌ مِّنْ أُمَّتِيْ فِي النَّارِ)) ترجمہ: ایسا ہے تو میں راضی نہ ہوں گا، اگر میرا ایک اُمتی بھی آگ میں ہو۔

یہ تو شانیں بہت رفیع ہیں، جن پر رفعت عزت وجاہت ختم ہے۔ صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہم مسلمان ماں باپ کا کچّا بچہ جو حمل سے گر جاتا ہے اُس کے لیے حدیث

میں فرمایا: کہ روزِ قیامت اللہ عزوجل سے اپنے ماں باپ کی بخشش کے لیے ایسا جھگڑے گا جیسا قرض خواہ کسی قرض دار سے، یہاں تک کہ فرمایا جائے گا: ((أَيُّهَا السِّقْطُ الْمُرَاغِمُ رَبَّه)) ترجمہ: اے کچے بچے! اپنے رب سے جھگڑنے والے! اپنے ماں باپ کا ہاتھ پکڑ لے اور جنت میں چلا جا۔

(بہار شریعت، حصہ 1، ص 12، مکتبة المدینہ، کراچی)

فصل(10): معراجِ ابراھیم علیہ السلام

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے﴿وَ كَذٰلِكَ نُرِی إِبْرَاهِيمَ مَلَكُوتَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ﴾ترجمہ:اوراسی طرح ہم ابراہیم کودکھاتے ہیں ساری بادشاہی آسمانوں اورزمین کی۔ (پ7،سورۃ الانعام،آیت75)

اس آیت پاک میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی معراج کو بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کوزمین وآسمان کی بادشاہی دکھائی۔

ملکوت السموات والارض سے مراد

تفسیر روح المعانی میں ہے''قیل:ملکوت السماوات الشمس، والقمر، والنجوم وملکوت الأرض، الجبال، والأشجار، والبحار'' ترجمہ: کہا گیا کہ آسمانوں کی بادشاہی سے مرادسورج،چانداورستارے ہیں اورزمین کی بادشاہی سے مراد پہاڑ،درخت اورسمندر ہیں۔

(تفسیرروح المعانی،ج4،ص186،دارالکتب العلمیہ،بیروت)

گناہ کرنے والوں کو ملاحظہ کرنا

تفسیر روح المعانی میں ہے''وأخرج ابن مردويه عن علي كرم الله تعالى وجهه قال:قال رسول الله صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لما رأى إبراهيم ملكوت السماوات والأرض أشرف على رجل على معصية من معاصي الله تعالى فدعا عليه فهلك ثم أشرف على آخر على معصية من معاصي الله تعالى فدعا عليه فهلك ثم أشرف على آخر فذهب يدعو عليه فأوحى الله تعالى إليه أن يا إبراهيم إنك رجل مستجاب الدعوة فلا تدع على عبادي فإنهم مني على ثلاث، إما أن يتوب العاصي فأتوب عليه، وإما أن أخرج من صلبه نسمة تملأ الأرض بالتسبيح.وإما أن أقبضه إليّ فإن شئت عفوت وإن شئت

عاقبت''ابن مردویہ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی،فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا:ابراہیم علیہ السلام نے جب آسمانوں اورزمین کی بادشاہی کودیکھا تو اس دوران انہوں نے ایک بندے کواللہ عزوجل کی نافرمانی کرتے ہوئے دیکھا تو اس کی ہلاکت کی دعا کی،پس وہ ہلاک ہوگیا،پھرایک اورشخص کواللہ عزوجل کی نافرمانی کرتے ہوئے دیکھ کراس کے لئے بھی ہلاکت کی دعا کی وہ بھی ہلاک ہوگیا،پھرایک اورآدمی کواللہ کی نافرمانی کرتے ہوئے دیکھااوراس کے لئے ہلاکت کی دعا فرمانے ہی لگے تھے کہ اللہ عزوجل نے آپ علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ اے ابراہیم تو مستجاب الدعوات ہے،میرے بندوں کے خلاف دعامت کر،میری بارگاہ میں گناہ گار بندوں کا معاملہ تین طرح کا ہے:

(1)گناہ گارشخص توبہ کرتا ہے میں اس کی توبہ قبول کرلیتا ہوں۔

(2)یااس کی نسل سے ایسے لوگ پیدا کرتا ہوں جوزمین کومیری تسبیح سے بھر دیتے ہیں(اس طرح ان کی بخشش کا سبب بن جاتا ہے)۔

(3)یا اس کی روح قبض کرلیتا ہوں اپنی بارگاہ میں حاضری کے لیے،(جب قیامت کے دن وہ میری بارگاہ میں پیش ہوگا تو)اگر میں چاہوں گا اسے بخش دوں گااورچاہوں گا تواسے عذاب دوں گا۔

(تفسیر روح المعانی،سورۃ الانعام،ج4،ص186,187،دارالکتب العلمیہ،بیروت)

اعلیٰ حضرت کا خوبصورت استدلال

اعلیٰ حضرت امام احمد رضاخان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:''اللہ تعالیٰ سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بابت(کے بارے میں)فرماتا ہے:﴿وَكَذٰلِكَ نُرِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ﴾یعنی ایسا ہی ہم ابراہیم کوآسمان وزمین

کی ساری سلطنت دکھاتے ہیں۔

اورلفظ ''نُــــرِی'' اِستمرار وتجدُّ د (یعنی ہمیشگی اور تکرار) پردال (یعنی دلالت کرتا) ہے جس کا یہ مطلب کہ وہ دکھانا ایک بار کے لئے نہ تھا بلکہ مُستَمِرّ (یعنی ہمیشہ) ہے تو یہ صفت حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں اَکمل طور پر ثابت، حضور کے دیئے سے اور حضور کے طفیل میں حضور کے جدِّ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ ابیہ وبارک وسلم کو یہ فضیلت ملی۔اس کا اِنکار نہ کرے گا مگر کور باطن (یعنی کینہ رکھنے والا) اَعَاذَنَا اللّٰہُ تَعَالٰی مِنْ ھٰذِہِ الْعَقِیْدَۃِ الْبَاطِلَۃِ (یعنی اللہ تعالیٰ ہمیں اس باطل عقیدے سے بچائے) اور لفظ ''کَذٰلِکَ'' تشبیہ کے واسطے ہے جسے ہر معمولی عربی داں جانتا ہے اور تشبیہ کے لئے مُشَبَّہ (یعنی جسے تشبیہ دی گئی) اور مُشَبَّہ بِہٖ (یعنی جس سے تشبیہ دی گئی) ضرور (یعنی لازِم) ہے۔"مُشَبَّہ" تو خود قرآنِ کریم میں مذکور ہے یعنی حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام باقی رہا ''مُشَبَّہ بِہٖ'' وہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔مطلب یہ ہوا کہ اے حبیب لبیب (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)! جیسے ہم آپ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو آسمانوں اور زمینوں کی سلطنتیں دکھارہے ہیں یونہی آپ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے طفیل میں آپ کے والد ماجد حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی ان کا معائنہ کرارہے ہیں۔

(ملفوظات اعلیٰ حضرت، ص79، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

فصل (11): پرندوں کا زندہ ہونا

حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے ایک مرتبہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کیا: یا اللہ! تو مجھے دکھادے کہ تو مردوں کو کس طرح زندہ کرے؟ تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اے ابراہیم (علیہ السلام)! کیا تمہیں اس کا یقین نہیں؟ تو آپ نے عرض کیا: کیوں نہیں، مجھے اس کا یقین ہے لیکن میری تمنا ہے کہ اس منظر کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لوں تاکہ میرے دل کو قرار آجائے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تم چار پرندے پالو اور ان کو (خوب کھلا پلا کر اچھی طرح) ہلالو پھر تم انہیں ذبح کر کے اور ان کا قیمہ بنا کر اپنے گردونواح کے چند پہاڑوں پر تھوڑا تھوڑا گوشت رکھ دو، پھر ان پرندوں کو پکارو تو وہ پرندے زندہ ہوکر دوڑتے ہوئے تمہارے پاس آجائیں گے اور تم مردوں کے زندہ ہونے کا منظر اپنی آنکھوں سے دیکھ لو گے، چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایک مرغ، ایک کبوتر، ایک گدھ اور ایک مور، ان چار پرندوں کو لیا اور انہیں پالا، اور ایک مدت تک ان کو کھلا پلا کر خوب ہلا لیا، پھر ان چاروں پرندوں کو ذبح کر کے ان کے سروں کو اپنے پاس رکھ لیا اور ان چاروں کا قیمہ بنا کر تھوڑا تھوڑا گوشت اطراف وجوانب کے پہاڑوں پر رکھ لیا اور دور سے کھڑے ہوکر ان پرندوں کا نام لے کر پکارا: یاایھاالدیك (اے مرغ)، یاایتھاالحمامة (اے کبوتری)، یاایھا النسر (اے گدھ)، یاایھاالطاؤس (اے مور)!، آپ کی پکار پر ایک دم پہاڑوں سے گوشت کا قیمہ اڑنا شروع ہوگیا اور ہر پرند کا گوشت، پوست، ہڈی، پر الگ الگ ہوکر چار پرندے تیار ہوگئے اور چاروں پرندے بغیر سروں کے دوڑتے ہوئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آگئے اور اپنے سروں سے جڑ کر دانہ چگنے لگے اور اپنی اپنی بولیاں بولنے لگے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی آنکھوں سے مردوں کے زندہ

ہونے کا منظر دیکھ لیا اور ان کے دل کو اطمینان اور قرار مل گیا۔

(تفسیر بغوی، تحت الآیة المذکورہ، ج1، ص356,357، داراحیاء التراث العربی، بیروت ☆ تفسیر ثعلبی، تحت الآیة المذکورہ، ج2، ص251، داراحیاء التراث العربی، بیروت)

اس واقعہ کا ذکر قرآن میں

اس واقعہ کا ذکر قرآن مجید کی سورۂ بقرہ میں اس طرح موجود ہے: ﴿وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ أَرِنِي كَيْفَ تُحْيِ الْمَوْتَى قَالَ أَوَ لَمْ تُؤْمِنْ قَالَ بَلَى وَلَكِنْ لِيَطْمَئِنَّ قَلْبِي قَالَ فَخُذْ أَرْبَعَةً مِنَ الطَّيْرِ فَصُرْهُنَّ إِلَيْكَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلَى كُلِّ جَبَلٍ مِنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ يَأْتِينَكَ سَعْيًا وَاعْلَمْ أَنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ﴾ ترجمۂ کنزالایمان: اور جب عرض کی ابراہیم نے اے رب میرے مجھے دکھا دے تو کیونکر مردے جلائے (زندہ کرے) گا فرمایا کیا تجھے یقین نہیں عرض کی یقین کیوں نہیں مگر یہ چاہتا ہوں کہ میرے دل کو قرار آ جائے فرمایا تو اچھا چار پرندے لے کر اپنے ساتھ ہلا لے پھر ان کا ایک ایک ٹکڑا ہر پہاڑ پر رکھ دے پھر انہیں بُلا وہ تیرے پاس چلے آئیں گے پاؤں سے دوڑتے اور جان رکھ کہ اللہ غالب حکمت والا ہے۔

(پ3, سورۃ البقرہ، آیت260)

واقعہ کا سبب کیا بنا

پہلا قول:

مفسرین نے لکھا ہے کہ سمندر کے کنارے ایک آدمی مرا پڑا تھا، سمندر کا پانی چڑھتا اترتا رہتا ہے جب پانی چڑھتا تو مچھلیاں اس لاش کو کھاتیں جب اتر جاتا تو جنگل کے درندے کھاتے جب درندے جاتے تو پرند کھاتے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ ملاحظہ فرمایا تو آپ کو شوق ہوا کہ آپ ملاحظہ فرمائیں کہ مردے کس طرح زندہ کئے جائیں گے آپ نے بارگاہِ الٰہی میں عرض کیا یارب مجھے یقین ہے کہ تو مردوں کو

زندہ فرمائے گا اور انکے اجزاء دریائی جانوروں اور درندوں کے پیٹ اور پرندوں کے پوٹوں سے جمع فرمائے گا لیکن میں یہ عجیب منظر دیکھنے کی آرزو رکھتا ہوں۔

(تفسیر بغوی، تحت الآیة المذکورہ، ج1، ص356,357، داراحیاء التراث العربی، بیروت ☆ تفسیر ثعلبی، تحت الآیة المذکورہ، ج2، ص251، داراحیاء التراث العربی، بیروت)

دوسرا قول:

ایک قول یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس سوال کا سبب یہ بنا کہ جب انہوں نے نمرود پر حجت قائم کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ ﴿رَبِّيَ الَّذِي يُحْيِي وَيُمِيتُ﴾ یعنی میرا رب وہ ہے جو زندہ کرتا اور مارتا ہے، تو (جواباً) نمرود نے کہا تھا کہ ﴿أَنَا أُحْيِي وَأُمِيتُ﴾ یعنی یہ کام تو میں بھی کرسکتا ہوں میں بھی زندہ کرتا اور مارتا ہوں۔ لہذا اس نے دو قیدیوں میں سے ایک کو قتل کر دیا اور ایک کو آزاد کر دیا اور یہ گمان کیا کہ یہ زندہ کرنا اور مارنا ہے، تو ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: اللہ تعالیٰ مردہ جسم کا ارادہ فرماتا ہے اور اسے زندہ کر دیتا ہے، تو نمرود نے انہیں کہا کہ کیا آپ نے یہ خود دیکھا ہے تو حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے یہ نہ کہہ سکے کہ جی ہاں، لہذا دوسری دلیل کی طرف منتقل ہو گئے اور فرمایا: ﴿إن اللَّهَ يَأْتِي بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فأت بها من المغرب﴾ یعنی میرا رب وہ ہے جو سورج کو مشرق سے نکالتا ہے تم مغرب سے نکال کر دکھاؤ۔

پھر حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے اپنے پاک رب کی بارگاہ میں عرض کیا کہ وہ اسے مردے زندہ کرنا دکھا دے، رب عزوجل نے فرمایا: کیا تجھے یقین نہیں، عرض کیا کیوں نہیں، مگر میں چاہتا ہوں کہ میرے دل کو اپنی حجت کی قوت پر قرار آ جائے اور جب کہا جائے کہ آپ نے خود دیکھا ہے تو میں کہہ سکوں کہ جی ہاں میں نے خود دیکھا ہے۔

(تفسیر بغوی، تحت الآیة المذکورہ، ج1، ص357، داراحیاء التراث العربی، بیروت ☆ تفسیر

ثعلبی، تحت الآیۃ المذکورہ، ج2، ص252، داراحیاء التراث العربی، بیروت)

تیسرا قول:

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: جب اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل بنایا، تو مَلَکُ الموت علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے اجازت لی کہ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اس کی خوشخبری سنا دیں، اللہ تعالیٰ نے انہیں اجازت عطا فرمائی، وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئے تو وہ گھر میں نہیں تھے، یہ گھر میں داخل ہوگئے، حضرت ابراہیم علیہ السلام سب لوگوں سے بڑھ کر غیرت والے تھے، جب گھر سے نکلتے تھے تو دروازے کو بند کر کے نکلتے تھے، جب حضرت ابراہیم علیہ السلام گھر واپس آئے تو انہوں نے اپنے گھر میں ایک اجنبی آدمی کو دیکھا تو آپ جوش میں آئے اور چاہا کہ اسے پکڑیں، اس سے پوچھا: تمہیں میرے گھر میں داخل ہونے کی اجازت کس نے دی ہے؟

جواب دیا: مجھے اس گھر کے رب نے اجازت دی ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: تو سچ کہا، وہ پہچان گئے کہ یہ ملک الموت علیہ السلام ہیں، پوچھا: آپ کون ہیں؟ جواب دیا کہ میں ملک الموت ہوں اور آپ کو خوشخبری دینا آیا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنا خلیل بنایا ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی حمد کی اور پوچھا: اس پر کیا نشانی ہے؟ ملک الموت علیہ السلام نے جواب دیا کہ آپ اللہ تعالیٰ سے جو بھی دعا کریں گے اللہ تعالیٰ قبول فرمائے گا اور آپ کے سوال سے مردے زندہ فرمادے گا، پس اس وقت حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے عرض کیا: اے رب میرے مجھے دکھا دے تو کیونکر مردے زندہ کرے گا۔ فرمایا: کیا تجھے یقین نہیں؟ عرض کی: کیوں نہیں مگر یہ چاہتا ہوں کہ میرے دل کو قرار آ جائے کہ تو نے مجھے اپنا خلیل بنایا ہے اور تو میری دعا قبول کرے گا جب بھی میں تجھ سے دعا کروں۔

(تفسیر بغوی، تحت الآیۃ المذکورہ، ج1، ص357، داراحیاء التراث العربی، بیروت ☆تفسیر

ثعلبی، تحت الآیۃ المذکورہ، ج2، ص252,253، داراحیاء التراث العربی، بیروت)

اللہ تعالیٰ کی طرف سے پوچھے جانے کی حکمت

اللہ تعالیٰ عالم غیب وشہادت ہے اس کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے کمال ایمان و یقین کا علم ہے باوجود اس کے یہ سوال فرمانا کہ کیا تجھے یقین نہیں اس لئے ہے کہ سامعین کو سوال کا مقصد معلوم ہوجائے اور وہ جان لیں کہ یہ سوال کسی شک وشبہ کی بناء پر نہ تھا۔ (تفسیر بیضاوی، تحت الایۃ المذکورہ، ج1، ص157، داراحیاء التراث العربی، بیروت)

تصوف کا ایک نکتہ

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جن چار پرندوں کو ذبح کیا ان میں سے ہر پرند ایک بری خصلت میں مشہور ہے مثلاً مور کو اپنی شکل وصورت کی خوبصورتی پر گھمنڈ رہتا ہے اور مرغ میں کثرت شہوت کی بری خصلت ہے اور گدھ میں حرص اور لالچ کی بری عادت ہے اور کبوتر کو اپنی بلند پروازی اور اونچی اڑان پر نخوت وغرور ہوتا ہے۔ تو ان چاروں پرندوں کے ذبح کرنے سے ان چاروں خصلتوں کو ذبح کرنے کی طرف اشارہ ہے کہ چاروں پرند ذبح کئے گئے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو مردوں کے زندہ ہونے کا منظر نظر آیا اور ان کے دل میں نور اطمینان کی تجلی ہوئی۔ جس کی بدولت انہیں نفسِ مطمئنہ کی دولت مل گئی تو جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اس کا دل زندہ ہوجائے اور اس کو نفسِ مطمئنہ کی دولت نصیب ہوجائے اس کو چاہے کہ مرغ ذبح کرے یعنی اپنی شہوت پر چھری پھیر دے اور مور کو ذبح کرے یعنی اپنی شکل وصورت اور لباس کے گھمنڈ کو ذبح کرڈالے اور گدھ کو ذبح کرے یعنی حرص اور لالچ کا گلا کاٹ ڈالے اور کبوتر کو ذبح کرے یعنی اپنی بلند پروازی اور اونچے مرتبوں کے غرور ونخوت پر چھری چلادے۔ اگر کوئی ان چاروں بری خصلتوں کو ذبح کرڈالے گا تو ان شاء اللہ تعالیٰ وہ اپنے دل کے

زندہ ہونے کا منظر اپنی آنکھوں سے دیکھ لے گا اور اس کو نفسِ مطمئنہ کی سرفرازی کا شرف حاصل ہوجائے گا۔ (تفسیر جمل، سورۃ البقرہ، تحت الآیۃ المذکورہ، ج1، ص328)

ایک حدیث پاک کی شرح ووضاحت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((نَحْنُ أَحَقُّ بِالشَّكِّ مِنْ إِبْرَاهِيمَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذْ قَالَ: ﴿رَبِّ أَرِنِي كَيْفَ تُحْيِي الْمَوْتَى قَالَ: أَوَلَمْ تُؤْمِنْ قَالَ بَلَى وَلَكِنْ لِيَطْمَئِنَّ قَلْبِي﴾)) ترجمہ: ہم حضرت ابراہیم علیہ السلام سے بڑھ کر شک کرنے حقدار ہیں جب انہوں نے عرض کیا: اے رب میرے مجھے دکھادے تو کیونکر مردے زندہ کرے گا فرمایا کیا تجھے یقین نہیں؟ عرض کی: یقین کیوں نہیں مگر یہ چاہتا ہوں کہ میرے دل کو قرار آجائے۔

(صحیح مسلم، باب زیادہ طمانینۃ القلب بتظاہر الادلۃ، ج 1، ص133، داراحیاء التراث العربی، بیروت)

علامہ نووی شافعی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''اخْتَلَفَ الْعُلَمَاءُ فِي مَعْنَى نَحْنُ أَحَقُّ بِالشَّكِّ مِنْ إِبْرَاهِيمَ عَلَى أَقْوَالٍ كَثِيرَةٍ أَحْسَنُهَا وَأَصَحُّهَا مَا قَالَهُ الْإِمَامُ أَبُو إِبْرَاهِيمَ الْمُزَنِيُّ صَاحِبُ الشَّافِعِيِّ وَجَمَاعَاتٌ مِنَ الْعُلَمَاءِ مَعْنَاهُ أَنَّ الشَّكَّ مُسْتَحِيلٌ فِي حَقِّ إِبْرَاهِيمَ فَإِنَّ الشَّكَّ فِي إِحْيَاءِ الْمَوْتَى لَوْ كَانَ مُتَطَرِّقًا إِلَى الْأَنْبِيَاءِ لَكُنْتُ أَنَا أَحَقُّ بِهِ مِنْ إِبْرَاهِيمَ وَقَدْ عَلِمْتُمْ أَنِّي لَمْ أَشُكَّ فَاعْلَمُوا أَنَّ إِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَمْ يَشُكَّ'' ترجمہ: ''نحن احق بالشك من ابراهيم'' کے معنی میں علماء کے مختلف قسم کے کثیر اقوال ہیں، ان میں احسن اور اصح وہ قول ہے جو امام ابو ابراہیم مزنی شافعی اور علماء کی ایک جماعت نے فرمایا ہے کہ: (اس جملے کا مطلب یہ ہے کہ) شک کے معنی ابراہیم

علیہ السلام کے حق میں محال ہیں پس اگر مردے زندہ کرنے میں شک انبیاء علیہم السلام میں ممکن ہوتو میں ابراہیم علیہ السلام سے زیادہ اس کا حق دار ہوں اور تم جانتے ہو کہ میں شک نہیں کرتا تو جان لو کہ ابراہم علیہ السلام نے بھی شک نہیں کیا۔

(شرح النووی علی مسلم، باب زیادہ طمانینۃ القلب بتظاہر الادلۃ، ج2، ص183، داراحیاء التراث العربی، بیروت)

مزید فرماتے ہیں: ''انما رجح إِبْرَاهِيمُ عَلَى نَفْسِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَاضُعًا وَأَدَبًا أَوْ قَبْلَ أَنْ يَعْلَمَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ خَيْرُ وَلَدِ آدَمَ'' ترجمہ: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ابراہیم علیہ السلام کو اپنے اوپر ترجیح دینا تواضع اور عاجزی کرتے ہوئے ہے یا یہ حدیث پاک اس بات کو جاننے سے پہلے کی ہے کہ آپ اولادِ آدم میں سب سے بہتر ہیں۔

(شرح النووی علی مسلم، باب زیادہ طمانینۃ القلب بتظاہر الادلۃ، ج 2، ص183، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

علامہ نووی نے صاحب تحریر کے حوالے سے علماء کی جماعت سے دو جوابات مزید نقل کیے ہیں: '' أَحَدُهُمَا أَنَّهُ خَرَجَ مَخْرَجَ الْعَادَةِ فِي الْخِطَابِ فَإِنَّ مَنْ أَرَادَ الْمُدَافَعَةَ عَنْ إِنْسَانٍ قَالَ لِلْمُتَكَلِّمِ فِيهِ مَا كُنْتُ قَائِلًا لِفُلَانٍ أَوْ فَاعِلًا مَعَهُ مِنْ مَكْرُوهٍ فَقُلْهُ لِي وَافْعَلْهُ مَعِي وَمَقْصُودُهُ لَا تَقُلْ ذَلِكَ فِيهِ وَالثَّانِي أَنَّ مَعْنَاهُ أَنَّ هَذَا الَّذِي تَظُنُّونَهُ شَكًّا أَنَا أَوْلَى بِهِ فَإِنَّهُ لَيْسَ بِشَكٍّ وَإِنَّمَا هُوَ طَلَبٌ لِمَزِيدِ الْيَقِينِ '' ترجمہ: ایک یہ ہے کہ یہ عادت فی الخطاب کی قبیل سے ہے کہ بے شک جب کوئی کسی انسان کا دفاع کرتا ہے تو اس کے بارے میں کلام کرنے والے سے کہتا ہے کہ میں تو فلاں کو یہ ناپسندیدہ بات نہیں کہتا یا فلاں کے ساتھ ایسا برا فعل نہیں کرتا، تم یہ بات مجھے کہہ لو یا میرے ساتھ ایسا کرلو، مقصود یہ ہوتا ہے اس کے بارے میں ایسا نہ

کہو۔دوسرا جواب یہ ہے کہ اس جملے کے معنی یہ ہیں کہ تم اسے شک سمجھتے ہو میں اس کا زیادہ حقدار ہوں، یہ شک نہیں ہے یہ تو یقین کو مزید طلب کرنا ہے۔

(شرح النووی علی مسلم،باب زیادہ طمانینۃالقلب بتظاہر الادلۃ،ج 2،ص183، دار احیاء التراث العربی،بیروت)

پرندے کون سے تھے؟

پرندوں کے بارے میں مختلف اقوال ہیں:

(1) حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مور، گدھ، کوا اور مرغ کو لیا تھا۔

(2) حضرت مجاہد، عطابن یسار، ابن جریج اور ابن زید فرماتے ہیں: وہ پرندے کوا، مرغ، مور اور کبوتر تھے۔

(3) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ وہ مور، مرغ، کوا اور کبوتر تھے۔

(4) حضرت عطا خراسانی فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی (حضرت ابراہیم علیہ السلام) کی طرف وحی کی کہ وہ چار پرندے حاضر کریں، سبز بطخ، کالا کوا، سفید کبوتر اور سرخ مرغ۔

(تفسیر ثعلبی،تحت الآیۃ المذکورہ،ج2، ص253,254، داراحیاء التراث العربی ، بیروت)

فصل (12): حضرت ابراھیم علیہ السلام کاتفصیلی تعارف

قرآن پاک میں ہے:﴿وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّهُ كَانَ صِدِّيقًا نَبِيًّا ۝﴾ ترجمۂ کنزالایمان: اور کتاب میں ابراہیم کو یاد کرو بیشک وہ صدیق تھا نبی غیب کی خبریں بتاتا۔ (پ16،سورۂ مریم،آیت41)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا والد کا نام تارخ ہے (ایک روایت تارح اور ایک روایت ہے تیراح تھا)۔آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا چچا تھا والد نہ تھا، جس کی تفصیل دلائل کے ساتھ آگے آرہی ہے۔

حافظ ابن کثیر نے آپ علیہ السلام کا نسب یوں بیان کیا ہے: ابْرَاہِیمُ بْنُ تَارَخَ بن نَاحُورَ بن ساروغ بن راغو بن فالغ بن عَابِر بن شالح بن أَرْفَخْشَذَ بن سَامِ بن نُوحٍ عَلَيْهِ السَّلَام۔ (قصص الانبیاء لابن کثیر،قصۃ ابراہیم خلیل،ج1،ص167،دارالتألیف،القاہرہ)

آپ علیہ السلام کی والدہ کا نام ایک قول پر ''اُمَیْلَۃُ'' ہے اور ایک قول کے مطابق ''بونا بنت کربتا'' ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی کنیت ''أَبَا الضِّيفَانِ'' ہے یعنی مہمانوں کا باپ۔

جب تارخ کی عمر 75 سال ہوئی تو اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ولادت باسعادت ہوئی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دو بھائی تھے تاحور اور ہاران۔ ہاران کے ہاں حضرت لوط علیہ السلام کی ولادت ہوئی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام بھائیوں میں اوسط تھے، ہاران اپنے والد کی زندگی میں ہی فوت ہو گیا۔

صحیح قول پر حضرت ابراہیم علیہ السلام بابل میں پیدا ہوئے۔ آپ علیہ السلام کی

شادی حضرت سارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہوئی ، وہ (اپنے آپ کو) بانجھ (خیال کرتی) تھیں۔ (قصص الانبیاء لابن کثیر،قصۃ ابراہیم خلیل،ج1،ص167,168، دارالتألیف ، القاہرہ)

حضرت سارہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے چچا ہاران کی بیٹی تھیں۔

(تفسیر ثعلبی،سورۂ ہود،ج5،ص178،داراحیاء التراث العربی،بیروت)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا نام ماوردی کے قول کے مطابق سریانی زبان سے ہے اور ابن عطیہ کے قول پر عربی ہے ،اور اس کی اصل ''اب رحیم'' ہے یعنی مہربان باپ۔ (تفسیر قرطبی،سورۃ البقرۃ،آیت124،ج2،ص96،دارالکتب المصریہ،القاہرہ)

حضرت ابراھیم علیہ الصلوۃ والسلام کی اولاد

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سب سے پہلے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام حضرت ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پیدا ہوئے ، پھر حضرت اسحاق علیہ السلام حضرت سارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پیدا ہوئے۔ پھر اس کے بعد ''قنطورا'' سے شادی کی ،ان سے چھ بچوں کی ولادت ہوئی: زمران، یقشان ، مادان، مدین، شیاق، شوح۔ پھر ''حجون'' سے شادی کی ،ان سے پانچ بچے پیدا ہوئے: کیسان، سورج، امیم، لوطان، نافس۔

(قصص الانبیاء،ذکر اولاد ابراہیم الخلیل ،ج1،ص 253،دارالتألیف،القاہرہ)

کس نے کون سی جگہ کو آباد کیا

بانی کعبہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوۃ والسلام نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو اور ان کی والدہ حضرت بی بی ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو مکہ مکرمہ میں لاکر آباد کیا اور عرب کی زمین ان کو عطا فرمائی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسحاق علیہ السلام اور کی والدہ کو ملک شام عطا فرمایا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تیسری بیوی حضرت قطورہ کے پیٹ سے جو اولاد ہوئی ان کو آپ نے یمن کا علاقہ عطا فرمایا۔

اولادِ حضرت اسمٰعیل

حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے بارہ بیٹے ہوئے اور ان کی اولاد میں خداوند قدوس نے اس قدر برکت عطا فرمائی کہ وہ بہت جلد تمام عرب میں پھیل گئے یہاں تک کہ مغرب میں مصر کے قریب تک ان کی آبادیاں جا پہنچیں اور جنوب کی طرف ان کے خیمے یمن تک پہنچ گئے اور شمال کی طرف ان کی بستیاں ملک شام سے جا ملیں۔ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے ایک فرزند جن کا نام "قیدار" تھا بہت ہی نامور ہوئے اور ان کی اولاد خاص مکہ میں آباد رہی اور یہ لوگ اپنے باپ کی طرح ہمیشہ کعبہ معظّمہ کی خدمت کرتے رہے جس کو دنیا میں توحید کی سب سے پہلی درسگاہ ہونے کا شرف حاصل ہے۔

انہی قیدار کی اولاد میں "عدنان" نامی نہایت اولوالعزم شخص پیدا ہوئے اور "عدنان" کی اولاد میں چند پشتوں کے بعد "قصی" بہت ہی جاہ وجلال والے شخص پیدا ہوئے جنہوں نے مکہ مکرمہ میں مشترکہ حکومت کی بنیاد پر 440 میں ایک سلطنت قائم کی اور ایک قومی مجلس (پارلیمنٹ) بنائی جو "دارالندوہ" کے نام سے مشہور ہے اور اپنا ایک قومی جھنڈا بنایا جسکو "لواء" کہتے تھے اور مندرج ذیل چار عہدے قائم کئے۔ جن کی ذمہ داری چار قبیلوں کو سونپ دی۔

(1)رفادۃ (2)سقایۃ (3)حجابۃ (4)قیادۃ

"قصی" کے بعد ان کے فرزند "عبدمناف" اپنے باپ کے جانشین ہوئے پھر ان کے فرزند "ہاشم" پھر ان کے فرزند "عبدالمطلب" یکے بعد دیگرے ایک دوسرے کے جانشین ہوتے رہے۔ انہی عبدالمطلب کے فرزند حضرت عبداللہ ہیں۔ جن کے فرزندار جمند ہمارے حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔

(سیرت مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم،ص44,45،مکتبۃ المدینہ،کراچی)

بچپن میں ہی رسالت

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بچپن ہی سے رشد و ہدایت عطا فرمائی اور اپنا رسول بنا کر مبعوث فرمایا اور بڑی عمر میں انہیں اپنا خلیل بنایا، قرآن مجید میں ہے: ﴿وَلَقَدْ آتَيْنَا إِبْرَاهِيمَ رُشْدَهُ مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا بِهِ عَالمين﴾ ترجمہ: اور بیشک ہم نے ابراہیم کو (ان کی ابتدائی عمر میں بالغ ہونے کے) پہلے ہی سے اس کی نیک راہ عطا کردی اور ہم اس سے خبردار تھے۔ کہ وہ ہدایت و نبوّت کے اہل ہیں۔

(قصص الانبیاء لابن کثیر،قصة ابراہیم خلیل،ج1،ص167،دارالتألیف،القاہرہ)

امتحانات

حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی مبارک زندگی کا مطالعہ کریں تو معلوم ہوتا کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں آپ علیہ السلام پر کڑی آزمائشیں آئیں مگر آپ علیہ السلام ہر امتحان میں کامیاب رہے۔

قرآن مجید میں ہے: ﴿وَإِذِ ابْتَلَى إِبْرَاهِيمَ رَبُّهُ بِكَلِمَاتٍ فَأَتَمَّهُنَّ﴾ ترجمہ: اور جب ابراہیم کو اس کے رب نے کچھ باتوں سے آزمایا تو اس نے وہ پوری کردکھائیں۔ (پ1،سورۃ البقرہ،آیت124)

جن باتوں سے حضرت ابراہیم علیہ السلام آزمائے گئے وہ کون سی باتیں تھیں، اس میں مختلف اقوال ہیں، تفسیر ابن ابی حاتم مذکورہ بالا آیت مبارکہ کے تحت یہ امتحانات لکھے ہیں: (1) جب انہیں حکم دیا گیا تو اللہ تعالیٰ کے لیے قوم سے جدائی اختیار کی (2) اللہ تعالیٰ کے لیے نمرود سے مناظرہ و مقابلہ کیا اور خطرات کے باوجود اس پر ڈٹے رہے (3) جب انہیں اللہ تعالیٰ کے لیے آگ میں ڈالا گیا کہ وہ جل جائیں تو اس پر صبر کیا (4) اس کے بعد اپنے وطن سے اللہ تعالیٰ کے لیے ہجرت کی جب انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم دیا گیا (5) بیوی اور بچے کی جدائی پر آزمائے

گئے (6) انہیں مہمان نوازی کا حکم دیا گیا اور اس میں آنے والی مشقت پر انہیں صبر کا حکم ہوا جس میں وہ پورے اترے (7) مال میں آزمایا گیا تو اس میں پورے اترے (8) اپنے بچے کے ذبح کرنے پر آزمائے گئے جب انہیں رب نے ذبح کرنے کا حکم دیا گیا (9) جب ان تمام آزمائشوں پر پورے اترے پھر اللہ تعالیٰ نے ان سے فرمایا: ﴿أَسْلِمْ﴾ ترجمہ: گردن رکھ، عرض کیا: ﴿أَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ﴾ ترجمہ: میں نے گردن رکھی اس کے لئے جو رب ہے سارے جہان کا۔

(پ1،سورۃ البقرہ،آیت131)

(تفسیر ابن ابی حاتم،تحت الایة المذکورہ،ج1،ص220،مکتبہ نزار مصطفی الباز، عرب)

قرآن مجید میں صراحتاً تذکرہ

جن انبیاء علیہم السلام کے اسمائے طیّبہ بالتصریح قرآنِ مجید میں ہیں، وہ یہ ہیں:

(1) حضرت آدم علیہ السلام (2) حضرت نوح علیہ السلام (3) **حضرت ابراہیم** علیہ السلام (4) حضرت اسماعیل علیہ السلام (5) حضرت اسحاق علیہ السلام (6) حضرت یعقوب علیہ السلام (7) حضرت یوسف علیہ السلام (8) حضرت موسیٰ علیہ السلام (9) حضرت ہارون علیہ السلام (10) حضرت شعیب علیہ السلام (11) حضرت لُوط علیہ السلام (12) حضرت ہُود علیہ السلام (13) حضرت داوٗد علیہ السلام (14) حضرت سلیمان علیہ السلام (15) حضرت ایّوب علیہ السلام (16) حضرت زکریا علیہ السلام (17) حضرت یحیٰی علیہ السلام (18) حضرت عیسیٰ علیہ السلام (19) حضرت الیاس علیہ السلام (20) حضرت الیسع علیہ السلام (21) حضرت یونس علیہ السلام (22) حضرت ادریس علیہ السلام (23) حضرت ذوالکفل علیہ السلام (24) حضرت صالح علیہ السلام (25) حضرت عزیر علیہ السلام (26) حضور سیّد المرسلین محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

دوسرے نمبر پر

سب میں افضل ہمارے آقا ومولیٰ سیّد المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد سب سے بڑا مرتبہ **حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کا ہے**، پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام، پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت نوح علیہ السلام کا، اِن حضرات کو مرسلین اُولوالعزم کہتے ہیں اور یہ پانچوں حضرات باقی تمام انبیاومرسلینِ انس ومَلَک و جن وجمیع مخلوقاتِ الٰہی سے افضل ہیں۔(بہار شریعت، حصہ1، ص، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

چارنسلیں نبی

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا:((فَأَكْرَمُ النَّاسِ يُوسُفُ نَبِيُّ اللَّهِ ابْنُ نَبِيِّ اللَّهِ ابْنِ نَبِيِّ اللَّهِ ابْنِ خَلِيلِ اللَّه)) ترجمہ: لوگوں میں سے زیادہ عزت والے یوسف علیہ السلام ہیں کہ وہ اللہ کے نبی ہیں، اللہ کے نبی کے بیٹے ہیں، اللہ کے نبی کے پوتے ہیں اور ابراہیم خلیل اللہ کے پڑپوتے ہیں۔

(صحیح بخاری، ج4، ص147، مطبوعہ دارطوق النجاۃ)

ولادت کا دن

ایک روایت کے مطابق حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ولادت عاشوراء (دسویں محرم) کے دن ہوئی۔ حضرت سعید بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا:((ذٰلِكَ يَوْمُ عَاشُورَاءَ أُهْبِطَ عَلَى الْجُودِيِّ فَصَامَ نُوحٌ وَمَنْ مَعَهُ وَالْوَحْشُ شُكْرًا لِلَّهِ عَزَّ وَجَلَّ، وَفِي يَوْمِ عَاشُورَاءَ فَلَقَ اللَّهُ الْبَحْرَ لِبَنِي إِسْرَائِيلَ، وَفِي يَوْمِ عَاشُورَاءَ تَابَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ عَلَى آدَمَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَى مَدِينَةِ يُونُسَ، وَفِيهِ وُلِدَ إِبْرَاهِيمُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم)) ترجمہ: عاشوراء کے دن (کشتی نوح علیہ السلام) جودی پہاڑ پر سے اتاری گئی تو حضرت نوح علیہ السلام اور آپ کے ساتھیوں اور جانوروں نے اللہ عزوجل کا شکرادا کرتے ہوئے روزہ

رکھا، اور یوم عاشورہ کے دن ہی اللہ عزوجل نے بنی اسرائیل کیلیے دریا میں راستہ بنایا، اور یوم عاشوراء کو ہی اللہ عزوجل نے حضرت آدم علیہ السلام کی اور حضرت یونس علیہ السلام کے شہروالوں کی توبہ کو قبول فرمایا، اور اسی دن حضرت ابراہیم علیہ السلام پیدا ہوئے۔

(مجمع الزوائد، باب الصوم قبل یوم، ج3، ص188، مکتبۃ القدسی، القاہرہ☆الفردوس بماثور الخطاب، باب الالف، ج1، ص223، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

ایک روایت میں یکم ذی الحجہ کو ولادت ہوئی۔ حضرت سیدنا عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:((ولد إِبْرَاهيم الْخَلِيل صلى الله عَلَيْهِ وَسلم فِي أول يَوْم من ذِي الْحجَّة فصوم ذَلِك الْيَوْم كَصَوْم سبعين سنة)) ترجمہ: حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی یکم ذی الحجہ کو ولادت ہوئی تو اس دن کا روزہ رکھنا ایسا ہے جیسا کہ ستر سال کا روزہ رکھنا۔

(الفردوس بماثور الخطاب، باب الواو، ج4، ص386، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

پیشہ کھیتی باڑی

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مشغلہ کھیتی باڑی تھا۔

(اسلامی زندگی، ص142، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

حلیہ مبارک

حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے حلیہ کے بارے میں صحابہ کرام علیہم الرضوان کو بتاتے ہوئے ارشادفرمایا:((أَمَّا إِبْرَاهِيمُ فَانْظُرُوا إِلَى صَاحِبِكُم)) ترجمہ: حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیکھنا ہو تو اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ لو۔

(صحیح بخاری، باب قولہ تعالیٰ: واتخذاللہ ابراہیم خلیلاً، ج4، ص140، مطبوعہ دارطوق النجاۃ)

جنت میں داڑھی

اس دن (جنت میں) سوائے ابراہیم علیہ السلام کے داڑھی کسی کے نہ ہوگی مگر یہ سفید داڑھی چہرہ کے نور کا باعث ہوگی۔

(مرأۃ المناجیح،ج 6،ص169،نعیمی کتب خانہ ، گجرات)

ایک اور مقام پر ہے: سواء ابراہیم علیہ السلام کے جنت میں کسی کے منہ پر داڑھی نہ ہوگی۔ (مرأۃ المناجیح،ج7 ،ص497،نعیمی کتب خانہ ، گجرات)

30صحیفے خلیل اللہ پر

اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے بعضِ انبیاء علیہم الصّلوٰۃُ وَالسَّلام پرصَحائِف اورکُتُب نازِل فرمائیں ۔ ان میں سے 60 صَحِیفے حضرتِ سیِّدُ نا شُعیب عَلٰی نَبِیِّنا وَعَلَیْہِ الصَّلوٰۃُ وَالسَّلام پر، 30 صَحِیفے حضرت سیِّدُ نا ابراہیم خلیلُ اللہ عَلٰی نَبِیِّنا وَعَلَیْہِ الصَّلوٰۃُ وَالسَّلام پر، 10 صَحِیفے حضرتِ سیِّدُ نا موسیٰ کلیمُ اللہ عَلٰی نَبِیِّنا وَعَلَیْہِ الصَّلوٰۃُ وَالسَّلام پرتَو رات شریف اترنے سے قبل نازِل ہوئے۔ (المجالس السنیہ،ص3)

نوح علیہ السلام سے کتنے عرصہ بعد

تفسیر نیشاپوری میں ہے:''وبین نوح وإبراهیم ألفان وستمائة و أربعون سنة ''ترجمہ: حضرت نوح اور حضرت ابراہیم علیہما السلام کے درمیان دو ہزار چھ سو چالیس سال کا فاصلہ ہے۔

(تفسیر نیشاپوری،سورۃ الصافات،ج5،ص568،دارالکتب العلمیہ،بیروت)

ختنے کے وقت عمرمبارک

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے ،رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:((اخْتَتَنَ إِبْرَاهِيمُ النَّبِيُّ عَلَيْهِ السَّلَام، وَهُوَ ابْنُ ثَمَانِينَ سَنَةً بِالْقَدُومِ)) ترجمہ: حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلاۃ والسلام نے تیشہ کے ساتھ اپنا ختنہ

کیا،اس وقت ان کی عمر شریف اسّی برس کی تھی۔

(صحیح بخاری،باب قولہ تعالیٰ:واتخذاللہ ابراہیم خلیلاً،ج 4،ص140،دارطوق النجاۃ ☆صحیح مسلم،من فضائل ابراہیم الخلیل علیہ السلام،ج4 ، ص 1839،داراحیاء التراث العربی،بیروت)

جب نماز میں کھڑے ہوتے

حضرت سیدنا ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: اللہ (عزوجل) کے برگزیدہ نبی حضرت سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو اپنے رب (عزوجل) سے اس قدر ڈرتے کہ ایک میل کے فاصلے سے ان کے دل سے جوش کی آواز آتی۔ (فیضان احیاء العلوم،ص213،مکتبۃ المدینہ، کراچی)

لباب الاحیاء میں ہے: حضرت سیِّدُ نا ابراہیم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام جب نماز میں ہوتے تو آپ کے دل کی دھڑکن دو میل کے فاصلے سے سنی جاتی۔

(لباب الاحیاء،ص62،مکتبۃ المدینہ، کراچی)

عبادت کے لیے کمرہ

حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:((وَكَانَ لِإِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ السَّلَام بَيْتٌ يَتَعَبَّدُ فِيهِ)) ترجمہ: حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ایک کمرہ تھا جس میں عبادت کیا کرتے تھے۔ (حلیۃ الاولیاء لابی نعیم،تکملہ کعب الاحبار،ج6،ص23،دارالفکر،بیروت)

ہر ماہ تین روزے

حضرتِ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلّم کو فرماتے ہوئے سنا:((صَامَ نُوحٌ عَلَيْهِ السَّلَامُ الدَّهْرَ إِلَّا يَوْمَ الْفِطْرِ وَالْأَضْحَى، وَصَامَ دَاوُدُ عَلَيْهِ السَّلَامُ نِصْفَ الدَّهْرِ، وَصَامَ إِبْرَاهِيمُ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ، صَامَ الدَّهْرَ، وَأَفْطَرَ الدَّهْرَ)) ترجمہ: حضرتِ سیدنا نوح علیہ السلام عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ

کے علاوہ پورا سال روزہ رکھتے تھے اور سیدنا داؤد علیہ السلام نصف سال روزہ رکھا کرتے تھے اور ابراہیم علیہ السلام ہر ماہ تین روزے رکھا کرتے اور انہیں پورا سال روزہ رکھنے اور افطاری کرنے کا ثواب ملتا تھا۔

(مجمع الزوائد، کتاب الصیام، باب صیام ثلاثۃ ایام من کل شہر، ج3، ص195، مکتبۃ القدسی، القاہرہ)

تین خلاف واقع باتیں

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں: ((لَمْ يَكْذِبْ إِبْرَاهِيمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِلَّا ثَلَاثَ كَذَبَاتٍ، ثِنْتَيْنِ مِنْهُنَّ فِي ذَاتِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ، قَوْلُهُ ﴿إِنِّي سَقِيمٌ﴾. وَقَوْلُهُ: ﴿بَلْ فَعَلَهُ كَبِيرُهُمْ هَذَا﴾. وَقَالَ: بَيْنَا هُوَ ذَاتَ يَوْمٍ وَسَارَةُ، إِذْ أَتَى عَلَى جَبَّارٍ مِنَ الجَبَابِرَةِ، فَقِيلَ لَهُ: إِنَّ هَا هُنَا رَجُلًا مَعَهُ امْرَأَةٌ مِنْ أَحْسَنِ النَّاسِ، فَأَرْسَلَ إِلَيْهِ فَسَأَلَهُ عَنْهَا، فَقَالَ: مَنْ هَذِهِ؟ قَالَ: أُخْتِي، فَأَتَى سَارَةَ قَالَ: يَا سَارَةُ: لَيْسَ عَلَى وَجْهِ الأَرْضِ مُؤْمِنٌ غَيْرِي وَغَيْرَكِ، وَإِنَّ هَذَا سَأَلَنِي فَأَخْبَرْتُهُ أَنَّكِ أُخْتِي، فَلَا تُكَذِّبِينِي، فَأَرْسَلَ إِلَيْهَا فَلَمَّا دَخَلَتْ عَلَيْهِ ذَهَبَ يَتَنَاوَلُهَا بِيَدِهِ فَأُخِذَ، فَقَالَ: ادْعِي اللَّهَ لِي وَلَا أَضُرُّكِ، فَدَعَتِ اللَّهَ فَأُطْلِقَ، ثُمَّ تَنَاوَلَهَا الثَّانِيَةَ فَأُخِذَ مِثْلَهَا أَوْ أَشَدَّ، فَقَالَ: ادْعِي اللَّهَ لِي وَلَا أَضُرُّكِ، فَدَعَتْ فَأُطْلِقَ، فَدَعَا بَعْضَ حَجَبَتِهِ، فَقَالَ: إِنَّكُمْ لَمْ تَأْتُونِي بِإِنْسَانٍ، إِنَّمَا أَتَيْتُمُونِي بِشَيْطَانٍ، فَأَخْدَمَهَا هَاجَرَ، فَأَتَتْهُ وَهُوَ قَائِمٌ يُصَلِّي، فَأَوْمَأَ بِيَدِهِ: مَهْيَا، قَالَتْ: رَدَّ اللَّهُ كَيْدَ الكَافِرِ، أَوِ الفَاجِرِ، فِي نَحْرِهِ، وَأَخْدَمَ هَاجَرَ)) ترجمہ: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کبھی جھوٹ نہ کہا سواء تین جھوٹ کے، ان میں سے دو اللہ کی ذات میں تھے کہ میں بیمار ہوں اور آپ کا فرمان کہ بلکہ یہ کام ان کے اس بڑے نے کیا، (مزید فرمایا) ایک دن آپ اور جناب سارہ ہجرت میں تھے کہ آپ ظالمین میں سے ایک ظالم پر

گزرے، اس ظالم خبر دی گئی کہ یہاں ایک شخص ہے جس کے ساتھ ایک عورت ہے لوگوں میں سے حسین ترین اس نے آپ کو بلوایا اور سارہ کے متعلق پوچھا کہ یہ کون ہیں آپ نے فرمایا میری بہن ہیں پھر آپ سارہ کے پاس آئے ان سے فرمایا کہ یہ ظالم اگر جان لے گا کہ تم میری بیوی ہو تو یہ تمہارے متعلق مجھ پر غلبہ کرلے گا، اگر وہ تم سے پوچھے تو اسے بتانا کہ تم میری بہن ہو کیونکہ تم میری اسلامی بہن ہو، روئے زمین پر میرے اور تمہارے سوا کوئی مؤمن نہیں ہے، پھر اس نے سارہ کو بلوایا آپ کو وہاں پہنچایا گیا جناب ابراہیم کھڑے ہوکر نماز پڑھنے لگے جب آپ اس کے پاس گئیں وہ اپنے ہاتھ سے آپ کو پکڑنے لگا، وہ خود پکڑا گیا، بولا اللہ سے دعا کردیں تم کو نقصان نہ دوں گا، سارہ نے اللہ سے دعا کی وہ چھوڑ دیا گیا، پھر دوبارہ پکڑنا چاہا اسی طرح پکڑا گیا اور زیادہ سخت، بولا میرے لیے اللہ سے دعا کریں تم کو تکلیف نہ دوں گا، تو اللہ سے دعا کی وہ کھول دیا گیا، پھر اس نے جناب سارہ کو دوبارہ پکڑنا چاہا تو اس طرح اور بہت سخت پکڑا گیا، بولا اللہ سے میرے لیے دعا کردیں تم کو تکلیف نہ دوں گا، سارہ نے اللہ عزوجل سے دعا کی وہ کھول دیا گیا، پھر اس نے اپنے بعض درباریوں کو بلایا تم میرے پاس انسان نہیں لائے جناتنی لائے ہو چنانچہ انہیں بی بی ہاجرہ خادمہ دیں، آپ حضرت ابراہیم کے پاس آئیں آپ کھڑے نماز پڑھ رہے تھے اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا کہ کیا گزری، بولیں اللہ نے کافر کا مکر اس کے گلے میں لوٹا دیا اور ہاجرہ خادمہ دی ہے۔

(صحیح بخاری، باب قول اللہ تعالیٰ: واتخذاللہ الخ، ج4، ص140، مطبوعہ دارطوق النجاۃ☆صحیح مسلم، باب من فضائل ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام، ج4، ص1840، داراحیاء التراث العربی، بیروت)

مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ''ثلاث کذبات'' کے بارے میں

فرماتے ہیں" ایک یہ کہ میں بیمار ہوں دوسرے یہ کہ یہ کام اس بڑے نے کیا، تیسرے یہ کہ سارہ میری بہن ہے۔ خیال رہے کہ یہ تینوں کلام سچے ہیں مگر ظاہر کے خلاف اس لیے آپ نے رب کے سامنے پیش ہونے سے انکار فرمایا، ہماری مراد دل کی بیماری یعنی کفار سے بیزاری ہے اور کبیرھم کا مقصد یہ ہے کہ اس بڑے بت نے دوسرے بت توڑے ہوں گے یہ کلام بطور استہزاء ہے بت پرستوں کی حماقت ظاہر کرنے کو اور حضرت سارہ کو دینی بہن فرمایا نہ کہ نسبی بہن۔

(مرأة المناجیح ،ج7، ص411،نعیمی کتب خانہ گجرات)

ذکرِ حبیب سے محبت

مروی ہے کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی ملکیت میں پانچ ہزار بکریاں تھیں، فرشتوں نے اس بات پر تعجب کیا کہ ان کے پاس اتنا مال ہے اور اس کے ساتھ ساتھ وہ رب کے خلیل بھی ہیں، ایک دن حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی بکریوں کے ساتھ نکلے، ایک وادی کے کنارے پہنچے تو ایک فرشتہ آدمی کی شکل میں ظاہر ہوا، اس نے (انتہائی خوبصورت آواز میں) یہ تسبیح پڑھی: سبوح قدوس رب الملائکة والروح ، جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے حبیب (رب تعالیٰ) کی تسبیح سنی تو اس تسبیح نے انہیں خوش کیا اور لقاءِ حبیب کا شوق پیدا کیا، فرمایا: اے شخص! دوبارہ میرے رب کا ذکر کرو تمہارے لیے میرا نصف مال ہے، فرشتے نے پھر مذکورہ تسبیح کی ، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: پھر میرے خالق کی تسبیح کرو میرا کل مال یعنی میری بکریاں اور میرے غلام تمہارے ہیں۔

فرشتے نے یہ دیکھا تو آپ علیہ السلام کی سب کچھ بتا دیا، فرشتوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تعریف کی اور آپ کی خلت کو تسلیم کر لیا جیسا کہ حضرت آدم علیہ السلام کی خلافت کو تسلیم کیا تھا۔ (تفسیر روح البیان، سورۃ الصافات، ج7، ص475,476، دار الفکر، بیروت)

خیر البریہ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں: ((جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: يَا خَيْرَ الْبَرِيَّةِ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ذَاكَ إِبْرَاهِيمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ)) ترجمہ: ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا بولا اے خیر البریہ (اے خلقت سے بہتر) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ ابراہیم علیہ السلام ہیں۔

(صحیح مسلم، باب من فضائل ابراہیم الخلیل علیہ السلام، ج4، ص1839، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

اس حدیث پاک کی شرح میں مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "یعنی لفظ خیر البریہ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر سجتا ہے کہ وہ اللہ کے خلیل بھی ہیں اور حضرات انبیاء علیہم السلام کے والد بھی، کعبہ بنانے والے بھی، مکہ بسانے والے بھی، میری اصل بھی۔ حضور انور کا یہ فرمان عالی تواضعًا ہیں ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ کے لیے خیر البریہ ہیں، حضرت خلیل اپنے زمانہ میں خیر البریہ تھے لہذا یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں ((انا سید ولد آدم)) (میں اولادِ آدم کا سردار ہوں)، ((آدم ومن سواہ تحت لوائی)) (حضرت آدم اور ان کے علاوہ سب لوگ میرے جھنڈے کے نیچے ہوں گے) وغیرہ کہ ان احادیث میں واقعہ (حقیقت) کا ذکر ہے اور یہاں تواضع و انکسار کا اظہار جیسے کوئی بڑا آدمی اپنے سے ماتحت کا احترام کرے اور کرائے۔ (مرأۃ المناجیح ،ج 6،ص505،نعیمی کتب خانہ، گجرات)

حافظ ابن کثیر نے بھی اس حدیث کے تحت یہی لکھا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان تواضعاً ہے، انکساری کے طور پر ہے۔

(قصص الانبیاء، ذکر ثناء اللہ ورسولہ الکریم علی عبدہ وخلیلہ ابراہیم، ج1، ص244،

دارالتألیف،القاہرہ)

سب سے پہلے لباس

حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:((اِنَّکُمْ مَحْشُوْرُوْنَ حُفَاۃً عُرَاۃً غُرْلًا، ثُمَّ قَرَأَ:﴿کَمَا بَدَأْنَا أَوَّلَ خَلْقٍ نُعِیْدُہُ وَعْدًا عَلَیْنَا اِنَّا کُنَّا فَاعِلِیْنَ﴾ وَأَوَّلُ مَنْ یُکْسَی یَوْمَ الْقِیَامَۃِ اِبْرَاھِیْمُ)) ترجمہ:تم قیامت کے دن ننگے پاؤں ننگے جسم اٹھائے جاؤ گے پھر یہ آیت پاک تلاوت فرمائی:﴿کَمَا بَدَأْنَا أَوَّلَ خَلْقٍ نُعِیْدُہُ وَعْدًا عَلَیْنَا اِنَّا کُنَّا فَاعِلِیْنَ﴾ترجمۂ کنزالایمان: جیسے پہلے اسے بنایا تھا ویسے ہی پھر کردیں گے یہ وعدہ ہے ہمارے ذمہ ہم کو اس کا ضرور کرنا (ہے)۔(پھر فرمایا:)اور سب سے پہلے جن کو لباس پہنایا جائے گا وہ حضرت ابراہیم (علیہ السلام) ہوں گے۔

(صحیح بخاری،باب قولہ تعالیٰ :واتخذ اللہ ابراہیم خلیلاً،ج4،ص139،مطبوعہ دارطوق النجاۃ)

حضرت سارہ کا انتقال

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زوجہ کی وفات کے وقت عمر مبارک 127 سال تھی ،آپ علیہ السلام بہت غم زدہ ہوئے ،ایک شخص جس کا نام عفرون بن صخر تھا اس سے چارسو مثقال کی زمین خریدی اور اس میں حضرت سارہ کو دفنایا۔

اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایک اور خاتون سے شادی کی جن کا نام قنطورا تھا،ان سے یہ اولاد پیدا ہوئی :زمران، یقشان ، مادان،مدین،شیاق ، شوح۔ (قصص الانبیاء،ذکر وفات ابراہیم الخلیل،ج1،ص 249,250،دارالتألیف، القاہرہ)

حضرت ابراھیم کا وصال

ایک قول کے مطابق حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اچانک وصال ہوا اور ایک قول پر آپ پہلے بیمار ہوئے پھر وصال ہوا،وصال کے وقت آپ علیہ السلام کی عمر

مبارک (ایک قول پر)175 سال تھی ،آپ کو بھی حضرت سارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس اسی زمین میں دفنایا گیا جو آپ علیہ السلام نے حضرت سارہ کے دفنانے کے لیے خریدی تھی۔

ابن کلبی کا قول ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر مبارک 200 سال تھی۔

(قصص الانبیاء ملخصاً،ذکر وفات ابراہیم الخلیل،ج1،ص 250،دارالتألیف ، القاہرہ)

مزار پرانوار کہاں ہے؟

حضرت ابراہیم،ان کے بیٹے حضرت اسحاق اور ان کے پوتے حضرت یعقوب علیہم السلام کے مزارات اس چکور عمارت میں ہیں جسے سلیمان بن داؤد علیہما السلام نے شہر جبرون میں تعمیر کیا اور وہ شہر آج کل ''الخلیل'' کے نام سے معروف ہے،اور یہ بات گروہ در گروہ تواتر سے ہمارے زمانے تک چلی آرہی ہے، یہ بات تو تحقیقاً ثابت ہے کہ ان کے مزارات اسی عمارت میں ہیں مگر اس بات کا تعین کرنا کہ فلاں جگہ پر ہیں اس بارے میں کوئی صحیح و محفوظ خبر نہیں ،مناسب یہ ہے کہ اس ساری جگہ کا ادب کیا جائے اور اس میں کاشتکاری سے بچا جائے کہ کہیں نیچے حضرت ابراہیم علیہ السلام یا ان کی اولاد کی قبر نہ ہو۔ (قصص الانبیاء ،ذکر وفات ابراہیم الخلیل،ج1،ص 252،دارالتألیف،القاہرہ)

سب سے پہلے

امام مالک نے روایت کی، سعید بن المسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے تھے کہ:((کَانَ اِبْرَاھِیْمُ أَوَّلَ النَّاسِ ضَیَّفَ الضَّیْفَ .وَأَوَّلَ النَّاسِ اخْتَتَنَ.وَأَوَّلَ النَّاسِ قَصَّ شَارِبَہُ.وَأَوَّلَ النَّاسِ رَأَی الشَّیْبَ.فَقَالَ:یَا رَبِّ مَا ھٰذَا؟فَقَالَ اللہُ تَبَارَکَ وَتَعَالَی:وَقَارٌ یَا اِبْرَاھِیْمُ،فَقَالَ:رَبِّ زِدْنِی وَقَارًا)) ترجمہ:حضرت ابراہیم خلیل الرحمٰن علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سب سے پہلے مہمانوں کی ضیافت کی اور سب سے

پہلے ختنہ کیا اور سب سے پہلے مونچھ کے بال تراشے اور سب سے پہلے سفید بال دیکھا۔عرض کی،اے رب! یہ کیا ہے؟ پروردگار تبارک وتعالیٰ نے فرمایا: اے ابراہیم! یہ وقار ہے۔عرض کی: اے میرے رب! میرا وقار زیادہ کر۔

(مؤطا امام مالك،ماجاء فى السنة فى الفطرة،ج 5،ص1349،موسسة زايد بن سلطان،ابو ظبى امارات☆مشكوة المصابيح،باب الترجل،الفصل الثالث،ج 2،ص 1272،المكتب الاسلامى،بيروت)

مونچھیں تراشنا

حضرت سیدنا عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے،فرماتے ہیں:((كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُصُّ أَوْ يَأْخُذُ مِنْ شَارِبِهِ وَكَانَ إِبْرَاهِيمُ خَلِيلُ الرَّحْمَنِ صَلَوَاتُ الرَّحْمَنِ عَلَيْهِ يَفْعَله)) ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی مونچھوں سے کچھ کترتے یا لیتے تھے اور اللہ کے خلیل جناب ابراہیم بھی یہ کام کرتے تھے۔

(جامع الترمذى ،باب ماجاء فى قص الشارب،ج 5،ص93،مطبعه مصطفى البابى،مصر ☆مشكوة المصابيح،باب الترجل،الفصل الثانى،ج2، ص 1263،المكتب الاسلامى ،بيروت)

حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے،رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:((أول من قصّ شَارِبه إِبْرَاهِيم صلى الله عَلَيْهِ وَسلم)) ترجمہ: جس نے سب سے پہلے مونچھیں تراشیں وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں۔

(الفردوس بماثور الخطاب،باب الالف،ج1،ص30،دارالكتب العلميه،بيروت)

سب سے پہلے شلوار

سب سے پہلے جس نے پاجامہ وشلوار پہنی ابراھیم خلیل اللہ صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ ہیں۔حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے،رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:((اول من لبس السراويل ابراهيم الخليل)) ترجمہ: سب سے پہلے جس نے شلوار پہنی وہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام تھے۔

(تاريخ ابن عساكر، ذكر ما كان من امرابراهيم عليه السلام بعد ذلك ،ج6،ص201،دارالفكر

لطباعة والنشر والتوزيع☆الفردوس بماثور الخطاب ، باب الالف،ج1،ص28،دارالكتب العلميه،بيروت)

سب سے پہلے خضاب

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے،رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:((أول من اختضب بالْحِنَّاءِ والكتم ابراهيم خَلِيل الرَّحْمَن وَأول من اختضب بِالسَّوَادِ فِرْعَوْن)) ترجمہ: سب میں پہلے حنا وکتم سے خضاب کرنے والے حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم ہیں اور سب میں پہلے سیاہ خضاب کرنے والا فرعون۔

(الفردوس بماثور الخطاب،باب الالف،ج 1،ص29,30،دارالكتب العلميه،بيروت☆الجامع الصغيرمع التيسير ،حرف الهمزه،تحت حديث اول من خضب بالحناد الخ،ج1،ص392،مكتب الامام الشافعى، الرياض)

علامہ مناوی اس حدیث کے نیچے لکھتے ہیں:"فَلذَلِك كَانَ الأول مَنْدُوبًا وَالثَّانِي محرما إِلَّا للْجِهَاد "یعنی اسی لئے پہلا خضاب مستحب ہے اور دوسرا غیر جہاد میں حرام۔

(التيسير شرح الجامع الصغير ،حرف الهمزه،تحت حديث اول من خضب بالحناد الخ،ج1 ، ص392،مكتب الامام الشافعى، الرياض)

سب سے پہلے معانقہ کرنے والے

حضرت تمیم الداری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے،فرماتے ہیں:((سُئِلَ النَّبِيّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم عَنْ مُعَانَقَةِ الرَّجُلِ الرَّجُلَ، إِذَا هُوَ لَقِيَهُ فَقَالَ :كَانَتْ تَحِيَّةَ الْأُمَمِ وَخَالِصَ وُدِّهِمْ، وَأَوَّلُ مَنْ عَانَقَ إِبْرَاهِيمُ عَلَيْهِ السَّلَام)) ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ملاقات کے وقت آدمی کا آدمی سے معانقہ کرنے (گلے ملنے) کے بارے میں پوچھا گیا تو ارشاد فرمایا: تحیّت ہے امتوں کی،اور ان کی اچھی دوستی،اور

بیشک پہلے معانقہ کرنے والے ابراہیم خلیل اللہ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام۔

(الاخوان لابن ابی الدنیا، باب فی معانقة الاخوان، ج1، ص180، دارالکتب العلمیہ، بیروت
☆الضعفاء الکبیر للعقیلی، عمربن حفص، ج3، ص154، دارالمکتبة العلمیہ، بیروت)

قمری سال پر احکام کی بناء

تفسیر کبیر میں ہے: ''وَاللّٰہُ تَعَالٰی أَمَرَھُمْ مِنْ وَقْتِ إِبْرَاھِیمَ وَإِسْمَاعِیلَ عَلَیْھِمَا السَّلَام بِبِنَاءِ الْأَمْرِ عَلَی رِعَایَةِ السَّنَةِ الْقَمَرِیَّةِ، فَھُمْ تَرَکُوا أَمْرَ اللّٰہِ فِی رِعَایَةِ السَّنَةِ الْقَمَرِیَّةِ، وَاعْتَبَرُوا السَّنَةَ الشَّمْسِیَّةَ رِعَایَةً لِمَصَالِحِ الدُّنْیَا'' ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم اور اسمٰعیل علیہما الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ سے ہی لوگوں کو قمری سال پر اپنے امور کی بناء کا حکم دیا تو انھوں نے قمری سال کی رعایت کے حکم باری تعالیٰ کو ترک کر کے اپنے مصالح کی بناء شمسی سال پر کر لی۔

(تفسیر کبیر، سورۃ التوبہ، تحت آیة انما النسئی زیادة الخ، ج16، ص45، داراحیاء التراث العربی، بیروت)

نماز ظہر سب سے پہلے

فجر کی نماز سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام نے ادا کی، ظہر کی نماز حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ادا کی، عصر کی نماز حضرت عزیر علیہ السلام نے، مغرب کی نماز حضرت داؤد علیہ السلام نے اور عشاء کی نماز سب سے پہلے ہمارے نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ادا فرمائی۔(شرح معانی الآثار ملخصاً، باب الصلوۃ الوسطیٰ، ج1، ص175، مطبوعہ عالم الکتب)

حضرت ابراہیم کو اپنا خلیل بنایا

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، فرماتے ہیں ((جَلَسَ نَاسٌ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَخَرَجَ حَتَّی إِذَا دَنَا مِنْھُمْ سَمِعَھُمْ یَتَذَاکَرُونَ قَالَ بَعْضُھُمْ: إِنَّ اللّٰہَ اتَّخَذَ إِبْرَاھِیمَ خَلِیلًا وَقَالَ آخَرُ: مُوسَی

کَلَّمَہُ اللّٰہُ تَکْلِیمًا وَقَالَ آخَرُ: فَعِیسَی کَلِمَةُ اللہ وروحہ. وَقَالَ آخَرُ: آدَمُ اصْطَفَاہُ اللّٰہُ فَخَرَجَ عَلَیْھِمْ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَقَالَ: قَدْ سَمِعْتُ کَلَامَکُمْ وَعَجَبَکُمْ أَنَّ إِبْرَاھِیمَ خَلِیل اللہ وَھُوَ کَذَلِكَ وَآدَمُ اصْطَفَاہُ اللّٰہُ وَھُوَ کَذَلِكَ أَلَا وَأَنَا حَبِیبُ اللّٰہِ وَلَا فَخْرَ وَأَنَا حَامِلُ لِوَاءِ الْحَمْدِ یَوْمَ الْقِیَامَةِ تَحْتَہُ آدَمُ فَمَنْ دُونَہُ وَلَا فَخْرَ وَأَنَا أَوَّلُ شَافِعٍ وَأَوَّلُ مُشَفَّعٍ یَوْمَ الْقِیَامَةِ وَلَا فَخْرَ وَأَنَا أَوَّلُ مَنْ یُحَرِّكُ حَلَقَ الْجَنَّةِ فَیَفْتَحُ اللّٰہُ لِی فَیُدْخِلُنِیھَا وَمَعِی فُقَرَاءُ الْمُؤْمِنِینَ وَلَا فَخْرَ وَأَنَا أَکْرَمُ الْأَوَّلِینَ وَالْآخِرِینَ عَلَی اللّٰہِ وَلَا فَخر)) ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ بیٹھے ہوئے تھے تو رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے یہاں تک کہ ان کے قریب ہو گئے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں سنا وہ باہم گفتگو کر رہے تھے ان میں سے کسی نے کہا: اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنایا، دوسرے نے کہا: اللہ تعالیٰ نے حضرت موسی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے حقیقتاً کلام فرمایا، ایک اور نے کہا: پس حضرت عیسی علیہ الصلوٰۃ والسلام کلمۃ اللہ اور روح اللہ ہیں، اور کسی نے کہا: حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام صفی اللہ ہیں، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا: تحقیق میں نے تمہارا کلام سن لیا اور تمہیں یہ بات بھاتی ہے کہ ابراہیم خلیل اللہ ہیں اور وہ ایسے ہی ہیں اور آدم صفی اللہ ہیں اور وہ ایسے ہی ہیں اور سن لو میں اللہ کا حبیب ہوں اور اس پہ کچھ فخر نہیں، اور میں قیامت کے دن اس لواء الحمد کو اٹھانے والا ہوں جس کے نیچے آدم علیہ السلام اور ان کے ماسوا (سب لوگ) ہوں گے، اور میں کچھ فخر نہیں کرتا، اور روز قیامت سب سے پہلے میں شفاعت کروں گا اور سب سے پہلے میری ہی شفاعت قبول کی جائے گی، اور اس پر کچھ فخر نہیں، اور میں وہ پہلا شخص ہوں جو جنت کے حلقے کو حرکت دے گا تو اللہ تعالیٰ میرے لئے جنت کا دروازہ کھول دے

گا اور مجھے اور میرے ساتھ غریب مسلمانوں کو جنت میں داخل کرے گا، اور کچھ فخر نہیں، اور میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک اولین وآخرین میں سب سے زیادہ عزت والا ہوں، اور کچھ فخر نہیں۔

(مشکوۃ المصابیح، باب فضائل سید المرسلین، فصل ثانی، ج 3، ص1604، المکتب الاسلامی، بیروت☆جامع الترمذی، باب فی فضل النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ج6، ص15، دارالغرب الاسلامی، بیروت☆سنن دارمی، باب ما اعطی النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ج1، ص194، دار المغنی للنشر والتوزیع، عرب)

خلیل بننے کا سبب

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا: ((یَاعمر هَل تَدْرِی لم اتخذ الله إِبْرَاهیم خَلِیلًا هَبَط إِلَیْهِ جِبْرِیل فَقَالَ یَا أَیهَا الْخَلِیل هَل تَدْرِی بِمَا اسْتَوْجَبت الْخلَّة فَقَالَ مَا أَدْرِی یَا جِبْرِیل قَالَ لِأَنَّك تُعْطِی وَلَا تَأْخُذ)) ترجمہ: اے عمر! کیا تم جانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو خلیل کیوں بنایا، (پھر خود ہی ارشاد فرمایا) حضرت جبریل علیہ السلام کو ان کی طرف بھیجا، انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے پوچھا: اے خلیل! کیا آپ جانتے ہیں کہ آپ خلّت کے مستحق کیونکر ہوئے؟ کیونکہ آپ دیتے ہیں، لیتے نہیں ہیں۔

(الفردوس بماثور الخطاب، باب الیاء، ج5، ص357، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

ایک اور سبب

حضرت وہب بن منبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ((قَرَأْتُ فِی بَعْضِ الْکُتُبِ الَّتِی أُنْزِلَتْ مِنَ السَّمَاءِ: إِنَّ اللهَ تَعَالَی قَالَ لِإِبْرَاهِیمَ عَلَیْهِ السَّلَامُ: أَتَدْرِی لِمَ اتَّخَذْتُكَ خَلِیلًا؟ قَالَ: لَا یَا رَبِّ. قَالَ: لِذُلِّ مَقَامِكَ بَیْنَ یَدَیَّ فِی الصَّلَاةِ)) ترجمہ: میں نے بعض کتب سماوی میں پڑھا کہ اللہ تعالیٰ نے

حضرت ابراہیم علیہ السلام سے پوچھا کہ کیا آپ جانتے ہیں کہ میں نے آپ کو خلیل کیوں بنایا ہے؟ عرض کیا: نہیں اے میرے رب (عزوجل)! فرمایا: نماز میں میرے سامنے تواضع کرنے کی وجہ سے۔

(حلیة الاولیاء لابی نعیم، وہب بن منبہ، ج4، ص59، دارالفکر، بیروت)

خلیل اللہ کا سلام اور نصیحت

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((لَقِیتُ إِبْرَاهِیمَ لَیْلَةَ أُسْرِیَ بِی فَقَالَ: یَا مُحَمَّدُ، أَقْرِءْ أُمَّتَكَ مِنِّی السَّلَامَ وَأَخْبِرْهُمْ أَنَّ الجَنَّةَ طَیِّبَةُ التُّرْبَةِ عَذْبَةُ المَاءِ وَأَنَّهَا قِیعَانٌ وَأَنَّ غِرَاسَهَا سُبْحَانَ اللَّهِ وَالحَمْدُ لِلَّهِ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ)) ترجمہ: میں نے معراج کی رات میں حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات کی تو انہوں نے فرمایا کہ اے محمد! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم آپ اپنی امت سے میرا سلام کہہ دیجئے اور اُن کو یہ خبر دیجئے کہ جنت کی مٹی خوشبودار اور اُس کا پانی بہت شیریں ہے اور بے شک جنت میں بہت سے میدان ہیں اور ان میں شجر کاری سُبْحَانَ اللهِ اور اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اور لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ اور اَللهُ اَكْبَرُ ہیں۔

(جامع ترمذی، باب ماجاء فی فضل التسبیح والتکبیر والتہلیل والتحمید، ج5، ص510، مطبعة مصطفی البابی، مصر)

ان کلمات کے ساتھ تعویذ

حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ ((كَانَ النَّبِیُّ صَلَّى اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُعَوِّذُ الحَسَنَ وَالحُسَیْنَ، وَیَقُولُ: إِنَّ أَبَاكُمَا كَانَ یُعَوِّذُ بِهَا إِسْمَاعِیلَ وَإِسْحَاقَ: أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللَّهِ التَّامَّةِ، مِنْ كُلِّ شَیْطَانٍ وَهَامَّةٍ، وَمِنْ كُلِّ عَیْنٍ لَامَّةٍ)) نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم امام حسن اور امام حسین رضی

اللہ تعالٰی عنہما کوتعویذ کرتے اورفرماتے کہ بےشک تمہارے باپ (حضرت ابراہیم علیہ السلام) حضرت اسماعیل اور حضرت اسحاق علیہما السلام کوان کلمات کے ساتھ تعویذ کرتے تھے:
أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّةِ، مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ وَهَامَّةٍ، وَمِنْ كُلِّ عَيْنٍ لَامَّةٍ

(صحیح بخاری،قولہ تعالیٰ:واتخذ الله ابراہیم خلیلاً،ج4،ص147،مطبوعہ دارطوق النجاۃ)

اچھی تخلیق

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشادفرمایا:((أوحى الله عز وجل إلى إبراهيم أنت ممن حسن الله خلقك فأحسن خلقك)) ترجمہ: اللہ تعالٰی نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی اللہ تعالٰی نے آپ کی تخلیق اچھی فرمائی ہے آپ اپنے اخلاق اچھے کیجئے۔

(الفردوس بماثور الخطاب،باب الالف،ج1،ص140،دارالکتب العلمیہ، بیروت)

عورت ٹیڑھی پسلی سے

منقول ہے کہ حضرت سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علٰی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ عزوجل کی بارگاہ میں حضرت سیدتنا سارہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کے خُلق کی شکایت کی، اللہ عزوجل نے ان کی طرف وحی فرمائی: مَیں نے عورت کو ٹیڑھی پسلی سے پیدا کیا ہے (وہ یوں کہ عورت یعنی حوا رضی اللہ تعالٰی عنہا کو حضرت آدم علیہ السلام کی ٹیڑھی بائیں پسلی سے پیدا کیا گیا اور ٹیڑھی پسلی کو اگر تم سیدھا کرنا چاہوگے تو توڑ ڈالو گے، لہٰذا اسے برداشت کرو) اور وہ جیسی بھی ہو اس کے ساتھ گزارہ کرو، ہاں! اگر دین میں کمی دیکھو تو ضرور پورا کرو۔

(المعجم الکبیر للطبرانی،ج9،ص338،مکتبہ ابن تیمیہ،القاہرہ☆مجمع الزوائد بحوالہ طبرانی،باب ثواب المرأۃعلی الخ،ج4،ص304،مکتبۃ القدسی،القاہرہ)

لاحول ولاقوہ الاباللہ

حضرت سیدنا ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:((أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةَ أُسْرِيَ بِهِ مَرَّ عَلَى إِبْرَاهِيمَ، فَقَالَ: مَنْ مَعَكَ يَا جِبْرِيلُ؟ قَالَ: هَذَا مُحَمَّدٌ، فَقَالَ لَهُ إِبْرَاهِيمُ: مُرْ أُمَّتَكَ فَلْيُكْثِرُوا مِنْ غِرَاسِ الْجَنَّةِ، فَإِنَّ تُرْبَتَهَا طَيِّبَةٌ، وَأَرْضَهَا وَاسِعَةٌ قَالَ: وَمَا غِرَاسُ الْجَنَّةِ؟ قَالَ: لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ)) ترجمہ: معراج کی رات نبیوں کے تاجور، محبوبِ ربِّ اکبر صلّی اللہ تعالٰی علیہ والہ وسلّم حضرتِ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے قریب سے گزرے تو انہوں نے پوچھا، اے جبرئیل! تمہارے ساتھ کون ہے۔ انہوں نے عرض کیا، یہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں۔ حضرتِ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! اپنی امت کو جنت کے پودوں میں اضافہ کرنے کا حکم دیجئے کیونکہ جنت کی مٹی پاکیزہ اور زمین وسیع ہے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے استفسار فرمایا کہ جنت کے پودے کیا ہیں؟ حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے جواب دیا: لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّابِاللّٰهِ (پڑھنا)۔

(المسند للامام احمد بن حنبل، حدیث ابو ایوب الانصاری،ج38،ص533،مؤسسۃ الرسالہ،بیروت)

بہتر چیز کا صدقہ

حضرت سیّدُنا ابو القاسم مذکور علیہ رحمۃ اللہ الغفور فرماتے ہیں کہ حضرت سیّدُنا ابراہیم علٰی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے اخلاق میں سے یہ تھا کہ وہ اپنے پاس موجود سب سے اچھی، بہتر اور خوبصورت شئے صَدَقہ کرتے، آپ سے عرض کی گئی: اگر آپ اس سے کم صدقہ کریں تب بھی آپ علیہ السلام کو کفایت کریگا۔ تو آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: کیا اللہ عزَّ وَجَلَّ مجھے ملاحظہ نہیں فرما رہا کہ میں اُس سے اپنے پاس موجود گھٹیا چیز کے بدلے بہتر چیز طلب کرتا ہوں۔ (حکایتیں اورنصیحتیں،ص235،مکتبۃ المدینہ،کراچی)

نافرمانوں کی روح قبض کرتے وقت

منقول ہے کہ حضرتِ سیّدُنا ابراہیم خلیل اللہ علٰی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے ملک

الموت علیہ السلام سے فرمایا: کیا تم مجھے وہ صورت دکھا سکتے ہو جس میں تشریف لا کر نافرمانوں کی روح قبض کرتے ہو؟ حضرتِ سیدنا عزرائیل علیہ السلام نے کہا: آپ علیہ السلام برداشت نہیں کر سکیں گے ۔ حضرتِ سیّدُ نا ابراہیم علٰی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام نے کہا: کیوں نہیں (میں دیکھ لوں گا)۔انہوں نے کہا: آپ مجھ سے الگ ہو جایئے ۔ حضرتِ سیّدُ نا ابراہیم علٰی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام الگ ہو گئے ۔ پھر ادھر متوجہ ہوئے تو ملاحظہ کیا، کالے کپڑوں میں ملبوس ایک سیاہ فام شخص ہے جس کے بال کھڑے ہیں ،بدبو آرہی ہے،اس کے منہ اور نتھنوں سے آگ اور دُھواں نکل رہا ہے ۔(یہ دیکھ کر) حضرتِ سیّدُ نا ابراہیم علٰی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام پر بے ہوشی طاری ہو گئی ۔ جب ہوش آیا تو ملک الموت علیہ السلام اپنی اصلی حالت پر آ چکے تھے ۔آپ علیہ السلام نے فرمایا: اے ملک الموت (علیہ السلام)! موت کے وقت صرف تمہاری صورت دیکھنا ہی فاسق وفاجر کے لئے بہت بڑا عذاب ہے ۔

(احیاء علوم الدین، کتاب الذکر والموت ومابعدہا،باب ثالث فی سکرات الموت، ج 4، ص461،دارالمعرفہ،بیروت)

مؤمن کی روح قبض کرتے وقت

حضرت سَیّدُ نا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، حضرت سَیّدُ نا ابراہیم علٰی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام بہت غیور تھے، آپ ایک گھر میں عبادت کیا کرتے تھے، جب باہر تشریف لے جاتے ،تو اسے بند کر دیتے ،ایک دن واپس تشریف لائے تو گھر کے اندر ایک آدمی کو پایا تو پوچھا: تمہیں میرے گھر میں کس نے داخل ہونے کی اجازت دی؟ اس نے کہا: مجھے اس نے اجازت دی، جو مجھ سے اور آپ علیہ السلام سے زیادہ اس گھر کا مالک ہے ۔ "آپ علیہ السلام نے پوچھا: تو کون ہے؟ کیا تو فرشتہ ہے؟ اس نے جواب دیا: میں موت کا فرشتہ ہوں ۔آپ علیہ السلام نے پوچھا: تم جس صورت میں

مؤمن کی روح قبض کرتے ہو وہ صورت مجھے دکھا سکتے ہو؟ "عرض کیا: جی ہاں! آپ علیہ السلام اپنا رُخ دوسری طرف پھیریں ۔ جب آپ علیہ السلام دوبارہ متوجہ ہوئے تو دیکھا ایک نوجوان ہے اور آپ علیہ السلام نے اس کے حسن ،عمدہ کپڑوں اور پاکیزہ خوشبو کا ذکر کیا، آپ علیہ السلام نے فرمایا: اے ملک الموت علیہ السلام! مؤمن کو موت کے وقت تمہاری صورت ہی کافی ہے ۔ (لباب الاحیاء،ص386،مکتبۃ المدینہ،کراچی)

عقل مند کو چاهیے اپنی جان پر روئے

حضرتِ سیّدُ نا ابراہیم خلیل اللہ علٰی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام نے کچھ لوگوں کو میت پر روتے ہوئے دیکھ کر ارشاد فرمایا: اگر تم میت پر رونے کی بجائے خود اپنی جانوں پر روتے تو تمہارے لئے بہتر تھا کہ میت کو تو تین ہولناک مراحل سے نجات مل گئی ہے:(1) ملک الموت کو اس نے دیکھ لیا(2) موت کا ذائقہ بھی اس نے چکھ لیا اور (3) اسے (برے) خاتمے کا خوف بھی نہ رہا۔لہٰذا عقل مند انسان کو چاہے کہ اپنی جان پر روئے کہ یہی اس کے زیادہ لائق ہے اور اسے اس بات سے ہرگز غافل نہیں ہونا چاہے کہ موت اس کی تلاش میں اس کے پیچھے پیچھے ہے ۔

(حکایتیں اور نصیحتیں،ص548،مکتبۃ المدینہ،کراچی)

اس کی کیا جزاء ہے

اُمیہ بن صفوان کہتے ہیں کہ صفوان کی مٹی میں ایک بندھا ہوا صحیفہ پایا گیا جس میں یہ (لکھا ہوا) تھا کہ حضرت سیّدُ نا ابراہیم خلیل اللہ علٰی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام نے اپنے رب عَزَّ وَجَلَّ کی بارگاہ میں عرض کی:((أَيْ رَبِّ، مَا جَزَاءُ مَنْ يَبُلُّ الدَّمْعُ وَجْهَهُ مِنْ خَشْيَتِكَ؟ قَالَ: صَلَوَاتِي،فَقَالَ:فَمَا جَزَاءُ مَنْ يُصَبِّرُ الْحَزِينَ ابْتِغَاءَ لِوَجْهِكَ؟ قَالَ:أَكْسُوهُ ثِيَابًا مِنَ الْإِيمَانِ يَتَبَوَّأُ بِهَا الْجَنَّةَ وَيَتَّقِي بِهَا النَّارَ قَالَ:

فَمَا جَزَاءُ مَنْ يَسُدُّ الْاَرْمَلَةَ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ؟ قَالَ:وَمَا يَسُدُّ؟ قَالَ:يَرْوِيهَا أُقِيمُهُ فِي ظِلِّي وَأُدْخِلُهُ جَنَّتِي قَالَ:فَمَا جَزَاءُ مَنْ تَبِعَ الْجِنَازَةَ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ؟ قَالَ: يُصَلِّي مَلَائِكَتِي عَلَى جَسَدِهِ وَيُشَيِّعُ رُوحَهُ)) ترجمہ:اے میرے پروردگار عَزَّ وَجَلَّ !اس کی جزا کیا ہے کہ تیرے خوف کی وجہ سے جس کے آنسوؤں سے اس کا چہرہ تر ہوجائے۔فرمایا میری رحمتیں،عرض کی یارب (عزوجل)!اس کی جزا کیا ہے کہ جو تیری رضا کی خاطر غمزدہ کو صبر کی تلقین کرے؟ فرمایا میں اسے ایمان کا لباس پہناؤں گا جس کے ذریعے جنت اس کا ٹھکانا ہوگا اور جہنم سے بچ جائے گا،عرض کی اے پروردگار! اس کی جزا کیا ہے کہ جو تیری رضا کی خاطر بیوہ عورت (کے حالات کو) درست کرے؟ فرمایا اس کا درست کرنا کیا ہے؟ عرض کی اس کے معاملات (درست کرنے) میں غور وفکر کرے،فرمایا میں اسے اپنے سایہ رحمت میں جگہ دوں گا اور اپنی جنت میں داخل کروں گا،عرض کی اس کی جزا کیا ہے جو تیری رضا کی خاطر جنازے میں حاضر ہو؟ فرمایا میرے ملائکہ اس کے جسم پر رحمتیں بھیجتیں ہیں اور اسکی روح کو (مدد کے ذریعے) مضبوط کرتے ہیں۔

(مصنف عبد الرزاق،باب التعزیة،ج3،ص395،المکتب الاسلامی،بیروت)

محب اور محبوب کی ملاقات

مروی ہے کہ جب موت کا فرشتہ حضرت سَیِّدُ نا ابراہیم علٰی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی روح قبض کرنے کے لئے حاضر ہوا تو آپ علیہ السلام نے اس سے پوچھا: کیا تم نے کبھی دیکھا ہے کہ کوئی خلیل اپنے خلیل کو موت دے؟،تو اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے ان کی طرف وحی کرتے ہوئے استفسار فرمایا: کیا تم نے کسی محبّ کو اپنے محبوب کی ملاقات کو ناپسند کرتے ہوئے دیکھا ہے؟ تو حضرت سَیِّدُ نا ابراہیم علٰی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: اے

موت کے فرشتے ابھی میری روح قبض کرلو۔

(لباب الاحیاء،ص349،مکتبة المدینه،کراچی)

حسن اخلاق سے پیش آؤ

حضرتِ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نُبوت، مَخزنِ جودوسخاوت، پیکرِ عظمت و شرافت، مَحبوبِ رَبُّ العزت، مُحسنِ انسانیت صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا:((أَوْحَى اللَّهُ إِلَى إِبْرَاهِيمَ:يَا خَلِيلِي، حَسِّنْ خُلُقَكَ، وَلَوْ مَعَ الْكَافِرِ تَدْخُلْ مَدْخَلَ الْأَبْرَارِ، فَإِنَّ كَلِمَتِي سَبَقَتْ لِمَنْ حَسُنَ خُلُقُهُ أَنْ أُظِلَّهُ تَحْتَ عَرْشِي، وَأَنْ أَسْقِيَهُ مِنْ حَظِيرَةِ قُدْسِي، وَأَنْ أُدْنِيَهُ مِنْ جِوَارِي)) ترجمہ: اللہ عزوجل نے حضرتِ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ اے میرے خلیل علیہ السلام! لوگوں سے حسنِ اخلاق سے پیش آ ؤ خواہ (سامنے والا) کافر ہی کیوں نہ ہو تو ابرار کے ٹھکانے میں داخل ہو جاؤ گے اور بے شک میں اچھے اخلاق والے کے بارے میں کہہ چکا ہوں کہ اسے اپنے عرش کے نیچے سائے میں جگہ دوں گا اور اسے اپنی جنت کے شربت سے سیراب کروں گا اور اپنے جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرماؤں گا۔ (المعجم الاوسط، من اسمه محمد،ج 6، ص315،دارالحرمین،القاہرہ)

مشرک چچا آزر کا انجام

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:((يَلْقَى إِبْرَاهِيمُ أَبَاهُ آزَرَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَعَلَى وَجْهِ آزَرَ قَتَرَةٌ وَغَبَرَةٌ، فَيَقُولُ لَهُ إِبْرَاهِيمُ:أَلَمْ أَقُلْ لَكَ لاَ تَعْصِنِي، فَيَقُولُ أَبُوهُ:فَالْيَوْمَ لاَ أَعْصِيكَ، فَيَقُولُ إِبْرَاهِيمُ:يَا رَبِّ إِنَّكَ وَعَدْتَنِي أَنْ لاَ تُخْزِيَنِي يَوْمَ يُبْعَثُونَ، فَأَيُّ خِزْيٍ

أَخْزَى مِنْ أَبِي الْأَبْعَدِ؟ فَيَقُولُ اللَّهُ تَعَالَى:إِنِّي حَرَّمْتُ الجَنَّةَ عَلَى الكَافِرِينَ، ثُمَّ يُقَالُ:يَا إِبْرَاهِيمُ، مَا تَحْتَ رِجْلَيْكَ؟ فَيَنْظُرُ، فَإِذَا هُوَ بِذِيخٍ مُلْتَطِخٍ، فَيُؤْخَذُ بِقَوَائِمِهِ فَيُلْقَى فِي النَّارِ)) حضرت ابراہیم اپنے باپ (چچا) آزر سے قیامت کے دن ملیں گے آزر کے منہ پر سیاہی اور مٹیلا رنگ ہوگا، اس سے ابراہیم علیہ السلام فرمائیں گے کہ کیا میں نے تم سے نہ کہا تھا کہ میری نافرمانی نہ کر ان کا باپ کہے گا کہ اب میں آپ کی نافرمانی نہ کروں گا، جناب ابراہیم علیہ السلام کہیں گے اے رب! تو نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ جس دن لوگ اٹھائیں جائیں گے تو مجھے رسوا نہ کرے گا تو میرے باپ (چچا) کی ہلاکت سے بڑھ کر میرے لیے کون سی رسوائی بڑی ہے، اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ میں نے کفار پر جنت حرام کر دی ہے، پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہا جائے گا کہ تمہارے پاؤں کے نیچے کیا ہے وہ دیکھیں گے کہ وہ ایک لتھڑے ہوئے بھیڑیئے پر ہے پھر آزر کے ہاتھ پاؤں پکڑ لیے جائیں گے اسے آگ میں ڈال دیا جاوے گا۔

(صحیح بخاری، باب قولہ تعالیٰ:واتخذاللہ ابراہیم خلیلاً، ج4، ص139، مطبوعہ دار طوق النجاۃ)

اس حدیث پاک کے تحت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''تحقیق یہ ہے کہ آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا چچا ہے، قرآن کریم یا حدیث شریف میں اسے اب (باپ) کہنا مجازاً ہے، ان کے والد کا نام تارخ ہے وہ مؤمن موحد تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آباؤ اجداد از آدم علیہ السلام تا حضرت عبداللہ سارے ہی مؤمن موحد ہیں کوئی مشرک کافر زانی نہیں، یہ نسب پاک ان دونوں عیبوں سے منزہ ہے۔ قیامت کے دن کفار کے چہرے کالے ہوں گے، مؤمنوں کے منہ اجیالے، یہ چہروں کے رنگ دلوں کے رنگ کے مطابق ہوں گے، حضرت بلال کا حسن وہاں دیکھنا ان شاء اللہ۔ یہاں باپ کہہ کر آزر فرما دیا گیا تاکہ کوئی حقیقی والد نہ سمجھ لے چچا ہی سمجھے، (اشعہ)

(مرأۃ المناجیح، ج7، ص370، نعیمی کتب خانہ، گجرات)

معظم دینی کی تصویر

فتاوی رضویہ میں ہے: ''معظم دینی کی تصویر زیادہ موجب وبال ونکال ہے کہ اس کی تعظیم کی جائے گی اور تصویر ذی روح کی تعظیم خاصی بت پرستی کی صورت اور گویا ملت اسلامی سے صریح مخالفت ہے۔ ابھی حدیث سن چکے کہ وہ (کفار) اولیاء ہی کی تصویریں رکھتے تھے جس پر ان کو بدترین خلق اللہ فرمایا۔ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے بڑھ کر کون معظم دین ہوگا اور نبی بھی کون حضرت شیخ الانبیاء خلیل کبریا سیدنا ابراہیم علیٰ ابنہ الکریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم کہ ہمارے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد تمام جہان سے افضل واعلیٰ ہیں ان کی اور حضرت سیدنا اسمٰعیل ذبیح اللہ و حضرت بتول مریم علیہم الصلوٰۃ کی تصویریں دیوار کعبہ پر کفار نے منقش کی تھیں، جب مکہ معظّمہ فتح ہوا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پہلے بھیج کر وہ سب محو کرا دیں، جب کعبہ معظّمہ میں تشریف فرما ہوئے بعض کے نشان کچھ باقی پائے پانی منگا کر بنفس نفیس انہیں دھویا اور بنانے والوں کو ''قاتل اللہ'' فرمایا اللہ انہیں قتل کرے۔

(فتاوی رضویہ، ج24، ص 125، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

ابراھیم علیہ السلام نے مکه کو حرم بنایا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کی: ((اللَّهُمَّ إِنَّ إِبْرَاهِيمَ حَرَّمَ مَكَّةَ، وَإِنِّي أُحَرِّمُ مَا بَيْنَ لَابَتَيْهَا)) ترجمہ: اے اللہ! حضرت ابراہیم نے مکہ کو حرم بنایا اور میں ان دو سنگلاخوں کے درمیان زمین (مدینہ منورہ) کو حرم بناتا ہوں۔

(صحیح بخاری، باب قولہ تعالیٰ:واتخذاللہ ابراہیم خلیلاً، ج4، ص146، مطبوعہ دار طوق النجاۃ)

انھوں نے مکہ کے لیے دعا کی

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس طرح دعا کی: ((اللّٰهُمَّ إِنَّ إِبْرَاهِيمَ خَلِيلُكَ وَعَبْدُكَ دَعَاكَ لِأَهْلِ مَكَّةَ، وَأَنَا مُحَمَّدٌ عَبْدُكَ وَرَسُولُكَ أَدْعُوكَ لِأَهْلِ الْمَدِينَةِ مِثْلَ مَا دَعَاكَ بِهِ إِبْرَاهِيمُ لِمَكَّةَ، نَدْعُوكَ أَنْ تُبَارِكَ لَهُمْ فِي صَاعِهِمْ، وَمُدِّهِمْ، وَثِمَارِهِمْ، اللَّهُمَّ حَبِّبْ إِلَيْنَا الْمَدِينَةَ كَمَا حَبَّبْتَ إِلَيْنَا مَكَّةَ، وَاجْعَلْ مَا بِهَا مِنْ وَبَاءٍ بِخُمٍّ، اللَّهُمَّ إِنِّي حَرَّمْتُ مَا بَيْنَ لَابَتَيْهَا كَمَا حَرَّمْتَ عَلَى لِسَانِ إِبْرَاهِيمَ الْحَرَمَ)) ترجمہ: اے اللہ! بے شک حضرت ابراہیم (علیہ السلام) تیرے خلیل اور تیرے بندے ہیں انہوں نے اہل مکہ کے لیے دعا کی اور میں محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) تیرا بندہ اور رسول ہوں میں اہل مدینہ کے لیے اس طرح کی دعا کرتا ہوں جو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کے لیے مانگی، ہم تجھ سے دعا کرتے ہیں کہ اہل مدینہ کے صاع میں، ان کے مد میں اور ان کے پھلوں میں برکت عطا فرما، اے اللہ! ہمارے لیے مدینہ کو محبوب بنا دے جیسا کہ تو نے ہمارے لیے مکہ کو محبوب بنایا، اس کو بیماریوں سے خوب صاف ستھرا فرما دے، اے اللہ میں نے ان دو سنگلاخوں کے درمیان زمین کو حرم بناتا ہوں جیسا کہ تو نے حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کی زبان پر (مکہ کو) حرم بنایا۔

(مسند احمد بن حنبل، حدیث ابی قتادہ الانصاری، ج37، ص312، مؤسسۃ الرسالہ، بیروت ☆ مجمع الزوائد، باب جامع فی الدعاء لہا، ج3، ص304، مکتبۃ القدسی، القاہرہ)

حتی کہ ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، حضور شفیع المذنبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے مجھے تین سوال عطا فرمائے، میں نے دو بار تو دنیا میں عرض کر لی: ((اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِأُمَّتِي، اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِأُمَّتِي)) ترجمہ: الٰہی! میری

اُمت کی مغفرت فرما، الٰہی! میری اُمت کی مغفرت فرما۔

((وَأَخَّرْتُ الثَّالِثَةَ لِيَوْمٍ يَرْغَبُ إِلَيَّ الْخَلْقُ كُلُّهُمْ، حَتَّى إِبْرَاهِيمُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ)) ترجمہ: اور تیسری عرض اس دن کے لیے اٹھا رکھی جس میں مخلوقِ الٰہی میری طرف نیازمند ہوگی یہاں تک کہ ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوۃ والسلام۔

(صحیح مسلم، باب بیان ان القرآن علی سبعۃ احرف، ج1، ص561، داراحیاء التراث العربی، بیروت)

حافظ ابن کثیر اس حدیث پاک کے تحت لکھتے ہیں: اس حدیث پاک میں حضور سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے والد حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عظیم مدح کی ہے، یہ کلام اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام دنیا اور آخرت میں حضور سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد تمام مخلوق سے افضل ہیں۔

(قصص الانبیاء، ذکر ثناء اللہ ورسولہ الکریم علی عبدہ وخلیلہ ابراہیم، ج1، ص234، دارالتألیف، القاہرہ)

موتی کا محل

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((إِنَّ فِي الْجَنَّةِ قَصْرًا أَحْسَبُهُ قَالَ مِنْ لُؤْلُؤَةٍ لَيْسَ فِيهِ فَصْمٌ وَلَا وَهْيٌ أَعَدَّهُ اللّٰهُ لِخَلِيلِهِ إِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ نُزُلًا)) ترجمہ: جنت میں ایک محل ہے (راوی کا بیان ہے کہ میرا خیال ہے کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ) وہ موتی کا ہے اس میں نہ تو کوئی شگاف ہے اور نہ ہی پھٹن، اللہ تعالیٰ نے اس کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مہمانی کے لیے تیار فرمایا ہے۔

(مسند بزار، ج15، ص290، مکتبۃ العلوم والحکم، مدینہ منورہ)

میرے قریبی میرے باپ

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں: ((قَالَ

رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ :إِنَّ لِكُلِّ نَبِيٍّ وُلَاةً مِنَ النَّبِيِّينَ، وَإِنَّ وَلِيِّي أَبِي وَخَلِيلُ رَبِّي ، ثُمَّ قَرَأَ:﴿إِنَّ أَوْلَى النَّاسِ بِإِبْرَاهِيمَ لَلَّذِينَ اتَّبَعُوهُ وَهَذَا النَّبِيُّ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَاللَّهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِينَ ﴾)) ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: ہر نبی کے بعض نبی قریب تر ہوتے ہیں اور میرے قریبی میرے باپ میرے رب کے خلیل ہیں پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: لوگوں میں ابراہیم سے قریب ترین وہ ہیں جنھوں نے ان کی پیروی کی اور یہ نبی اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور اللہ والی ہے مؤمنوں کا۔

(جامع الترمذی،باب ومن سورة آل عمران،ج5،ص223،مطبعه مصطفی البابی ، مصر)

اس حدیث پاک کی شرح میں مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ’’یعنی حضرات انبیاء کرام میں ہر نبی کو کسی دوسرے نبی سے خاص قرب خاص مناسبت ہوتی ہے جیسے موسیٰ علیہ السلام کو نوح علیہ السلام سے مناسبت ہے جلالت میں اور کفار کو ہلاک کرانے میں یا عیسیٰ علیہ السلام کو حضرت یحیی علیہ السلام سے تارک الدنیا ہونے میں۔

(فرمایا) میں صورۃً سیرۃً اخلاقاً حضرت ابراہیم سے بہت ہی مناسبت رکھتا ہوں حتی کہ حضور کا دین اسلام بھی ملت ابراہیم کہلاتا ہے، رب فرماتا ہے: ﴿قُلْ بَلْ مِلَّةَ اِبْرٰھٖمَ حَنِیْفًا ﴾ حتی کہ حضور انور نے فرمایا کہ بالکل جناب ابراہیم کی ہم شکل ہوں جو انہیں دیکھنا چاہے وہ مجھے دیکھ لے۔

حضور انور نے اپنے فرمان عالی کی تائید میں یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی جس میں حضور کو حضرت ابراہیم سے قریب تر فرمایا گیا ہے۔ معلوم ہوا کہ اچھوں سے قرب بھی اچھا ہے، حضور حبیب اللہ ہیں اور خلیل سے قرب خاص رکھتے ہیں نور علی نور ہیں صلی اللہ علیہ وسلم۔

خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم توکل، صبر، رضا بالقضاء، راہ خدا میں قربانی

دینے سے بڑی سے بڑی طاغوتی طاقت کا مقابلہ کرکے اسے فنا کرنے میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا نمونہ ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حالات زندگی کا مطالعہ کرو پھر آقائے دو جہاں کی سیرت پاک بغور پڑھو یکسانیت نظر آئے گی۔ جو مؤمن حضور انور کے نقش قدم پر چلے اسے بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ان شاء اللہ قرب حاصل ہوگا۔

(مرأة المناجیح،ج8،ص32،نعیمی کتب خانہ ، گجرات)

میں دعائے ابراھیم ھوں

حضرت عرباض ابن ساریہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:((إِنِّي عَبْدُ اللهِ لَخَاتَمُ النَّبِيِّينَ، وَإِنَّ آدَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَمُنْجَدِلٌ فِي طِينَتِهِ، وَسَأُنَبِّئُكُمْ بِأَوَّلِ ذَلِكَ دَعْوَةُ أَبِي إِبْرَاهِيمَ، وَبِشَارَةُ عِيسَى بِي، وَرُؤْيَا أُمِّي الَّتِي رَأَت)) ترجمہ: میں اللہ کا بندۂ خاص اور آخری نبی ہوں اس وقت سے جبکہ آدم اپنی خمیر میں لوٹ رہے تھے میں تم کو اپنی پہلی حالت بتاتا ہوں میں دعاء ابراہیم ہوں اور بشارت عیسیٰ ہوں میں اپنی ماں کا نظارہ ہوں جو انہوں نے میری ولادت کے وقت دیکھا کہ ان کے سامنے ایک نور ظاہر ہوا جس سے ان کے لیے شام کے محل چمک گئے۔

(مسند احمد بن حنبل،حدیث العرباض ابن ساریہ،ج28،ص379،مؤسسة الرساله،بیروت)

ملتِ ابراھیمی کی اتباع

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فتاوی رضویہ میں داڑھی شریف کا حکم بیان کرتے ہوئے اور اس کے بڑھانے کی ترغیب دلاتے ہوئے فرماتے ہیں:

قال عزمجدہ ﴿ثُمَّ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ أَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا﴾ ترجمہ: میں نے تمھاری طرف وحی بھیجی کہ جناب ابراہیم علیہ السلام کے دین کو اپناؤ (یعنی دین ابراہیمی کی پیروی کرو) جو ہر قسم کے باطل سے الگ تھلگ رہنے والے تھے۔

(سورۃ النحل، آیت123)

قال سبحانہ وتعالیٰ: ﴿قُلْ بَلْ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا﴾ ترجمہ: تم فرماؤ بلکہ ہم ابراہیم کا دین لیتے ہیں۔ (پ 1، سورۃ البقرہ، آیت135)

قال جلت الاؤہ (اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ جس کی بڑی بڑی نعمتیں ہیں) : ﴿وَمَنْ يَرْغَبُ عَنْ مِلَّةِ إِبْرَاهِيمَ إِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهُ﴾ ترجمہ: اور ملت ابراہیمی سے کون بے رخی کرسکتا ہے سوا اس کے جس کو اس کے نفس نے بیوقوف بنا ڈالا ہو۔

(پ1، سورۃ البقرہ، آیت130)

قال توالت نعماءہ (اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا بندوں پر جس کے انعامات مسلسل اور لگا تار ہیں): ﴿قَدْ كَانَتْ لَكُمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِي إِبْرَاهِيمَ وَالَّذِينَ مَعَهُ﴾ ترجمہ: بے شک تمھارے لئے حضرت ابراہیم اور ان اہل ایمان حضرات کی زندگیوں میں جو ان کے ساتھی تھے بہترین اقتداء ہے۔ (پ 28، سورۃ الممتحنہ، آیت4)

قال جل ذکرہ: ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيهِمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِمَنْ كَانَ يَرْجُو اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَمَنْ يَتَوَلَّ فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ﴾ ترجمہ: بے شک تمھارے لئے ان میں (یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے پیروکاروں میں) بہترین نمونہ ہے ہر اس شخص کے لئے جو اللہ تعالیٰ اور قیامت پر یقین رکھتا ہو اور جو کوئی ہمارے حکم سے منہ پھیرے تو بیشک اللہ تعالیٰ ہی بے پرواہ اور لائق تعریف ہے

(پ28، سورۃ الممتحنہ، آیت6)

ہر ذی علم جانتا ہے کہ داڑھی بڑھانا ملت ابراہیمی کا مسئلہ شریعت ابراہیمی کا

طریقہ ہے اور ان آیات میں رب جل وعلا نے ہمیں ملت ابراہیم علی ابنہ الکریم وعلیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم کی اتباع کا حکم دیا اور معاذ اللہ اس سے اعراض کو سخت حماقت اور سفاہت فرمایا اور ان کی رسم وراہ اختیار کرنے کی کمال ترغیب دی اور آخر میں فرمادیا کہ جو ہمارے حکم سے پھرے تو اللہ بے نیاز بے پرواہ ہے اور ہر حال میں اسی کے لئے حمد ہے۔ (فتاوی رضویہ، ج22، ص637,638، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

سات کے دل

حضرتِ سیّدُنا ابنِ مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، سرکارِ مدینہ منوّرہ سردارِ مکّہ مکرّمہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلّم نے فرمایا، اللہ تعالیٰ کے تین سو بندے رُوئے زمین پر ایسے ہیں کہ ان کے دل حضرت سیّدُنا آدم صَفِیُّ اللہ علٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے قلبِ اطہر پر ہیں۔ اور چالیس کے دل حضرتِ سیّدُنا موسیٰ کلیم اللہ علٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے قلبِ اطہر پر ہیں۔ اور سات کے دل حضرتِ سیّدُنا ابراہیم خلیل اللہ علٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے قلبِ اطہر پر ہیں اور پانچ کے دل حضرتِ سیّدُنا جبرائیل علٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے قلبِ اطہر پر ہیں۔ اور تین کے دل حضرتِ سیّدُنا میکائیل علٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے قلبِ اطہر پر ہیں۔ ایک ان میں ایسا ہے جس کا دل حضرتِ سیّدُنا اسرافیل علٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے قلبِ اطہر پر ہے۔

جب ان میں "ایک" وفات پاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی جگہ "تین" میں سے ایک کو مقرّر فرماتا ہے اور اگر "تین" میں سے کوئی ایک وفات پاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی جگہ "پانچ" میں سے ایک کو اور اگر "پانچ" میں سے کوئی ایک وفات پاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی جگہ "سات" میں سے ایک کو اور اگر ان "سات" میں کا کوئی ایک وفات پاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی جگہ "چالیس" میں سے ایک کو اور اگر ان

"چالیس "حضرات میں سے کوئی ایک وفات پاتا ہے تو اللہ تعالیٰ ان کی جگہ "تین سو" میں سے ایک کو اور اگر ان "تین سو" میں سے کوئی ایک وفات پاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی جگہ عام لوگوں میں سے کسی کو مقرّر فرماتا ہے۔ان کے ذَرِیعے (وسیلے) سے زندَگی اور موت ملتی، بارِش برستی، کھیتی اُگتی اور بلائیں دُور ہوتی ہیں حضرتِ سیِّدُنا ابنِ مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اِستِفسار کیا گیا، "ان کے ذَرِیعے کیسے زندَگی اور موت ملتی ہے؟ "فرمایا، "وہ اللہ تعالیٰ سے اُمّت کی کثرت کا سُوال کرتے ہیں تو اُمّت کثیر ہو جاتی ہے اور ظالموں کے لیے بددُعا کرتے ہیں تو اُن کی طاقت توڑ دی جاتی ہے، وہ دعا کرتے ہیں تو بارش برسائی جاتی، زمین لوگوں کے لیے کھیتی اُگاتی ہے، لوگوں سے مختلف قسم کی بلائیں ٹال دی جاتی ہیں۔ (حلیۃ الاولیاء ج 1ص 40)

امام بخاری کی بینائی

امام بخاری بچپن شریف میں نابینا ہو گئے تھے، علاج سے اطباء عاجز ہو گئے، آپ کی والدہ نے ابراہیم علیہ السلام کو خواب میں دیکھا، فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تیری دعا قبول کی تیرے بچے کو انکھیارہ کیا، صبح کو آپ کی آنکھیں روشن تھیں۔

(مرأة المناجیح، ج ا، ص11، نعمی کتب خانہ، گجرات)

کان چھیدنا

شیخ ابو محمد بن ابی زید رحمہ اللہ نے کتاب النوادر میں ذکر کیا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا پر غصے ہو گئیں اور قسم اٹھالی کہ وہ حضرت ہاجرہ کے تین اعضاء قطع کریں گی، تو حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے انہیں حکم دیا کہ وہ حضرت ہاجرہ کے دونوں کانوں کو چھید دیں ان کا ختنہ کر دیں اور اپنی قسم پوری کر دیں۔

امام سُہیلی فرماتے ہیں کہ حضرت ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا وہ پہلی عورت ہیں

کہ جن کا ختنہ کیا گیا اور وہ پہلی عورت ہیں کہ جن کے کان چھیدے گئے اور وہ پہلی عوت ہیں کہ جو اپنے کپڑے کا دامن زمین پر کھینچ کر چلیں۔

(قصص الانبیاء لابن کثیر، ذکر مولد اسماعیل علیہ السلام، ج1، ص202، دارالتألیف، القاہرہ)

حضرت ابراهیم علیہ السلام کا ایک معجزہ

حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں: ((جُوِّعَ لِإِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَسَدَانِ ثُمَّ أُرْسِلَا عَلَيْهِ، فَجَعَلَا يَلْحَسَانِهِ وَيَسْجُدَانِ له)) ترجمہ: دو شیروں کو بھوکا رکھا گیا پھر انہیں حضرت ابرہیم علیہ السلام پر چھوڑ دیا گیا تو وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے لپٹنے لگے اور آپ کو سجدہ کرنے لگے۔

(حلیۃ الاولیاء لابی نعیم، سلمان الفارسی، ج1، ص206، دارالفکر، بیروت)

حضرت ابراهیم علیہ السلام کا وصال

حضرت کعب الاحبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، فرمایا: حضرت ابراہیم علیہ السلام مہمان نوازی کرتے مسکین اور مسافر پر شفقت کرتے تھے ایک بار کافی دنوں تک آپ کے پاس کوئی مہمان نہیں آیا یہاں تک کہ آپ اس کی وجہ سے شک میں پڑ گئے اور آپ مہمان کو تلاش کرنے کیلیے کسی راستے پر چل پڑے پھر ایک جگہ بیٹھ گئے تو آپ کے پاس سے حضرت عزرائیل علیہ السلام ایک مرد کی شکل میں گزرے اور آپ کو سلام کیا آپ نے ان کے سلام کا جواب دیا اور پھر پوچھا آپ کون ہیں؟ انہوں نے جواب دیا میں مسافر ہوں ارشاد فرمایا میں آپ جیسے بندے کا تلاش کرنے کے لیے یہاں بیٹھا ہوں اور آپ نے ان کا ہاتھ پکڑ لیا اور فرمایا چلیے تو وہ آپ کہ ساتھ آپ کے گھر آ گئے جب حضرت اسحاق علیہ السلام نے ان کو دیکھا تو رونے لگے حضرت سارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جب حضرت اسحاق علیہ السلام کو روتے دیکھا تو وہ بھی رونے لگیں حضرت ابرہیم علیہ السلام نے جب ان کو روتے ہوئے دیکھا تو وہ بھی رونے لگے حضرت ابرہیم علیہ السلام کو

ان کی وجہ سے روتا دیکھ کر حضرت عزرائیل علیہ السلام بھی رونے لگے اور آپ علیہ السلام تشریف لے گئے، یہاں تک کہ جب کچھ افاقہ ہوا تو حضرت ابرہیم علیہ السلام کو جلال آگیا اور انہیں فرمایا کہ تم میرے مہمان کی موجودگی میں کیوں روئے یہاں تک کہ وہ چلا گیا تو حضرت اسحاق علیہ السلام نے عرض کی کہ میں نے ملک الموت کو دیکھا ہے اور میرے خیال میں اب آپ دنیا سے تشریف لے جانے والے ہیں تو آپ مجھے وصیت فرمادیں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ایک کمرہ تھا جس میں آپ عبادت کیا کرتے تھے اور جب آپ اس کمرے سے نکلتے تو اس کو بند کردیتے تھے حتی کہ آپ کے علاوہ اس میں کوئی بھی داخل نہیں ہوتا تھا آپ آئے تو وہ شخص (ملک الموت علیہ السلام) اس کمرے میں موجود تھا آپ نے پوچھا کہ آپ کو اس کمرے میں آنے کی اجازت کس نے دی انہوں نے آگے سے جواب دیا: اس گھر کے مالک نے، آپ نے ارشاد فرمایا کہ وہ اس کا حقدار ہے، پھر آپ علیہ السلام ایک طرف کھڑے ہو گئے نماز پڑھی اور دعا مانگی پھر حضرت عزرائیل علیہ السلام آسمانوں کی طرف چلے گئے آپ سے کہا گیا کہ کیا دیکھا؟ عرض کی: اے میرے رب! میں تیرے ایسے بندے کہ پاس سے آیا ہوں کہ زمین میں اس سے بہتر کوئی نہیں فرمایا تو نے اس کی کیا بات دیکھی عرض کی اس نے تیرے تمام بندوں کے دین اور معیشت کی بہتری کی دعا مانگی ہے پھر جب تک اللہ نے چاہا حضرت ابرہیم معمولات میں رہے پھر جب آئے اور دروازہ کھولا تو وہ پھر اندر موجود تھے آپ نے فرمایا: آپ کون؟ جواب دیا: ملک الموت (علیہ السلام)، فرمایا اگر آپ سچے ہیں تو مجھے کوئی نشانی دکھایئے انہوں نے کہا آپ اپنا چہرہ دوسری طرف کر لیجیے پھر فرمایا کہ دیکھیے تو وہ ایسی صورت میں تھے کہ جس میں وہ کفار کی جان قبض کرتے تھے ان کی اس صورت کو دیکھ کر حضرت ابراہیم علیہ السلام شدید دہشت میں مبتلا ہو گئے یہا

ں تک کہ آپ زمین پر تشریف لے آئے اور قریب تھا کہ آپ کی روح مبارک پرواز کر جاتی آپ نے فرمایا کہ میں نے پہچان لیا اب آپ وہ کام کریں کہ جس کا آپ کو حکم دیا گیا ہے پھر ملک الموت علیہ السلام آسمانوں کی طرف پرواز کر گئے تو ان سے کہا گیا کہ ابراہیم کہ ساتھ نرم سلوک کرو پھر وہ ان کے پاس ایسے بوڑھے شخص کی صورت میں تشریف لائے کہ جس کا کچھ بھی باقی نہ رہا ہو جب کے حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے انگوروں کے باغ میں تشریف فرما تھے تو آپ نے ان پر شفقت فرمائی اور ایک ٹوکری لی اور اس میں انگور چُنے اور اسے لے کر ان کے پاس آئے اور ان سے کہا کے کھایئے انہوں نے اسے چبانا شروع کیا اور چبا چبا کر اپنے سینے اور داڑھی پر ڈالتے رہے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بڑا تعجب ہوا آپ نے ان سے کہا کے آپ کے تو سارے دانت ٹوٹ گئے آپ کی عمر کتنی ہوگئی ہے؟ انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر جتنی عمر بتائی، تو آپ نے فرمایا کہ میری عمر بھی اتنی ہے اور میں بھی آپ کی طرح ہونے کا انتظار کر رہا ہوں پھر آپ نے دعا مانگی اے اللہ مجھے اپنے پاس بلا لے ابرہیم علیہ السلام اس سے خوش ہو رہے تھے اسی حالت میں ملک الموت علیہ السلام نے آپ کی مبارک روح کو قبض فرمالیا۔

(حلیة الاولیاء لابی نعیم، تکملہ کعب الاحبار، ج6، ص27، دارالفکر، بیروت)

فصل (13): آزر کون تھا

آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا چچا تھا والد نہ تھا، آپ علیہ السلام کے والد کا نام تارخ تھا (ایک روایت تارح اور ایک روایت ہے تیراح تھا)۔

حافظ ابن کثیر نے آپ علیہ السلام کا نسب یوں بیان کیا ہے: اِبْرَاہِیْم بْنُ تَارَخ بن نَاحُور بن ساروغ بن راغو بن فالغ بن عابر بن شالح بن اَرْفَخْشَذ بن سَام بن نُوح عَلَيْهِ السَّلَام۔

(قصص الانبیاء لابن کثیر، قصة ابراہیم خلیل، ج1، ص167، دارالتألیف، القاہرہ)

ایک مقام پر فرماتے ہیں: "وَجُمْهُورُ أَهْلِ النَّسَبِ، مِنْهُمُ ابْنُ عَبَّاسٍ، عَلَى أَنَّ اسْمَ أَبِيهِ تَارَح، وَأَهْلُ الْكِتَابِ يَقُولُونَ تَارَخُ" ترجمہ: جمہور اہل نسب (جن میں سے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی ہیں) کا موقف یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام تارح ہے اور اہل کتاب "تارخ" کہتے ہیں۔

(قصص الانبیاء لابن کثیر، قصة ابراہیم خلیل، ج1، ص173، دارالتألیف، القاہرہ)

امام جلال الدین سیوطی شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے اس پر بڑی تفصیل سے کلام کیا ہے، اس بارے میں ان کا رسالہ "الحاوی للفتاوی" میں موجود ہے جس کا نام "مسالک الحنفا فی والدی المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم" ہے، اس میں سے کچھ دلائل درج ذیل ہیں:

(1) امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب "اسرار التنزیل" میں فرماتے ہیں: "إِنَّ آزر لَمْ يَكُنْ وَالِدَ إِبْرَاهِيمَ، بَلْ كَانَ عَمَّه" ترجمہ: آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا والد نہ تھا بلکہ ان کا چچا تھا۔

(الحاوی للفتاوی، مسالك الحنفاء في والدي المصطفىٰ صلى الله عليه وسلم، ج 2، ص254، دارالفكر للطباعة والنشر، بيروت)

(2) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، فرماتے ہیں: ((إِنَّ أَبَا إِبْرَاهِيمَ لَمْ يَكُنِ اسْمُهُ آزر وَإِنَّمَا كَانَ اسْمُهُ تارح)) ترجمہ: حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام آزر نہیں تھا بلکہ ان کے والد کا نام تارح تھا۔

(الحاوی للفتاوی، مسالك الحنفاء في والدي المصطفىٰ صلى الله عليه وسلم، ج 2، ص 258.259، دارالفكر للطباعة والنشر، بيروت)

(3) امام جلال الدین سیوطی شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ((وَأَخْرَجَ ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ وابن المنذر وَابْنُ أَبِي حَاتِمٍ مِنْ طُرُقٍ بَعْضُهَا صَحِيحٌ عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ: لَيْسَ آزر أَبَا إِبْرَاهِيمَ)) ترجمہ: ابن ابی شیبہ، ابن منذر اور ابن ابی حاتم سے کئی طرق سے مروی ہے ان میں سے بعض صحیح ہے کہ حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا والد نہ تھا۔

(الحاوی للفتاوی، مسالك الحنفاء في والدي المصطفىٰ صلى الله عليه وسلم، ج 2، ص259، دارالفكر للطباعة والنشر، بيروت)

(4) مزید فرماتے ہیں: ((وَأَخْرَجَ ابن المنذر بِسَنَدٍ صَحِيحٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ فِي قَوْلِهِ: ﴿وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ لِأَبِيهِ آزَرَ﴾ قَالَ: لَيْسَ آزر بِأَبِيهِ إِنَّمَا هُوَ إِبْرَاهِيمُ بْنُ تَيْرَحَ -أَوْ تَارَحَ)) ترجمہ: ابن منذر نے سند صحیح کے ساتھ ابن جریج سے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان ﴿وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ لِأَبِيهِ آزَرَ﴾ کے بارے میں نقل کیا، وہ فرماتے ہیں کہ آزر ابراہیم علیہ السلام کا والد نہ تھا، وہ تو ابراہیم بن تیرح یا ابراہیم بن تارح ہیں۔

(الحاوی للفتاوی، مسالك الحنفاء في والدي المصطفىٰ صلى الله عليه وسلم، ج 2، ص259، دارالفكر للطباعة والنشر، بيروت)

(5) امام جلال الدین سیوطی شافعی رحمۃ اللہ علیہ ایک طویل دلیل دیتے ہوئے فرماتے ہیں: " علامہ ابن منذر نے اپنی تفسیر میں سند صحیح کے ساتھ سلیمان بن صُرَد

سے روایت نقل کی ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کو جب بت پرستوں نے آگ میں ڈالنے کا ارادہ کیا تو آپ نے کہا: حَسْبِیَ اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیلُ، پس جب آپ کو آگ میں ڈالا گیا تو رب نے فرمایا: اے آگ ٹھنڈی اور سلامتی والی ہو جا ابراہیم پر۔ (آگ نے کچھ نقصان نہ دیا) تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا عم (چچا) کہنے لگا کہ یہ میری وجہ سے ہوا ہے، تو اس کے قدموں پر آگ کا ایک شرارہ گرا اور اسے جلا دیا۔

(امام جلال الدین سیوطی شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) اس روایت میں صراحتاً عم (چچا کے الفاظ ہیں)، (مزید فرماتے ہیں:) اس میں ایک دوسرا فائدہ بھی ہے کہ یہ چچا (آزر) ابراہیم علیہ السلام کے آگ میں ڈالے جانے کے دنوں میں ہلاک ہوا اور اللہ تعالیٰ سبحانہ نے قرآن میں خبر دی ہے کہ ابراہیم علیہ السلام پر جب یہ ظاہر ہو گیا کہ یہ (ایمان نہیں لائے گا) اللہ کا دشمن ہے تو اس کے لیے استغفار کو ترک کر دیا اور آثار سے یہ پتا چلتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر اس کا عدو اللہ (اللہ کا دشمن) ہونا واضح اس وقت ہوا جب وہ حالتِ شرک میں مر گیا، اس کے بعد آپ نے اس کے لیے کبھی استغفار نہیں کیا۔ ابن ابی حاتم نے سندِ صحیح کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قول نقل کیا ہے، فرماتے ہیں: حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے اب (چچا) کے مرنے تک اس کے لیے استغفار کرتے رہے، جب مر گیا تو ظاہر ہو گیا کہ یہ اللہ کا دشمن ہے پھر اس کے لیے استغفار نہ کیا۔ محمد بن کعب، قتادہ، مجاہد اور حسن وغیرہم سے مروی ہے، فرماتے ہیں: اس کی زندگی میں ایمان لانے کی امید تھی جب شرک پر مر گیا تو اس سے براءت ظاہر فرما دی۔ پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے شام کی طرف ہجرت کی، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس پر نص فرمائی ہے، پھر وہاں سے ایک مدت بعد مصر میں داخل ہوئے، ظالم بادشاہ کے ساتھ معاملہ ہوا، پھر شام واپس آئے، پھر

اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور ان کے بیٹے اسماعیل علیہ السلام کو زمینِ مکہ کی طرف منتقل کیا اور دعا کی (جو قرآن مجید میں موجود ہے) جس میں یہ دعا بھی ہے: ﴿رَبَّنَا اغْفِرْ لِی وَلِوَالِدَیَّ وَلِلْمُؤْمِنِینَ یَوْمَ یَقُومُ الْحِسَابُ﴾ ترجمہ: اے ہمارے رب! میری، میرے والدین کی اور تمام مومنین کی قیامت کے دن بخشش فرما۔

پس آپ علیہ السلام نے اپنے والدین کے لیے استغفار کیا (بخشش کی دعا کی)، اور یہ اپنے چچا کی ہلاکت کے طویل مدت کے بعد ہے۔ اس سے استنباط کیا گیا کہ جس کے کفر اور براءت من الاستغفار کا ذکر قرآن مجید ہے وہ چچا ہے اور جس کے دعا استغفار مذکور ہے وہ حقیقی والد ہیں۔

(الحاوی للفتاوی، مسالك الحنفافی والدی المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم، ج 2، ص 259,260، دارالفکر للطباعة والنشر، بیروت)

اس استدلال کو علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی تفسیر روح البیان میں ذکر کیا ہے۔ (تفسیر روح البیان، سورۂ ابراہیم، ج 4، ص 430، دارالفکر، بیروت)

خلاصہ یہ کہ آزر کے بارے میں دعا و استغفار کرنے کے حوالے سے دو قسم کی آیات ہیں: ایک جس میں ابراہیم علیہ السلام نے آزر کے لیے بخشش کی دعا کرنے کا فرمایا جیسا کہ سورۂ مریم میں ہے: ﴿سَأَسْتَغْفِرُ لَکَ رَبِّی﴾ ترجمۂ کنز الایمان: قریب ہے کہ میں تیرے لئے اپنے رب سے معافی مانگوں گا۔ (پ 16، سورۂ مریم، آیت 47)

اور جب یہ ظاہر ہو گیا کہ آزر عدو اللہ (اللہ کا دشمن ہے) تو آپ علیہ السلام نے اس لیے استغفار اور دعائے مغفرت کو ترک کر دیا اور یہ اس وقت ظاہر ہوا جب آزر مر گیا، اور آزر کی موت اس دوران ہوئی جب ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا تھا، (جیسا کہ اوپر کے جزئیہ میں آثار موجود ہیں)، قرآن میں اس کا ذکر سورۂ توبہ میں

ہے:﴿وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ إِبْرَاهِيمَ لِأَبِيهِ إِلَّا عَنْ مَوْعِدَةٍ وَعَدَهَا إِيَّاهُ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُ أَنَّهُ عَدُوٌّ لِلَّهِ تَبَرَّأَ مِنْهُ﴾ترجمہ:اورابراہیم کا اپنے اب(چچا) کی بخشش چاہنا وہ تو نہ تھا مگر ایک وعدے کے سبب جو اس سے کر چکا تھا پھر جب ابراہیم کو کھل گیا کہ وہ اللہ کا دشمن ہے اس سے تنکا(تعلق) توڑ دیا۔ (پ11،سورۃ التوبہ،آیت 114)

آزر کے مرنے کے طویل عرصہ جس میں متعدد واقعات پیش آئے (یعنی شام کی طرف ہجرت، وہاں ٹھہرنا، مصر میں جانا، وہاں ظالم باشاہ والا معاملہ پیش آنا، پھر واپس شام جانا، حضرت ہاجرہ سے نکاح کرنا، حضرت اسماعیل علیہ السلام کی پیدائش، پھر ان کو سرزمین مکہ کی طرف منتقل کرنا وغیرھا)، ان واقعات کے بعد آپ نے اپنے والدین کی بخشش کی دعا مانگی:﴿رَبَّنَا اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِينَ يَوْمَ يَقُومُ الْحِسَابُ﴾ ترجمہ:اے ہمارے رب مجھے بخش دے اور میرے ماں باپ کو اور سب مسلمانوں کو جس دن حساب قائم ہوگا۔ (پ 13،سورۂ ابراہیم،آیت41)

تو جس کے لیے بخشش کی دعا کو ترک کیا وہ چچا آزر تھا اور جس کے لیے اس کے بعد بھی دعا کی وہ حقیقی والدین تھے۔

(6) صدرالافاضل مفتی سید نعیم الدین مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:'' قاموس میں ہے کہ آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے چچا کا نام ہے۔امام علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے مسالک الحنفاء میں بھی ایسا ہی لکھا ہے، چچا کو باپ کہنا تمام ممالک میں معمول ہے بالخصوص عرب میں، قرآنِ کریم میں ہے:﴿نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَ اِلٰهَ اٰبَآئِكَ اِبْرٰهٖمَ وَ اِسْمٰعِیْلَ وَ اِسْحٰقَ اِلٰهًا وَّاحِدًا﴾ اس میں حضرت اسمٰعیل کو حضرت یعقوب کے آباء میں ذکر کیا گیا ہے باوجودیکہ آپ عَم(چچا) ہیں۔ حدیث شریف میں بھی حضرت سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو

''اَب''فرمایا چنانچہ ارشاد کیا:((رُدُّوْا عَلَیَّ اَبِیْ)) اور یہاں اَبِی سے حضرت عباس مراد ہیں۔'' (تفسیر خزائن العرفان، سورۃ الانعام،آیت74)

(7) قاموس المحیط میں ہے:''آزر...واسْمُ عَمِّ إبراهيمَ، وأما أبوه فإنَّه:تارَحُ''ترجمہ:آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے چچا کا نام ہے، جبکہ ان کے والد کا نام تارح ہے۔ (قاموس المحیط،فصل الھمزہ،ج1،ص343،موسسۃ الرسالہ،بیروت)

(8) مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:''تحقیق یہ ہے کہ آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا چچا ہے، قرآن کریم یا حدیث شریف میں اسے اب(باپ) کہنا مجازاً ہے، ان کے والد کا نام تارخ ہے وہ مؤمن موحد تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آباؤ اجداد از آدم علیہ السلام تا حضرت عبداللہ سارے ہی مؤمن موحد ہیں کوئی مشرک کافر زانی نہیں، یہ نسب پاک ان دونوں عیبوں سے منزہ ہے۔''

(مرأۃ المناجیح،ج 7،ص370،نعیمی کتب خانہ،گجرات)

آزر کو اب کیوں کہا گیا

(1) اہل عرب چچا کے لیے اب(باپ) کا لفظ استعمال کرتے ہیں: اس پر درج ذیل دلائل ہیں:

(الف) اہل عرب لفظِ اب کا اطلاق چچا پر کرتے ہیں اور ان کا یہ اطلاق مشہور و معروف ہے۔

(الحاوی للفتاوی،مسالک الحنفا فی والدی المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم،ج 2،ص259، دارالفکر للطباعۃ والنشر،بیروت)

(ب) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں فرمایا:((رُدُّوا عَلَيَّ أَبِي ,رُدُّوا عَلَيَّ أَبِي ,فَإِنَّ عَمَّ الرَّجُلِ صِنْوُ أَبِيهِ)) ترجمہ: میرے اب(باپ) کو مجھ پر پیش کرو، میرے اب کو مجھ پر پیش کرو، بے

شک آدمی کا چچا اس کے باپ کے قائم مقام ہوتا ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ، حدیث فتح مکہ، ج 7، ص400، مکتبۃ الرشد، ریاض☆ شرح معانی الآثار، کتاب الحجہ فی فتح رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، ج 3، ص312، مطبوعہ عالم الکتب)

(ج) امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ''تنزیل'' کے حوالے سے یہ دلیل بھی لکھی ہے: قرآن مجید میں ہے: ﴿أَمْ كُنتُمْ شُهَدَاءَ إِذْ حَضَرَ يَعْقُوبَ الْمَوْتُ إِذْ قَالَ لِبَنِيهِ مَا تَعْبُدُونَ مِنْ بَعْدِي قَالُوا نَعْبُدُ إِلَٰهَكَ وَإِلَٰهَ آبَائِكَ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ﴾ ترجمہ: بلکہ تم میں کے خود موجود تھے جب یعقوب کو موت آئی جبکہ اس نے اپنے بیٹوں سے فرمایا میرے بعد کس کی پوجا کروگے بولے ہم پوجیں گے اسے جو خدا ہے آپ کا اور آپ کے آباء ابراہیم واسمٰعیل واسحاق کا ایک خدا اور ہم اس کے حضور گردن رکھے ہیں۔ (پ 1، سورۃ البقرہ، آیت133)

اس آیت پاک میں حضرت اسماعیل علیہ السلام پر ''اب'' کا اطلاق کیا حالانکہ وہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے چچا ہیں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام پر بھی ''اب'' کا اطلاق کیا حالانکہ وہ ان کے دادا ہیں۔

ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا کہ: دادا باپ ہے اور یہ آیت کا یہ حصہ پڑھا: ﴿قَالُوا نَعْبُدُ إِلَٰهَكَ وَإِلَٰهَ آبَائِكَ﴾۔

ابوالعالیہ سے اس آیت کے بارے میں مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا: (اس آیت میں) چچا کو اب (باپ) کہا گیا ہے۔

محمد بن کعب القرظی سے مروی ہے، انہوں نے فرمایا: ماموں بھی والد ہے اور چچا بھی والد ہے اور یہی آیت تلاوت کی۔

(الحاوی للفتاوی، مسالك الحنفافی والدی المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم، ج 2، ص259،

دارالفکر للطباعة والنشر، بیروت)

(2) حضرت ابراہیم علیہ السلام کے چچا آزر کو اب کہنے کی ایک وجہ کتب میں یہ لکھی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اس کی پرورش میں تھے۔ چنانچہ تفسیر مظہری میں ہے: ''سماہ اللہ أبا لکونہ عما و مربیا لہ'' آزر کو اب اس لیے کہا گیا کہ وہ چچا تھا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پرورش کرنے والا تھا۔

(تفسیر مظہری، سورۃ الشعراء، آیت77، ج7، ص77، مکتبۃ الرشدیہ، پاکستان)

فصل (14): ایمانِ ابوین

چونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد ہمارے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آباء میں سے ہیں اس لیے اس مقام پر علماء کرام ''ایمانِ ابوین'' کی بحث کرتے ہیں، اسی مناسبت سے ہم بھی ایمانِ ابوین سے متعلق کچھ دلائل ذکر کریں گے۔

سوال: کیا سرورِ کائنات فخرِ موجودات رسول خدا محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ماں باپ مومن تھے؟

جواب: جی ہاں! آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے والدین مومن تھے، بلکہ حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام سے لے کر آپ کے والدین تک سارے آباء وامہات ہر زمانہ اور ہر طبقہ میں صاحبِ ایمان تھے ان میں سے کوئی بھی مشرک نہیں تھا۔

سوال: حضور سراپا نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کے ایمان پر قرآن و حدیث سے دلائل ارشاد فرمادیں۔

جواب: قرآن وسنت میں سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کے مومن ہونے پر متعدد دلائل موجود ہیں، جن میں سے بعض درج ذیل ہیں:

دلیل نمبر 1: اللہ عزوجل فرماتا ہے ﴿وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ﴾ ترجمہ: بیشک مسلمان غلام بہتر ہے مشرک سے (پ2، سورۃ البقرۃ، آیت 221)

اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں ((بُعِثْتُ مِنْ خَيْرِ قُرُونِ بَنِي آدَمَ، قَرْنًا فَقَرْنًا، حَتّٰى كُنْتُ مِنَ الْقَرْنِ الَّذِي كُنْتُ فِيهِ)) ترجمہ: میں ہر قرن وطبقہ میں تمام قرون بنی آدم کے بہتر سے بھیجا گیا یہاں تک کہ اس قرن میں ہوا جس میں میں پیدا ہوا۔

(صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب صفۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ج 1، ص503، قدیمی

کتب خانہ، کراچی)

حضرت امیر المومنین مولی المسلمین سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی حدیث صحیح میں ہے ((لم یزل علی وجه الدهر (الارض) سبعة مسلمون فصاعداً فلولاذٰلك هلكت الارض ومن علیها)) ترجمہ: روئے زمین پر ہر زمانے میں کم سے کم سات مسلمان ضرور رہے ہیں، ایسا نہ ہوتا تو زمین واہل زمین سب ہلاک ہوجاتے۔

(شرح الزرقانی علی المواهب اللدنیة بحواله عبدالرزاق وابن المنذر، المقصد الاول، ج 1، ص174، دارالمعرفة، بیروت)

حضرت عالم القرآن حبر الامۃ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث میں ہے ((ماخلت الارض من بعد نوح من سبعة یدفع الله بهم عن اهل الارض)) ترجمہ: نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد زمین کبھی سات بندگانِ خدا سے خالی نہ ہوئی جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اہل زمین سے عذاب دفع فرماتا ہے۔

(شرح الزرقانی علی المواهب اللدنیة بحواله احمد فی الزهد الخ، المقصد الاول، ج 1، ص174، دارالمعرفة، بیروت)

جب صحیح حدیثوں سے ثابت کہ ہر قرن وطبقے میں روئے زمین پر کم از کم سات مسلمان بندگانِ مقبول ضرور رہے ہیں، اور خود صحیح بخاری شریف کی حدیث سے ثابت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جن سے پیدا ہوئے وہ لوگ ہر زمانے میں، ہر قرن میں خیارِ قرن سے، اور آیت قرآنیہ ناطق کہ کوئی کافر اگرچہ کیسا ہی شریف القوم، بالانسب ہو، کسی غلام مسلمان سے بھی خیر وبہتر نہیں ہوسکتا تو واجب ہوا کہ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے آباء وامہات ہر قرن اور طبقہ میں انہیں بندگانِ صالح ومقبول سے ہوں ورنہ معاذ اللہ صحیح بخاری میں ارشادِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم وقرآن عظیم میں

ارشادِ حق جل وعلا کے مخالف ہوگا۔

دلیل نمبر 2: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿إِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ﴾

ترجمہ: کافر تو ناپاک ہی ہیں۔ (پ10، سورة التوبة، آیت28)

اور حدیث میں ہے حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں ((لَمْ يَزَلِ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ يُنَقِّلُنِي مِنْ أَصْلَابٍ طَيِّبَةٍ إِلَى أَرْحَامٍ طَاهِرَةٍ صَافِيًا، مُهَذَّبًا، لَا تَتَشَعَّبُ شُعْبَتَانِ إِلَّا كُنْتُ فِي خَيْرِهِمَا)) ترجمہ: ہمیشہ اللہ تعالیٰ مجھے پاک پشتوں سے پاکیزہ رحموں میں منتقل فرماتا رہا صاف ستھرا آراستہ جب دو شاخیں پیدا ہوئیں، میں ان میں سے بہتر شاخ میں تھا

(دلائل النبوة لابی نعیم ،الفصل الثانی ،ص11,12،عالم الکتب، بیروت)

اور ایک حدیث میں ہے، فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ((لَمْ أَزَلْ أُنْقَلُ مِنْ أَصْلَابِ الطَّاهِرِينَ إِلَى أَرْحَامِ الطَّاهِرَاتِ)) ترجمہ: میں ہمیشہ پاک مردوں کی پشتوں سے پاک بیبیوں کے پیٹوں میں منتقل ہوتا رہا۔

(شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیة بحوالہ ابی نعیم عن ابن عباس، المقصدالاول،ج1،ص174، دارالمعرفة ،بیروت☆ الحاوی للفتاوی ،مسالك الحنفاء فی والدی المصطفیٰ ،ج 2،ص210، دارالکتب العلمیة ،بیروت)

دوسری حدیث میں ہے، فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ((لَمْ يَزَلِ اللَّهُ تَعَالَى يَنْقُلُنِي مِنَ الْأَصْلَابِ الكريمة، والأرحام الطاهرة حتى أخرجني من أَبَوَيَّ)) ترجمہ: ہمیشہ اللہ عزوجل مجھے کرم والی پشتوں اور طہارت والے شکموں میں نقل فرماتا رہا۔ یہاں تک کہ مجھے میرے ماں باپ سے پیدا کیا۔

(الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ ،فصل واما شرف نسبه المطبعة الشركة الصحافية فی البلاد العثمانيه،ج1،ص286 ☆نسیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض ،بحوالہ ابن ابی عمرو العدنی ،ج1،ص435،مرکز اہلسنت برکات رضا ، گجرات، ہند)

تو ضرور ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے آبائے کرام طاہرین وامہاتِ کرام طاہرات سب اہلِ ایمان وتوحید ہوں کہ بنصِ قرآن عظیم کسی کافر وکافرہ کے لئے کرم وطہارت سے حصہ نہیں۔

دلیل نمبر 3: اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ﴿وَتَوَكَّلْ عَلَى الْعَزِيزِ الرَّحِيمِ ○ الَّذِي يَرَاكَ حِينَ تَقُومُ ○ وَتَقَلُّبَكَ فِي السَّاجِدِينَ ○﴾ ترجمہ: بھروسا کر زبردست مہربان پر جو تجھے دیکھتا ہے جب تو کھڑا ہوا، اور تیرا کروٹیں بدلنا سجدہ کرنیوالوں میں۔ (پ19،سورة الشعراء،آیت217تا219)

امام رازی فرماتے ہیں ”آیت کے معنی یہ ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا نور پاک ساجدوں سے ساجدوں کی طرف منتقل ہوتا رہا۔

(مفاتیح الغیب تحت آیت219،ج24،149)

تو آیت اس پر دلیل ہے کہ سب آبائے کرام مسلمین تھے۔

امام سیوطی وامام ابن حجر وعلامہ زرقانی وغیرہم اکابر نے اس کی تقریر وتائید وتاکید وتشیید فرمائی۔

(شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیة، المقصد الاول، باب وفات امه صلی الله علیه وسلم ،ج 1، ص174،دارالمعرفه، بیروت)

دلیل نمبر 4: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ﴿وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَى﴾ ترجمہ: البتہ عنقریب تجھے تیرا رب اتنا دے گا کہ تو راضی ہوجائے گا۔ (پ30،سورة الضحی،آیت5)

اللہ اکبر! بارگاہ عزت میں مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی عزت ووجاہت ومحبوبیت کہ امت کے حق میں تو رب العزت جل وعلا نے فرمایا ہی تھا ((سَنُرْضِيكَ فِي أُمَّتِكَ، وَلَا نَسُوءُكَ)) ترجمہ: قریب ہے کہ ہم تجھے تیری امت کے باب میں راضی

کر دینگے اور تیرا دل برا نہ کریں گے۔

(صحیح مسلم ،کتاب الایمان ،باب دعا النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم لامتہ الخ،ج1،ص113، قدیمی کتب خانہ، کراچی)

اس عطا و رضا کا مرتبہ یہاں تک پہنچا کہ صحیح حدیث میں حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ابوطالب کی نسبت فرمایا((وَجَدْتُهُ فِي غَمَرَاتٍ مِنَ النَّارِ، فَأَخْرَجْتُهُ إِلَى ضَحْضَاحٍ)) ترجمہ: میں نے اسے سراپا آگ میں ڈوبا ہوا پایا تو کھینچ کر ٹخنوں تک کی آگ میں کر دیا۔

(صحیح البخاری ،کتاب المناقب، قصہ ابی طالب،ج1،ص548،☆ کتاب الادب، کنیۃ المشرک ج2،ص917،☆صحیح مسلم ،باب شفاعۃ النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم لابی طالب الخ،ج1، ص115،☆ مسند احمد بن حنبل، عن العباس بن عبد المطلب رضی اللہ تعالی عنہ ج1، ص206،المکتب الاسلامی، بیروت)

دوسری روایت صحیح میں فرمایا((وَلَوْلَا أَنَا لَكَانَ فِي الدَّرْكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ)) ترجمہ: اگر میں نہ ہوتا تو ابوطالب جہنم کے سب سے نچلے طبقے میں ہوتا۔

(صحیح مسلم ،کتاب الایمان، باب شفاعۃ النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم لابی طالب،ج1،ص115، قدیمی کتب خانہ ،کراچی☆صحیح البخاری، کتاب المناقب باب قصۃ ابی طالب ،ج1،ص548☆ کتاب الادب ،باب کنیۃ المشرک ،ج2،ص917)

دوسری حدیث صحیح میں فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ((أَهْوَنُ أَهْلِ النَّارِ عَذَابًا)) ترجمہ: دوزخیوں میں سب سے ہلکا عذاب ابوطالب پر ہے۔

(مسند امام احمدبن حنبل،ج 4،ص 387،مسند عبد اللہ بن عباس،مطبوعہ موسسۃ الرسالہ)

اور یہ ظاہر ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے جو قرب والدین کریمین کو ہے، ابوطالب کو اس سے کیا نسبت؟ پھر ان کا عذر بھی واضح کہ نہ انھیں دعوت پہنچی نہ انھوں نے زمانہ اسلام پایا، تو اگر معاذ اللہ وہ اہل جنت نہ ہوتے تو ضرور تھا کہ ان پر ابوطالب سے بھی کم عذاب ہوتا اور وہی سب سے ہلکے عذاب میں

ہوتے۔ یہ حدیث صحیح کے خلاف ہے تو واجب ہوا کہ والدین کریمین اہل جنت ہیں، وللہ الحمد۔

دلیل نمبر5: جناب صادق ومصدوق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے خبر دی کہ اہل نار میں سب سے ہلکا عذاب ابوطالب پر ہے۔ اب ہم پوچھتے ہیں کہ ابو طالب پر یہ تخفیف کس وجہ سے ہے؟ آیا اپنے اعمال (یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی یاری وغمخواری وپاسداری وخدمت گزاری) کے باعث یا اس لئے کہ سید المحبوبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو ان سے محبت طبعی تھی، حضور کو ان کی رعایت منظور تھی۔

شق اول تو باطل ہے، کہ ان کے اعمال کی وجہ سے عذاب میں تخفیف ہو کیونکہ اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے﴿ وَقَدِمْنَا إِلَى مَا عَمِلُوا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنَاهُ هَبَاءً مَنْثُورًا﴾ ترجمہ: اور جو کچھ انھوں نے کام کئے تھے ہم نے قصد فرما کر انھیں باریک باریک غبار کے بکھرے ہوئے ذرے کر دیا کہ روزن کی دھوپ میں نظر آتے ہیں۔ (پ19،سورۃالفرقان،آیت23)

صاف ارشاد ہوتا ہے کہ کافر کے سب عمل برباد محض ہیں، تو پھر یقیناً شق ثانی ہی صحیح ہے اور یہی ان احادیث صحیحہ مذکورہ سے مستفاد، ابوطالب کے عمل کی حقیقت تو یہاں تک تھی کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے سراپا آگ میں غرق پایا، عمل نے نفع دیا ہوتا تو پہلے ہی کام آتا، پھر حضور کا ارشاد کہ میں نے اسے ٹخنوں تک کی آگ میں کھینچ لیا، میں نہ ہوتا تو جہنم کے طبقہ زیریں میں ہوتا۔

(صحیح البخاری ،کتاب المناقب، قصہ ابی طالب،ج1،ص548،☆صحیح مسلم ،باب شفاعۃ النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم لابی طالب الخ،ج 1، ص115،☆ مسند احمد بن حنبل، عن العباس بن عبد المطلب رضی اللہ تعالی عنہ ج1، ص206،المکتب الاسلامی، بیروت)

لاجرم یہ تخفیف صرف محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا پاس خاطر اور حضور کا اکرام

ظاہر و باہر ہے اور بالبداہتہ واضح کہ محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی خاطر اقدس پر ابو طالب کا عذاب ہرگز اتنا گراں نہیں ہوسکتا جس قدر معاذ اللہ والدین کریمین کا معاملہ، نہ ان سے تخفیف میں حضور کی آنکھوں کی وہ ٹھنڈک جو حضرات والدین کے بارے میں، نہ ان کی رعایت میں حضور کا وہ اعزاز و اکرام جو حضرات والدین کے چھٹکارے میں، تو اگر عیاذاً باللہ وہ اہل جنت نہ ہوتے تو ہر طرح سے وہی اس رعایت وعنایت کے زیادہ مستحق تھے، وبوجہ آخر فرض کیجئے کہ یہ ابو طالب کے حق پرورش وخدمت ہی کا معاوضہ ہے تو پھر کون سے پرورش کنندہ یا خدمت گزار کا حق، حق والدین کے برابر ہو سکتا ہے جسے رب العزت نے اپنے حق عظیم کے ساتھ شمار فرمایا ﴿أَنِ اشْكُرْ لِي وَلِوَالِدَيْكَ﴾ حق مان میرا اور اپنے والدین کا۔ (پ21، سورہ لقمٰن، آیت14)

پھر ابو طالب نے جہاں برسوں خدمت کی، چلتے وقت رنج بھی وہ دیا جس کا جواب نہیں، ہر چند حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے کلمہ پڑھنے کو فرمایا، نہ پڑھنا تھا نہ پڑھا، جرم وہ کیا جس کی مغفرت نہیں۔ عمر بھر معجزات دیکھنا، احوال پر علم تام رکھنا اور زیادہ حجۃ اللہ قائم ہونے کا موجب ہوا، بخلاف ابوین کریمین کہ نہ انھیں دعوت دی گئی نہ انکار کیا، تو ہر وجہ، ہر لحاظ، ہر حیثیت سے یقیناً انھیں کا پلہ بڑھا ہوا ہے، تو ابو طالب کا عذاب سب سے ہلکا ہونا یونہی متصور کہ ابوین کریمین اہل نار ہی سے نہ ہوں۔ وھو المقصود والحمد لله العلی الودود (اور تمام تعریفیں بلندی ومحبت والے اللہ کے لئے ہیں) اور وہی مقصود ہے۔

دلیل نمبر 6: مولیٰ عزوجل نے فرمایا ﴿لَا يَسْتَوِي أَصْحَابُ النَّارِ وَأَصْحَابُ الْجَنَّةِ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ هُمُ الْفَائِزُونَ﴾ ترجمہ: برابر نہیں دوزخ والے اور جنت والے، اور جنت والے ہی مراد کو پہنچے۔ (پ28، سورۃ الحشر، آیت20)

حدیث میں ہے حضور پرنور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے اولا واِمجادِ حضرت عبد المطلب سے ایک پاک طیبہ خاتون رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو آتے دیکھا، جب پاس آئیں، فرمایا ((مَا أَخْرَجَكِ مِنْ بَيْتِكِ؟)) ترجمہ: اپنے گھر سے کہاں گئی تھیں؟

عرض کی ((أَتَيْتُ أَهْلَ هَذَا الْمَيِّتِ، فَتَرَحَّمْتُ إِلَيْهِمْ، وَعَزَّيْتُهُمْ بِمَيِّتِهِمْ)) ترجمہ: یہ جو ایک میت ہوگئی تھی میں ان کے یہاں دعائے رحمت اور تعزیت کرنے گئی تھی۔

فرمایا ((لَعَلَّكِ بَلَغْتِ مَعَهُمُ الْكُدَى؟)) ترجمہ: شاید تو ان کے ساتھ قبرستان تک گئی۔

عرض کی ((مَعَاذَ اللَّهِ، أَنْ أَكُونَ بَلَغْتُهَا وَقَدْ سَمِعْتُكَ تَذْكُرُ فِي ذَلِكَ مَا تَذْكُرُ)) ترجمہ: خدا کی پناہ میں وہاں جاتی حالانکہ حضور سے سن چکی تھی جو کچھ اس بات میں ارشاد کیا۔

سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ((لَوْ بَلَغْتِهَا مَعَهُمْ مَا رَأَيْتِ الْجَنَّةَ حَتَّى يَرَاهَا جَدُّ أَبِيكِ)) ترجمہ: اگر تو ان کے ساتھ وہاں جاتی تو جنت نہ دیکھتی جب تک عبد المطلب نہ دیکھیں۔

(سنن النسائی، کتاب الجنائز، باب النعی، ج1، ص265 نور محمد کارخانہ، کراچی ☆ سنن ابی داود، کتاب الجنائز، باب التعزیة، ج2، ص89 آفتاب عالم پریس، لاہور)

یہ تو حدیث کا ارشاد ہے، اب ذرا عقائد اہلسنت پیش نظر رکھتے ہوئے انصاف کی نگاہ سے دیکھیں تو عورتوں کا قبرستان جانا زیادہ سے زیادہ بھی ہو تو گناہ ہو گا، اور ہرگز کوئی گناہ مسلمان کو جنت سے محروم اور کافر کے برابر نہیں کرسکتا، اہلسنت کے نزدیک مسلمان کا جنت میں جانا واجب شرعی ہے اگرچہ معاذ اللہ مواخذے کے بعد (داخلِ جنت ہو)، اور کافر کا جنت میں جانا محال شرعی کہ ابدالآباد تک کبھی ممکن ہی

نہیں ، اور نصوص کو حتی الامکان ظاہر پر محمول کرنا واجب، اور بے ضرورت تاویل ناجائز، تو واجب ہوا کہ حضرت عبدالمطلب مسلمان واہل جنت ہوں اگر چہ مثل صدیق وفاروق وعثمان وعلی وزہرا وصدیقہ وغیرہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم سابقین اولین میں نہ ہوں۔ اب (حدیث کا مطلب یہ ہوگا کہ) تم سے قبرستان جانا واقع ہوتا تو سابقین اولین کے ساتھ جنت میں جانا نہ ملتا بلکہ اس وقت جبکہ عبدالمطلب داخل بہشت ہوں گے۔

دلیل نمبر 7: ہمارے پروردگار اعزواعلیٰ عزوعلا نے فرمایا ﴿وَلِلَّهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُولِهِ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَلَكِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَا يَعْلَمُونَ﴾ ترجمہ: عزت تو اللہ ورسول اور مسلمانوں ہی کے لیے ہے مگر منافقوں کو علم نہیں۔

(پ28، سورۃ المنافقین، آیت8)

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَى وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ﴾ ترجمہ: اے لوگو! ہم نے بنایا تمہیں ایک نر و مادہ سے اور کیا تمہیں قومیں اور قبیلے کہ آپس میں ایک دوسرے کو پہچانو، بے شک اللہ کے نزدیک تمہارا زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے۔ (پ26، سورۃ الحجرات، آیت13)

ان آیات کریمہ میں رب العزت جل وعلا نے عزت وکرم کو مسلمانوں میں منحصر فرمادیا اور کافر کو کتنا ہی قوم دار ہو، لئیم وذلیل ٹھہرایا اور کسی لئیم وذلیل کی اولاد سے ہونا کسی عزیز وکریم کے لیے باعث مدح نہیں ولہذا کافر باپ دادوں کے انتساب سے فخر کرنا حرام ہوا۔ صحیح حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں ((مَنِ انْتَسَبَ إِلَى تِسْعَةِ آبَاءٍ كُفَّارٍ يُرِيدُ بِهِمْ عِزًّا وَكَرَمًا، فَهُوَ عَاشِرُهُمْ فِي النَّارِ)) ترجمہ: جو شخص عزت وکرام چاہنے کو اپنی نو پشت کا فر کا ذکر کرے کہ میں فلاں

ابن فلاں ابن فلاں کا بیٹا ہوں ان کا دسواں جہنم میں یہ شخص ہو۔

(مسند احمد بن حنبل، حدیث ابی ریحانہ، ج4، ص134، المکتب الاسلامی، بیروت)

اور احادیث کثیرہ مشہورہ سے ثابت کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے فضائل کریمہ کے بیان اور مقام رجز ومدح میں بارہا اپنے آبائے کرام وامہات کرائم کا ذکر فرمایا۔

روز حنین کہ جب ارادۂ الٰہیہ سے تھوڑی دیر کیلئے کفار نے غلبہ پایا معدود بندے رکاب رسالت میں باقی رہے، اللہ غالب کے رسولِ غالب پر شان جلال طاری تھی ((أَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبْ، أَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ)) ترجمہ: میں نبی ہوں کچھ جھوٹ نہیں، میں ہوں بیٹا عبدالمطلب کا۔

(صحیح البخاری، کتاب الجہاد، باب من قادوابۃ غیرہ فی الحرب، ج1، ص401، قدیمی کتب خانہ، کراچی ☆صحیح مسلم، کتاب الجہاد، باب غزوۃ حنین، ج2، ص100، قدیمی کتب خانہ، کراچی)

حضور قصد فرمارہے ہیں کہ تنہا ان ہزاروں کے مجمع پر حملہ فرمائیں۔ حضرت عباس بن عبدالمطلب وحضرت ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہما بغلہ شریف کی لگام مضبوط کھینچے ہوئے ہیں کہ بڑھ نہ جائے اور حضور فرمارہے ہیں ((أَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبْ، أَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ)) ترجمہ: میں سچا نبی ہوں، اللہ کا پیارا، عبدالمطلب کی آنکھ کا تارا، صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم۔

(المصنف لابن ابی شیبہ، کتاب السیر، حدیث ۳۳۵۷۳، ج6، ص535، دارالکتب العلمیۃ، بیروت ☆کنزالعمال، حدیث ۳۰۲۷، ج10، ص540، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

پھر ایک مشت خاک دستِ پاک میں لیکر کافروں کی طرف پھینکی اور فرمایا ((**شاهت الوجوه**)) ترجمہ: چہرے بگڑ جائیں۔

(کنزالعمال، حدیث ۳۰۲۱۳، ج10، ص541، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ☆ جامع البیان (تفسیر ابن جریر)، تحت الآیۃ لقد نصرکم اللہ الخ، ج10، ص118، داراحیاء التراث العربی، بیروت)

وہ خاک ان ہزاروں کافروں پر ایک ایک کی آنکھ میں پہنچی اور سب کے منہ پھر گئے، ان میں جو مشرف باسلام ہوئے وہ بیان فرماتے ہیں جس وقت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے وہ کنکریاں ہماری طرف پھینکیں ہمیں یہ نظر آیا کہ زمین سے آسمان تک تانبے کی دیوار قائم کردی گئی اور اس پر سے پہاڑ ہم پر لڑھکائے گئے، سوائے بھاگنے کے کچھ بن نہ آئی۔

اسی غزوہ کے رجز میں ارشاد فرمایا ((انا ابن العواتك من بنی سلیم)) ترجمہ: میں بنی سلیم سے ان چند خاتونوں کا بیٹا ہوں جن کا نام عاتکہ تھا۔

(کنزالعمال ، حدیث 31874،ج11،ص402،مؤسسة الرسالة، بیروت☆ المعجم الکبیر ،حدیث ۶۷۲۴ ،ج7،ص169،المکتبة الفیصلیة، بیروت)

علامہ مناوی صاحب تیسیر وامام مجدالدین فیروز آبادی صاحب قاموس وجوہری صاحب صحاح وصنعانی وغیرہم نے کہا "نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی جدات میں نو بیبیوں کا نام عاتکہ تھا۔

(التیسیر شرح الجامع الصغیر، تحت الحدیث انا ابن العواتك ،ج 1،ص275،مکتبة الامام الشافعی ،ریاض☆الصحاح ،باب لا کاف، فصل العین، تحت لفظ عاتکه ،ج 4،ص1311،دار احیاء التراث العربی ،بیروت)

ابن بری نے کہا "وہ بارہ بیبیاں عاتکہ نام کی تھیں، تین سلمیات یعنی قبیلہ بنی سلیم سے، اور دو قرشیات، دو عدوانیات اور ایک ایک کنانیہ، اسدیہ، ہذلیہ، قضاعیہ، ازدیہ" (تاج العروس ،باب الکاف، فصل العین ،ج7،ص159،داراحیاء التراث العربی، بیروت)

حدیث میں آتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے مقام مدح وبیانِ فضائل کریمہ میں اکیس پشت تک اپنا نسب نامہ ارشاد کر کے فرمایا: میں سب سے نسب میں افضل، باپ میں افضل، صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم۔ تو بحکم نصوص مذکورہ ضرور ہے کہ حضور کے آباء وامہات مسلمین ومسلمات ہوں، وللہ الحمد۔

دلیل نمبر 8: اللہ سبحٰنہ وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا ﴿إِنَّهُ لَيْسَ مِنْ أَهْلِكَ إِنَّهُ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ﴾ ترجمہ: اے نوح! یہ کنعان تیرے اہل سے نہیں یہ غیر صالح کام والا ہے۔ (پ12،سورہ ھود،آیت46)

آیہ کریمہ نے مسلم وکافر کا نسب قطع فرما دیا ولہذا ایک کا ترکہ دوسرے کو نہیں پہنچتا۔ اور حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے ((نَحْنُ بَنُو النَّضْرِ بْنُ كِنَانَةَ، وَلَا نَنْتَفِي مِنْ أَبِينَا)) ترجمہ: ہم نضر بن کنانہ کے بیٹے ہیں، ہم اپنے باپ سے اپنا نسب جدا نہیں کرتے۔

(کنزالعمال ، حدیث 35513،ج12،ص4442،مؤسسة الرساله، بیروت☆ سنن ابن ماجة ، ابواب الحدود ،باب من نفی رجلا ن قبیلة، ص ۱۹۱ ،ایچ ایم سعید ، کمپنی کراچی☆ مسند احمد بن حنبل ، حدیث الاشعث بن قیس الکندی ،ج 5ص211,212،المکتب الاسلامی، بیروت ☆المجعم الکبیر، حدیث 2190,2191،ج2،ص286،المکتب الفیصلیة، بیروت☆مسند ابی داود الطیالسی، احادیث الاشعث بن قیس، حدیث 1049،ج4،ص141،دارالمعرفة، بیروت☆ الطبقات الکبرٰی لابن سعد،ذکر من انتمٰی الیه رسول الله صلی الله علیه وسلم،ج 10،ص23، دارصادر، بیروت☆ دلائل النبوة للبیهقی ، باب ذکر شرف اصل رسول الله صلی الله علیه وسلم , ج1،ص173،دارالکتب العلمیه بیروت)

کفار سے نسب بحکم احکم الحاکمین منقطع ہے، پھر معاذ اللہ جدا نہ کرنے کا کیا محل ہوتا۔

دلیل نمبر 9 اور 10: اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ﴿إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَالْمُشْرِكِينَ فِي نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا أُولَئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ o ان الذین آمنو وعملو الصالحات اولئک هم خیر البریه o﴾ ترجمہ: بیشک سب کافر کتابی اور مشرک جہنم کی آگ میں ہیں، ہمیشہ اس میں رہیں گے، وہ سارے جہان سے بدتر ہیں، بے شک وہ جو ایمان لائے

اوراچھے کام کئے سارے جہان سے بہتر ہیں۔ (پ30،سورۃالبینۃ،آیت6)

اورحدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں((غَفَرَ اللّٰہُ لِزَیْدِ بْنِ عَمْرٍو وَرَحِمَہُ .فَإِنَّہُ مَاتَ عَلَی دِینِ إِبْرَاھِیمَ)) ترجمہ:اللہ عزوجل نے زیدبن عمرو کوبخش دیااوران پررحم فرمایا کہ وہ دین ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام پر تھے۔

(الطبقات الکبری لابن سعد ،ترجمہ سعید بن زید، ج3،ص381،دارصادر، بیروت)

اورایک اورحدیث میں ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے انکی نسبت فرمایا((رَأَیْتُہُ فِی الْجَنَّۃِ یَسْحَبُ ذُیُولًا))ترجمہ: میں نے اسے جنت میں ناز کے ساتھ دامن کشاں دیکھا۔

(فتح الباری، کتاب المناقب، حدیث زید بن عمرو بن نفیل،ج8،ص147، مصطفیٰ البابی، مصر)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں((أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللہِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، بْنِ ھاشم، بن عبد مناف، ابن قُصَیٍّ، بْنِ کِلَابٍ، بْنِ مُرَّۃَ بْنِ کَعْبٍ، بْنِ لُؤَیٍّ، بْنِ غَالِبٍ، بْنِ فھر، ابن مَالِکٍ بْنِ النَّضْرِ، بْنِ کِنَانَۃَ، بْنِ خُزَیْمَۃَ، بْنِ مُدْرِکَۃَ، بْنِ إِلْیَاسَ، بْنِ مُضَرَ، بْنِ نِزَارٍ .وَمَا افْتَرَقَ النَّاسُ فِرْقَتَیْنِ إِلَّا جَعَلَنِی اللہُ فِی خَیْرِھِمَا .فَأُخْرِجْتُ مِنْ بَیْنِ أَبَوَیْنِ، فَلَمْ یُصِبْنِی شَیْءٌ مِنْ عُھْرِ الْجَاھِلِیَّۃِ .وَخَرَجْتُ مِنْ نِکَاحٍ وَلَمْ أَخْرُجْ مِنْ سِفَاحٍ مِنْ لَدُنْ آدَمَ، حَتَّی انْتَھَیْتُ إِلَی أَبِی وَأُمِّی، فَأَنَا خَیْرُکُمْ نَفْسًا وَخَیْرُکُمْ أَبًا))
ترجمہ: میں ہوں محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان۔کبھی لوگ دوگروہ نہ ہوئے مگر مجھے اللہ تعالیٰ نے بہتر گروہ میں کیا تو میں اپنے ماں باپ سے ایسا پیدا ہوا کہ زمانۂ جاہلیت کی کوئی بات مجھ تک نہ پہنچی اور میں خالص نکاح صحیح سے پیدا ہوا آدم سے لے

کراپنے والدین تک،تو میرانفس کریم تم سب سے افضل اورمیرے باپ تم سب کے آباء سے بہتر۔

(دلائل النبوۃ، باب ذکر اصل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم،ج1،ص174تا179، دارالکتب العلمیہ، بیروت☆تاریخ دمشق الکبیر،باب ذکر معرفۃ نسبہ،ج3،ص38,39، داراحیاء التراث العربی، بیروت)

اس حدیث میں **اول** تونفی عام فرمائی کہ عہد جاہلیت کی کسی بات نے نسب اقدس میں کبھی کوئی راہ نہ پائی، یہ خود دلیل کافی ہے اورامر جاہلیت کوخصوص زنا پرحمل کرناایک توتخصیص بلامخصص،دوسرے لغوکہ نفی زناصراحۃً اس کے متصل مذکور۔

ثانیاً ارشاد ہوتا ہے کہ میرے باپ تم سب کے آباء سے بہتر۔ان سب میں حضرت سعید بن زید بن عمرورضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی قطعاً داخل تو لازم کہ حضرت والد ماجد حضرت زید سے افضل ہوں اور یہ بحکم آیت بے اسلام ناممکن۔

دلیل نمبر 11:میں کہتا ہوں،اللہ عزوجل نے فرمایا﴿اَللّٰہُ أَعْلَمُ حَیْثُ یَجْعَلُ رِسَالَتَہُ﴾ ترجمہ:خداخوب جانتا ہے جہاں رکھے اپنی پیغمبری۔

(پ8،سورۃالانعام،آیت124)

آیہ کریمہ شاہد کہ رب العزۃ عزّ وعلاسب سے زیادہ معزز ومحترم موضع، وضع رسالت کے لیے انتخاب فرماتا ہے ولہذا کبھی کم قوموں رذیلوں میں رسالت نہ رکھی، پھرکفروشرک سے زیادہ رذیل کیا شے ہوگی؟ وہ کیونکر اس قابل کہ اللہ عزوجل نوررسالت اس میں ودیعت رکھے۔کفارمحلِ غضب ولعنت ہیں اورنوررسالت کے وضع کومحل رضا ورحمت درکار۔

حضرت ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پرایک بارخوف وخشیت کاغلبہ تھا، گریہ وزاری فرمارہی تھیں،حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے عرض کی: یاام

المومنین ! کیا آپ یہ گمان رکھتی ہیں کہ رب العزت جل وعلا نے جہنم کی ایک چنگاری کو مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا جوڑا بنایا؟ ام المومنین نے فرمایا ((فرّجت عنی فرّج اللہ عنك)) ترجمہ: تم نے میرا غم دور کیا اللہ تعالیٰ تمہارا غم دور کرے۔

خود حدیث میں ہے، حضور سید یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں ((ان اللہ ابیٰ لی ان اتزوج أوازوج الا اھل الجنة)) ترجمہ: بے شک اللہ عزوجل نے میرے لئے نہ مانا کہ میں نکاح میں لانے یا نکاح میں دینے کا معاملہ کروں مگر اہل جنت سے۔

(تاریخ دمشق الکبیر، رملة بنت ابی سفیان صخربن حرب الخ، ج 73، ص110، داراحیاء التراث العربی، بیروت)

جب اللہ عزوجل نے اپنے حبیب اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے لئے یہ پسند نہ فرمایا (کہ غیر مسلم عورت آپ کے نکاح میں آئے) خود حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا نور پاک معاذ اللہ محل کفر میں رکھنے یا حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا جسم پاک عیاذاً باللہ خونِ کفار سے بنانے کو پسند فرمانا کیونکر متوقع ہو۔

نکتہ نمر 1: ظاہر باطن پر دلالت کرتا ہے اور اسم آئینۂ مسمّی الاسماء تنزل من السماء (اسماء آسمان سے نازل ہوتے ہیں) سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں ((إِذَا بَعَثْتُمْ رَسُولًا فَابْعَثُوهُ حَسَنَ الْوَجْهِ، حَسَنَ الِاسْمِ)) ترجمہ: جب میری بارگاہ میں کوئی قاصد بھیجو تو اچھی صورت اچھے نام کا بھیجو۔

(المعجم الاوسط، حدیث 7743، ج8، ص365، مکتبہ المعارف، ریاض ☆ کنزالعمال، عن ابی ھریرۃ، حدیث 14775، ج6، ص45، مؤسسة الرسالہ، بیروت)

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ((اِعْتَبِرُوا الْأَرْضَ بِأَسْمَائِهَا)) ترجمہ: زمین کو اس کے نام پر قیاس کرو۔

(الجامع الصغیر، عن ابن مسعود، حدیث 1136، ج1، ص74، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں ((كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَفَاءَلُ وَلَا يَتَطَيَّرُ، وَيُعْجِبُهُ الاسْمُ الْحَسَنُ)) ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نیک فال لیتے، بدشگونی نہ مانتے اور اچھے نام کو دوست رکھتے۔

(مسند احمد بن حنبل، عن ابن عباس، ج 1، ص275,304,319، المکتب الاسلامی، بیروت ☆ شرح السنة للبغوی، حدیث 3254، ج12، ص175، المکتب الاسلامی، بیروت ☆ مجمع الزوائد، کتاب الادب، باب ماجاء فی الاسماء الحسنة، ج8، ص47، دارالکتاب، بیروت)

ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں ((ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کان یغیر الاسم القبیح)) ترجمہ: مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم برے نام کو بدل دیتے تھے۔

اور ام المومنین سے ہی دوسری روایت میں ہے ((کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اذا سمع بالاسم القبیح حوّلہ الیٰ ماھو احسن منہ)) ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جب کسی کا برا نام سنتے تو اسے بہتر نام سے بدل دیتے۔

(کنزالعمال، عن عروۃ مرسلاً، حدیث 18506، ج7، ص157، مؤسسة الرسالہ، بیروت)

بریدہ اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ((أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَا يَتَطَيَّرُ مِنْ شَيْءٍ، وَكَانَ إِذَا بَعَثَ عَامِلًا سَأَلَ عَنِ اسْمِهِ فَإِذَا أَعْجَبَهُ اسْمُهُ فَرِحَ بِهِ وَرُئِيَ بِشْرُ ذَلِكَ فِي وَجْهِهِ، وَإِنْ كَرِهَ اسْمَهُ رُئِيَ كَرَاهِيَةُ ذَلِكَ فِي وَجْهِهِ، وَإِذَا دَخَلَ قَرْيَةً سَأَلَ عَنِ اسْمِهَا فَإِنْ أَعْجَبَهُ اسْمُهَا فَرِحَ وَرُئِيَ بِشْرُ ذَلِكَ فِي وَجْهِهِ، وَإِنْ كَرِهَ اسْمَهَا رُئِيَ كَرَاهِيَةُ ذَلِكَ فِي وَجْهِهِ)) ترجمہ: مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کسی چیز سے بدشگونی نہ لیتے جب کسی عہدے پر کسی کو مقرر فرماتے اس کا نام پوچھتے اگر پسند آتا خوش ہوتے اور اس کی خوشی چہرۂ انور میں نظر آتی اور اگر ناپسند آتا ناگواری کا اثر چہرۂ اقدس پر ظاہر ہوتا، اور جب کسی شہر میں تشریف لے جاتے اس کا

نام دریافت فرماتے ، اگر خوش آتا مسرور ہوجاتے اور اس کا سرور روئے پُرنُور میں دکھائی دیتا، اور اگر ناخوش آتا ناخوشی کا اثر روئے اطہر میں نظر آتا۔

(سنن ابو داود ، کتاب الکہانة والتطیر،باب فی الطیرة والخط،ج2،ص191، آفتاب عالم پریس، لاہور)

اب ذرا چشم حق بین سے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ مراعات الٰہیہ کے الطاف خَفِیَّہ دیکھئے ،حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے والد ماجد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام پاک عبداللہ کہ افضل اسمائے امت ہے ۔رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں ((أَحَبُّ الْأَسْمَاءِ إِلَى اللَّهِ تَعَالَى عَبْدُ اللَّهِ، وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ)) ترجمہ:تمہارے ناموں میں سب سے زیادہ پیارے نام اللہ تعالیٰ کو عبداللہ وعبدالرحمٰن ہیں۔

(سنن ابی داود، کتاب الادب، باب فی تغیر الاسماء ،ج 2،ص320،آفتاب عالم پریس، لاہور)

والدہ ماجدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نام آمنہ کہ امن وامان سے مشتق اور ایمان سے ہم اشتقاق ہے۔

جدامجد حضرت عبدالمطلب شیبۃ الحمد کہ اس پاک ستودہ مصدر سے اطیب واطہر مشتق محمد واحمد وحامد ومحمود صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے پیدا ہونے کا اشارہ تھا۔

جدہ ماجدہ فاطمہ بنت عمرو کی وجہ تسمیہ یوں آئی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا((ابْنَتِي فَاطِمَةُ حَوْرَاءُ آدَمِيَّةٌ لَمْ تَحِضْ، وَلَمْ تَطْمِثْ، وَإِنَّمَا سَمَّاهَا فَاطِمَةَ لِأَنَّ اللَّهَ فَطَمَهَا وَمُحِبِّيهَا عَنِ النَّارِ)) ترجمہ:اللہ عزوجل نے اس کا نام فاطمہ اس لئے رکھا کہ اسے اور اس سے عقیدت رکھنے والوں کو نارِ دوزخ سے آزاد فرمایا۔

(تاریخ بغداد، عن ابن عباس،ج 12،ص331،دارالکتاب العربی،بیروت ☆ کنز العمال، ج 12، ص109،مؤسسة الرسالہ، بیروت)

حضور کے جدِّ مادری یعنی نانا وہب جس کے معنٰی عطا وبخشش ،ان کا قبیلہ بنی زہراء جس کا حاصل چمک وتابش۔

جدۂ مادری یعنی نانی صاحبہ بَرّہ یعنی نیکوکار۔

(السیرة النبویة لابن ہشام،زواج عبداللہ من آمنہ بنت وھب،ج1،ص156،دارابن کثیر ،بیروت)

بھلا یہ تو خاص اصول ہیں، دودھ پلانے والیوں کو دیکھئے، پہلی مرضِعہ ثُوَیبہ کہ ثواب سے ہم اشتقاق ، اور اس فضل الٰہی سے پوری طرح بہرہ ور، حضرت حلیمہ بنت عبداللہ بن حارث ۔رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے اشج عبدالقیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا((إِنَّ فِيكَ خَصْلَتَيْنِ يُحِبُّهُمَا اللهُ :الْحِلْمُ، وَالْأَنَاةُ)) ترجمہ: تجھ میں دو خصلتیں ہیں خدا اور رسول کو پیاری درنگ اور بُردباری۔

(صحیح مسلم ، کتاب الایمان ،باب الامر بالایمان باللہ ولرسولہ صلی اللہ علیہ وسلم الخ ،ج 1، ص35،قدیمی کتب خانہ، کراچی)

ان کا قبیلہ بنی سعد کہ سعادت ونیک طالعی ہے،شرف اسلام وصحابیت سے مشرف ہوئیں۔

(شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیة، المقصد الثانی ،الفصل الرابع ،ج3،ص294،دارالمعرفہ ، بیروت)

جب روزِ حنین حاضر بارگاہ ہوئیں ،حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان کے لیے قیام فرمایا اور اپنی چادر انور بچھا کر بٹھایا۔

(الاستیعاب ،ج4،ص374، دارالکتب العلمیة، بیروت)

ان کے شوہر جن کا شیر (دودھ)حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے نوش فرمایا حارث سعدی، یہ بھی شرف اسلام وصحبت سے مشرف ہوئے ،حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی قدم بوسی کو حاضر ہوئے تھے ،راہ میں قریش نے کہا: اے حارث !تم اپنے بیٹے کی سنو، وہ کہتے ہیں مردے جئیں گے ،اور اللہ نے دو گھر جنت ونار بنا رکھے

ہیں۔انہوں نے حاضر ہو کر عرض کی کہ: اے میرے بیٹے! حضور کی قوم حضور کی شا کی ہے۔فرمایا: ہاں میں ایسا فرماتا ہوں، اور اے میرے باپ! جب وہ دن آئے گا تو میں تمہارا ہاتھ پکڑ کر بتا دوں گا کہ دیکھو یہ وہ دن ہے یا نہیں جس کی میں خبر دیتا تھا (یعنی) روز قیامت۔حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ بعد اسلام اس ارشاد کو یاد کر کے کہا کرتے: اگر میرے بیٹے میرا ہاتھ پکڑیں گے تو ان شاء اللہ نہ چھوڑیں گے جب تک مجھے جنت میں داخل نہ فرمالیں۔

(الروض الانف ،بحوالہ یونس بن بکیر، ابوہ من الرضاعة ،ج2،ص100،داراحیاء التراث العربی ،بیروت☆شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیة،الاول ذکر رضاعہ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم،ج1،ص143،دارالمعرفة ،بیروت☆شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیة بن بکری ،المقصد الثانی، الفصل الرابع ذکر رضاعہ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ،ج3،ص294،دارالمعرفة ،بیروت)

حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں ((أَصْدَقُهَا حَارِثٌ، وَهَمَّامٌ)) ترجمہ: سب ناموں میں زیادہ سچے نام حارث وہمام ہیں۔

(سنن ابی داود، کتاب الادب ،باب فی تغیر الاسماء ،ج 2،ص320،آفتاب عالم پریس، لاہور ☆الادب المفرد، باب ۳۵۲،حدیث ۸۱۴،ص211،المکتبة الاثریة ،سانگلہ ہل)

حضور کے رضاعی بھائی جو پستان شریک تھے ، جن کے لئے حضور سید العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم پستان چھوڑ دیتے تھے عبداللہ سعدی ، یہ بھی مشرف بہ اسلام وصحبت ہوئے۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد، ذکر من ارضع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الخ ،ج1، ص113،دارصادر، بیروت☆ شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیة، المقصد الاول ،ذکر رضاعہ صلی اللہ علیہ وسلم ،ج1،ص142,143،دارالمعرفة، بیروت)

حضور کی رضاعی بڑی بہن کہ حضور کو گود میں کھلاتیں، سینے پر لٹا کر دعائیہ اشعار عرض کرتیں، سلاتیں، اس لئے وہ بھی حضور کی ماں کہلاتیں سیما سعدیہ یعنی نشان والی، علامت والی، جو دُور سے چمکے، یہ بھی مشرف بہ اسلام ہوئیں رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔

(شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیة، المقصد الثانی ،الفصل الرابع، ذکر رضاعہ اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم ،ج 3،ص295،دارالمعرفة ،بیروت☆شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیة ،المقصد الاول ذکر رضاعہ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ،ج1،ص146،دارالمعرفة، بیروت)

حضرت حلیمہ حضور پُرنُور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو گود میں لئے راہ میں جاتی تھیں، تین نوجوان کنواری لڑکیوں نے وہ خدا بھائی صورت دیکھی، جوشِ محبت سے اپنی پستانیں دہن اقدس میں رکھیں، تینوں کے دودھ اتر آیا، تینوں پاکیزہ بیبیوں کا نام عاتکہ تھا۔عاتکہ کے معنیٰ زن شریفہ، رئیسہ، کریمہ، سراپا عطر آلود، تینوں قبیلہ بنی سلیم سے تھیں کہ سلامت سے مشتق اور اسلام سے ہم اشتقاق ہے۔

(شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیة، بحوالہ الاستیعاب، المقصدالاول، ج 1،ص137،دارالمعرفة ،بیروت)

بعض علماء نے حدیث ((انا ابن العواتك من سليم)) (میں بنی سلیم کی عاتکہ عورتوں کا بیٹا ہوں) کو اسی معنیٰ پر محمول کیا۔

(شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیة، بحوالہ الاستیعاب، المقصدالاول، ج 1،ص137،دارالمعرفة ،بیروت)

اقول :الحق کسی نبی نے کوئی آیت وکرامت ایسی نہ پائی کہ ہمارے نبی اکرم الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو اس کی مثل اور اس سے امثل عطا نہ ہوئی ، یہ اس مرتبے کی تکمیل تھی کہ مسیح کلمة اللہ صلوات اللہ وسلامہٗ علیہ کو بے باپ کے کنواری بتول کے پیٹ سے پیدا کیا حبیب اشرف بریة اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے لیے تین عفیفہ لڑکیوں کے پستان میں دودھ پیدا فرما دیا۔ ع

آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

ترجمہ: جو کمالات سب رکھتے ہیں تُو تنہا رکھتا ہے۔صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم

امام ابوبکر ابن العربی فرماتے ہیں ’’لم ترضعه مرضعة الا اسلمت ‘‘

ترجمہ: سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو جتنی بیبیوں نے دودھ پلایا سب اسلام لائیں۔

بھلا یہ تو دودھ پلانا تھا کہ اس میں جزئیت ہے، مرضعہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا نام برکت اورام ایمن کنیت کہ یہ بھی یُمن وبکرت وراستی وقوت، یہ اجلہ صحابیات سے ہوئیں رضی اللہ تعالیٰ عنہن، سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم انہیں فرماتے ((انت امی بعد امی)) ترجمہ: تم میری ماں کے بعد میری ماں ہو۔

(المواہب اللدنیة ،المقصد الاول، حیاتہ صلی اللہ علیہ وسلم قبل البعثة ،ج 1،ص174،المکتب الاسلامی ،بیروت ☆المواہب اللدنیة،المقصد الثانی ،الفصل الرابع،ج 2،ص117، المکتب الاسلامی ،بیروت)

راہ ہجرت میں انہیں پیاس لگی، آسمان سے نورانی رسی میں ایک ڈول اترا، پی کر سیراب ہوئیں، پھر کبھی پیاس نہ معلوم ہوئی، سخت گرمی میں روزے رکھتیں اور پیاس نہ ہوتی۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد، ام ایمن واسمہابرکة ،ج8،ص224،دارصادر، بیروت ☆شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیة، المقصدالثانی ، الفصل الرابع ،ج3،ص295، دارالمعرفة، بیروت)

پیدا ہوتے وقت جنہوں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے ہاتھوں پر لیا ان کا نام تو دیکھئے شفاء۔

(دلائل البنبوة لابی نعیم ،الفصل الحادی عشر،ج1،ص40،عالم الکتب ،بیروت)

یہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ ماجدہ وصحابیہ جلیلہ ہیں۔

اور ایک بی بی کہ وقت ولادت اقدس حاضر تھیں فاطمہ بنت عبداللہ ثقفیہ، یہ بھی صحابیہ ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔

اے چشم انصاف! کیا ہر تعلق ہر علاقہ میں ان پاک مبارک ناموں کا اجتماع محض اتفاقی بطور جزاف تھا؟ کلاو اللہ بلکہ عنایت ازلی نے جان جان کر یہ نام رکھے، دیکھ دیکھ کر یہ لوگ چُنے۔

پھر محل غور ہے جو اس نور پاک کو برے نام والوں سے بچائے وہ اسے بُرے

کام والوں میں رکھے گا، اور بُرا کام بھی کون سا، معاذ اللہ شرک وکفر، حاشاثم حاشا، اللہ اللہ! دائیاں مسلمان، کھلائیاں مسلمان، مگر خاص جن مبارک پیٹوں میں محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے پاؤں پھیلائے، جن طیب مطیب خونوں سے اس نورانی جسم میں ٹکڑے آئے وہ معاذ اللہ چنین وچناں حاش للہ کیونکر گوارا ہو۔

نکتہ نمبر 2: ام سماعہ اسماء بنت ابی رھم اپنی والدہ سے راوی ہیں، حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے انتقال کے وقت حاضر تھی، محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کم سن بچے کوئی پانچ برس کی عمر شریف، ان کے سرہانے تشریف فرما تھے۔ حضرت خاتون نے اپنے ابن کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی طرف نظر کی، پھر کہا:

بارك فيك الله من غلام   يابن الذى من حومة الحمام
نجابعون الملك المنعام   فودى غداة الضرب بالسهام
بمائة من ابل سوام   ان صحّ ما ابصرت فى المنام
فانت مبعوث الى الانام   من عندذى الجلال والكرام
تبعث فى الحل وفى الحرام   تبعث فى التحقيق والاسلام
دين ابيك البرّ ابراهام   فالله انهاك عن الاصنام
ان لاتواليها مع الاقوام

ترجمہ: اے ستھرے لڑکے! اللہ تجھ میں برکت رکھے۔ اے بیٹے ان کے جنہوں نے مرگ کے گھیرے سے نجات پائی بڑے انعام والے بادشاہ اللہ عزوجل کی مدد سے، جس صبح کو قرعہ ڈالا گیا سو بلند اونٹ ان کے فدیہ میں قربان کئے گئے، اگر وہ ٹھیک اترا جو میں نے خواب دیکھا ہے تو تُو سارے جہان کی طرف پیغمبر بنایا جائے گا جو تیرے نکوکار باپ ابراہیم کا دین ہے، میں اللہ کی قسم دے کر تجھے بتوں سے منع کرتی

ہوں کہ قوموں کے ساتھ ان کی دوستی نہ کرنا۔

(المواہب اللدنیۃ، بحوالہ دلائل النبوۃ، المقصد الاول،ج1،ص169، المکتب الاسلامی، بیروت)

حضرت خاتون آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اس پاک وصیت میں جو فراقِ دنیا کے وقت اپنے ابن کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو کی بحمد اللہ توحید ورد شرک تو آفتاب کی طرح روشن ہے اور اس کے ساتھ دین اسلام ملت پاک ابراہیم علیہ السلام کا بھی پورا اقرار، اور ایمان کامل کسے کہتے ہیں، پھر اس سے بالاتر حضور پرنور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کا بھی اعتراف موجود اور وہ بھی بیان بعث عامہ کے ساتھ، وللہ الحمد۔

اس کے بعد فرمایا ((کل حی میت وکل جدید بال وکل کبیر یفنی وانا میتۃ وذکری باق وقد ترکت خیرا وولدت طھرا)) ترجمہ: ہر زندے کو مرنا ہے اور ہر نئے کو پرانا ہونا، اور کوئی کیسا ہی بڑا ہوا ایک دن فنا ہونا ہے۔ میں مرتی ہوں اور میرا ذکر ہمیشہ خیر سے رہے گا، میں کیسی خیر عظیم چھوڑ چلی ہوں اور کیسا ستھرا پاکیزہ مجھ سے پیدا ہوا، صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم۔

(المواہب اللدنیۃ، المقصد الاول، ج1، ص70، المکتب الاسلامی، بیروت)

یہ کہا اور انتقال فرمایا، رضی اللہ تعالیٰ عنہا وصلی اللہ تعالیٰ علی ابنہا الکریم وذویہ وبارک وسلم (اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوا اور درود وسلام اور برکت نازل فرمائے ان کے کریم بیٹے اور اس کے پیروکاروں پر)۔

اور ان کی یہ فراست ایمان اور پیشن گوئی نورانی قابل غور ہے کہ میں انتقال کرتی ہوں اور میرا ذکر خیر ہمیشہ باقی رہے گا، عرب وعجم کی ہزاروں شاہزادیاں، بڑی بڑی تاج والیاں خاک کا پیوند ہوئیں جن کا نام تک کوئی نہیں جانتا، مگر اس طیبہ خاتون کے ذکر خیر سے مشارق ومغارب ارض میں محافل ومجالس انس وقدس میں زمین

وآسمان گونج رہے ہیں اور ابدالآباد تک گونجیں گے۔ وللہ الحمد۔

سوال: حدیث پاک میں ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ایک صحابی سے فرمایا کہ ((إِنَّ أَبِي وَأَبَاكَ فِي النَّارِ)) ترجمہ: میرا اور تیرا باپ آگ میں ہے۔

(صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان ان من مات علی الکفر الخ،ج 1،ص114، قدیمی کتب خانہ، کراچی)

اگر حضور کے آباء واجداد جنتی ہیں تو مذکورہ فرمان سے کیا مراد ہے؟

جواب: ((إِنَّ أَبِي وَأَبَاكَ فِي النَّارِ)) میں باپ سے ابوطالب مراد لینا طریق واضح ہے قال تعالیٰ ﴿قَالُوا نَعْبُدُ إِلٰهَكَ وَإِلٰهَ آبَائِكَ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ﴾ ترجمہ: بولے ہم پوجیں گے اسے جو خدا ہے آپ کا اور آپ کے آباء ابراہیم واسمٰعیل واسحٰق کا۔ (پ1، سورۃ البقرۃ، آیت133)

علماء نے اسی پر ﴿لِأَبِيهِ آزَرَ﴾ کو حمل فرمایا۔ اہل تواریخ واہل کتابین (یہود ونصاریٰ) کا اجماع ہے کہ آزر باپ نہ تھا سید خلیل علیہ السلام الجلیل کا چچا تھا۔

سوال: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو والدین کے لیے دعائے مغفرت سے منع فرمایا گیا، اس کا کیا جواب ہے؟

جواب: استغفار سے نہی معاذ اللہ عدم توحید پر دال نہیں، صدر اسلام میں سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مدیون (مقروض) کے جنازے پر نماز نہ پڑھتے جس کا حاصل اس کے لیے استغفار ہی ہے۔

حدیث میں ہے: جب حضور سید الشافعین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بار بار شفاعت فرمائیں گے اور اہل ایمان کو اپنے کرم سے داخل جناں فرماتے جائیں گے، اخیر میں صرف وہ لوگ رہ جائیں گے جن کے پاس سوائے توحید کے کوئی

حسنہ نہیں۔ شفیع مشفع صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پھر سجدے میں گریں گے، حکم ہوگا((یَا مُحَمَّدُ ،ارْفَعْ رَأْسَكَ، وَقُلْ يُسْمَعْ لَكَ، وَسَلْ تُعْطَهْ، وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ،)) ترجمہ: اے حبیب !اپنا سر اٹھاؤ اورعرض کروکہ تمہاری عرض سنی جائے گی اور مانگو کہ تمہیں عطا ہوگا اورشفاعت کروکہ تمہاری شفاعت قبول ہوگی۔

سید الشافعین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم عرض کریں گے((فَأَقُولُ :يَا رَبِّ، ائْذَنْ لِي فِيمَنْ قَالَ :لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ)) ترجمہ: اے میرے رب! مجھے ان کی بھی پروانگی دے دے جنھوں نے صرف لاالہ الا اللہ کہا ہے۔

رب العزت عزّ جلالہ ارشاد فرمائے گا((لَيْسَ ذَاكَ إِلَيْكَ وَلَكِنْ وَعِزَّتِي وَكِبْرِيَائِي وَعَظَمَتِي وَجِبْرِيَائِي، لَأُخْرِجَنَّ مَنْ قَالَ :لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ)) ترجمہ: یہ تمہارے لئے نہیں مگر مجھے اپنی عزت وجلال وکبریائی کی قسم میں ضرور ان سب کو نار سے نکال لوں گا جنھوں نے لاالہ الا اللہ کہا ہے۔

(صحیح البخاری ،کتاب التوحید ،باب کلام الرب یوم القیٰمۃ مع الانبیاء وغیرہم،ج 2، ص118,119، قدیمی کتب خانہ ،کراچی ☆صحیح مسلم ،کتاب الایمان، باب اثبات الشفاعۃ واخراج الموحدین من النار،ج1،ص110، قدیمی کتب خانہ ،کراچی)

حضرات ابوین کریمین رضی اللہ عنہما کا انتقال عہد اسلام سے پہلے تھا تو اس وقت تک صرف اہل توحید واہل لاالہ الا اللہ تھے تو نہی از قبیل لیس ذٰلك لك ہے۔

زندہ کیوں کیا گیا

سوال: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے والدین جب اہل توحید میں سے تھے تو ایمان لانے کے لیے ان کو زندہ کیوں کیا گیا؟

جواب: حضرات ابوین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا انتقال عہد اسلام سے پہلے تھا تو اس وقت تک صرف اہل توحید واہل لاالہ الا اللہ تھے، اس کے بعد رب العزت

جل جلالہ نے اپنے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے میں ان پر اتمامِ نعمت کیلئے اصحاب کہف رضی اللہ عنہم کی طرح انہیں زندہ کیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لاکر، شرف صحابیت پاکر آرام فرمایا لہذا حکمت الٰہیہ کہ یہ زندہ کرنا حجۃ الوداع میں واقع ہوا جبکہ قرآن کریم پورا اتر لیا اور ﴿الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي﴾ ترجمہ: آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کردیا اورتم پر اپنی نعمت پوری کردی۔ (پ6،سورۃ المائدۃ،آیت3)

نے نزول فرما کر دین الٰہی کو تام وکامل کردیا تا کہ ان کا ایمان پورے دین کامل شرائع پر واقع ہو۔

حدیثِ احیاء کی غایت ضعف ہے کما حققہ خاتم الحفاظ الجلال السیوطی ولاعطر بعد العروس (جیسا کہ خاتم الحفاظ امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ نے اس کی تحقیق فرمادی ہے اور عروس کے بعد کوئی عطر نہیں)۔

اور حدیث ضعیف دربارۂ فضائل مقبول کما حققناہ بما لا مزید علیہ فی رسالتنا الھاد الکاف فی حکم الضعاف (جیسا کہ ہم نے اس کی تحقیق اپنے رسالہ الھاد الکاف فی حکم الضعاف میں کردی ہے)۔

بلکہ امام ابن حجر مکی نے فرمایا متعدد حفاظ نے اس کی تصحیح کی۔ افضل القریٰ لقراء ام القریٰ میں فرماتے ہیں "ان اباء النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غیر الانبیاء وامھاتہ الی ادم وحواء لیس فیھم کافر لان الکافر لا یقال فی حقہ انہ مختار ولا کریم ،ولا طاھر ،بل نجس ،وقد صرحت الاحادیث بانھم مختارون وان الاباء کرام ، والامھات طاھرات ،وایضا قال تعالیٰ ﴿وتقلبک فی السجدین﴾ علی احد التفاسیر فیہ ان المراد تنقل نورہ

مـن ساجد الی ساجد و حینئذ فهذه صریح فی ان ابوی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم امنة وعبد الله من اهل الجنة لانهما اقرب المختارین له صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وهذاهوالحق ،بل فی حدیث صححه غیر واحد من الحفاظ ولم یلتفتوالمن طعن فیه ۔ **ان الله تعالی احیاهما فامنابه** الخ'' ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کے سلسلہ نسب میں جتنے انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام ہیں وہ تو انبیاء ہی ہیں،ان کے سوا حضور کے جس قدر اباء وامھات آدم وحواء علیہما الصلواۃ والسلام تک ہیں ان میں کوئی کافر نہ تھا کہ کافر کو پسندیدہ یا کریم یا پاک نہیں کہا جا سکتا اور حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم ے آباء وامھات کی نسبت حدیثوں میں تصریح فرمائی گئی کہ وہ سب پسندیدہ بارگاہ الٰہی ہیں ،آباء سب کرام ،مائیں سب پاکیزہ ہیں اور آیہ کریمہ ﴿ **تقلبک فی السجدین** ﴾ (اور نمازیوں میں تمھارے دورے کو) کی بھی ایک تفسیر یہی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کا نور ایک ساجد سے دوسرے ساجد کی طرف منتقل ہوتا آیا تو اب اس سے صاف ثابت ہے کہ حضور کے والدین حضرت آمنہ وحضرت عبداللہ رضی اللہ عنہما اہل جنت ہیں کہ وہ تو ان بندوں میں جنھیں اللہ عزوجل نے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لئے چنا تھا سب سے قریب تر ہیں، یہی قول حق ہے بلکہ ایک حدیث میں جسے متعدد حافظان حدیث نے صحیح کہا اور اس میں طعن کرنے والے کی بات کو قابل التفات نہ جانا،تصریح ہے کہ اللہ عزوجل نے والدین کریمین رضی اللہ تعالٰی عنہما کو حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لئے زندہ فرمایا یہاں تک کہ وہ حضور پر ایمان لائے۔

(افضل القری لقراء ام القری، شعر6،ج1،ص151،المجمع الثقافی، ابو ظہبی)

سوال: حافظ ابن دحیہ نے اس حدیث پر یہ اعتراض کیا ہے کہ اس کو ماننے سے ان آیات کریمہ کی مخالفت لازم آتی ہے جن میں کافر کے مرنے کے بعد عدم انتفاع (نافع نہ ہونے) کا ذکر ہے۔

جواب: یہ مخالفت کیسے لازم آسکتی ہے حالانکہ ہم یہ نہیں کہتے کہ والدین کریمین رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کو کفر کے بعد ایمان دینے کیلئے زندہ کیا گیا بلکہ ہم یہ کہتے ہیں کہ توحید پر انتقال فرمانے کے بعد محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم پر اور آپ کے دین کریم کی تفاصیل پر ایمان کی دولت سے مشرف فرمانے کے لئے زندہ کیا گیا ،اس صورت میں ہمیں آیات کریمہ میں تخصیص کا دعوی کرنے کی ضرورت نہیں جیسا کہ بعض علماء نے یہ جواب دیا ہے۔

سوال: زید کہتا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کے والدین کا جنتی ہونا قطعی نہیں ہے؟

جواب: اپنا مسلک اس باب میں یہ ہے:

ومن مذهبی حب الدیار لاهلها   وللناس فیما یعشقون مذاهب

ترجمہ: میرا مذہب تو شہر والوں کی وجہ سے شہر سے محبت کرنا ہے اور لوگوں کے لئے ان کی پسندیدہ چیزوں میں مختلف طریقے ہیں۔

جسے یہ پسند ہو فبہا ونعمت ورنہ آخر اس سے تو کم نہ ہو کہ زبان روکے، دل صاف رکھے،﴿ اِنَّ ذٰلِکُمْ کَانَ یُؤْذِی النَّبِیَّ ﴾ (بیشک یہ بات نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کو اذیت پہنچاتی ہے) سے ڈرے۔ (پ22،سورۃ الاحزاب،آیت53)

امام ابن حجر مکی شرح میں فرماتے ہیں ''مااحسن قول بعض المتوقفین فی هذه المسئلة الحذر الحذر من ذکر هما بنقص فان ذلك قد یؤذیه صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لخبر الطبرانی **لاتؤذو الاحیاء بسبب الاموات** ''ترجمہ: یعنی کیا خوب فرمایا بعض علماء نے جنہیں اس مسئلے میں توقف تھا کہ دیکھ بچ والدین کریمین کو کسی نقص کے ساتھ ذکر کرنے سے کہ اس سے حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کو ایذاء

ہونے کا اندیشہ ہے کہ طبرانی کی حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: مردوں کو برا کہہ کر زندوں کو ایذاء نہ دو۔

(افضل القریٰ لقراء ام القریٰ، شعر6،ج1،ص154،المجمع الثقافی، ابوظنی)

یعنی حضور تو زندۂ ابدی ہیں ہمارے تمام افعال واقوال پر مطلع ہیں اور اللہ عزوجل نے فرمایا ہے ﴿وَالَّذِینَ یُؤْذُونَ رَسُولَ اللّٰہِ لَھُمْ عَذَابٌ أَلِیمٌ﴾ ترجمہ: جو لوگ رسول اللہ کو ایذاء دیتے ہیں ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔

(پ10،سورۃالتوبۃ،آیت61)

عاقل کو چاہئے ایسی جگہ سخت احتیاط سے کام لے۔ ع

ہشدار کہ رہ بر مردم تیغ است قدم را

ترجمہ: ہوش کر کہ لوگوں پر چڑھائی کرنا قدم کے لیے تلوار ہے۔

یہ مانا کہ مسئلہ قطعی نہیں، اجماعی نہیں، پھر ادھر کون سا قاطع کون سا اجماع ہے؟ آدمی اگر جانبِ ادب میں خطا کرے تو لاکھ جگہ بہتر ہے اس سے کہ معاذ اللہ اس کی خطا جانب گستاخی جائے، جس طرح حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں ((فَإِنَّ الْإِمَامَ أَنْ یُخْطِءَ فِی الْعَفْوِ خَیْرٌ مِنْ أَنْ یُخْطِءَ بِالْعُقُوبَۃِ)) ترجمہ: جہاں تک بن پڑے حدود کو ٹالو کہ بیشک امام کا معافی میں خطا کرنا عقوبت میں خطا کرنے سے بہتر ہے۔

(المستدرك للحاكم، كتاب الحدود،ج 4،ص384،دارالكفر، بيروت☆جامع الترمذی، ابواب الحدود ،باب ماجاء فی درء الحدود،ج 1،ص171، امين كمپنى ،دہلی☆السنن الكبرٰی، كتاب الحدود،باب مائاء فی درء الحدود بالشبهات ،ج 8،ص238،دارصادر، بيروت☆المصنف لابن ابی شيبة، كتاب الحدود ،باب ماجاء فی درء الحدود بالشبهات، حديث 28493،ج5،ص208، دارالكتب العلمية، بيروت)

حجۃ الاسلام غزالی قدس سرہ العالی احیاء العلوم شریف میں فرماتے ہیں ''کسی

مسلمان کی طرف گناہ کبیرہ کی نسبت جائز نہیں جب تک تواتر سے ثابت نہ ہو۔''

(احياء العلوم، كتاب آفات اللسان الآفة،ج3،ص125، مطبعة المشهد الحسين ،القاہرة)

مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرف معاذ اللہ اولادِ چنین وچناں سے ہونا کیونکر بے تواتر وقطع نسبت کر دیا جائے، یقین برہانی کا انتفا حکم وجدانی کا نافی نہیں ہوتا، کیا تمہارا وجدان ایمان گوارا کرتا ہے کہ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے سرکار نور بار کے ادنیٰ ادنیٰ غلاموں کے سگان بارگاہ جنّات النعیم میں سُرر مرفوعۃ (بلند تختوں) پر تکئے لگائے چین کریں اور جن کی نعلین پاک کے تصدق میں جنت بنی ان کے ماں باپ دوسری جگہ معاذ اللہ غضب وعذاب کی مصیبتیں بھریں، ہاں یہ سچ ہے کہ ہم غنی حمید عزجلالہ پر حکم نہیں کر سکتے پھر دوسرے حکم کی کس نے گنجائش دی؟ ادھر کونسی دلیل قاطع پائی؟ حاش للہ! ایک حدیث بھی صحیح وصریح نہیں، جو صریح ہے ہرگز صحیح نہیں اور جو صحیح ہے ہرگز صریح نہیں جس کی طرف ہم نے اجمالی اشارات کر دئے تو اقل درجہ وہی سکوت وحفظ ادب رہا، آئندہ اختیارات بدست مختار۔

عبرت قاھرہ: سید احمد مصری حواشی در میں ناقل کہ ایک عالم رات بھر مسئلہ ابوین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما میں متفکر رہے کہ کیونکر تطبیق اقوال ہو۔ اسی فکر میں چراغ پر جھک گئے کہ بدن جل گیا۔ صبح ایک لشکری آیا کہ میرے یہاں آپ کی دعوت ہے۔ راہ میں ایک ترہ فروش (سبزی فروش) ملے کہ اپنی دکان کے آگے باٹ ترازو لئے بیٹھے ہیں، انہوں نے اٹھ کر ان عالم کے گھوڑے کی بھاگ پکڑی اور یہ اشعار پڑھے:

اٰمنت ان ابا النبی وامّہٗ   احیاھما الحی القدیر الباری

حتی لقد شھدا لہ برسالۃ   صدق فتلك کرامۃ المختار

و به الحدیث و من یقول بضعفه   فهو الضعیف عن الحقیقة عاری

ترجمہ: میں ایمان لایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ے ماں باپ کو اس زندہ ابدی قادر مطلق خالق عالم جل جلالہ نے زندہ کیا یہاں تک کہ ان دونوں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیغمبری کی گواہی دی، اے شخص اس کی تصدیق کر کہ یہ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اعزاز کے واسطے ہے اور اس باب میں حدیث وارد ہوئی جو اسے ضعیف بتائے وہ آپ ہی ضعیف اور علم حقیقت سے خالی ہے۔

یہ اشعار سنا کر ان عالم سے فرمایا: اے شیخ! انہیں لے اور نہ رات کو جاگ نہ اپنی جان کو فکر میں ڈال کہ تجھے چراغ جلا دے، ہاں جہاں جا رہا ہے وہاں نہ جا کہ لقمۂ حرام کھانے میں نہ آئے۔

ان کے اس فرمانے سے وہ عالم بیخود ہو کر رہ گئے، پھر انہیں تلاش کیا پتا نہ پایا اور دکانداروں سے پوچھا، کسی نے نہ پہچانا، سب بازار والے بولے: یہاں تو کوئی شخص بیٹھتا ہی نہیں۔ وہ عالم اس ربانی ہادی غیب کی ہدایت سن کر مکان کو واپس آئے، لشکری کے یہاں تشریف نہ لے گئے۔ انتہٰی۔

(حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار، کتاب النکاح، باب نکاح الکافر، ج 2، ص 81، المکتبۃ لعربیہ کوئٹہ)

اے شخص! یہ عالم بہ برکت علم، نظر عنایت سے ملحوظ تھے کہ غیب سے کسی ولی کو بھیج کر ہدایت فرمادی خوف کر کہ تو اس ورطہ میں پڑ کر معاذ اللہ کہیں مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا باعث ایذاء نہ ہو جس کا نتیجہ معاذ اللہ بڑی آگ دیکھنا ہو۔ اللہ عزوجل ظاہر و باطن میں مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی سچی محبت سچا ادب روزی فرمائے اور اسباب مقت (ناراضگی) وحجاب و بیزاری وعتاب سے بچائے آمین آمین آمین!

ایمانِ ابوین کی صراحت کرنے والے علماء

سوال: ان علماء میں سے کچھ کے نام بتا دیجیے جنھوں نے ایمانِ ابوین کی صراحت کی ہے۔

جواب: متعدد جلیل القدر علمائے کرام نے ایمان ابوین کریمین رضی اللہ عنہما کی تصریح فرمائی ہے جن کے نام مندرجہ ذیل ہیں۔

(1) امام ابو حفص عمر بن احمد بن شاہین جن کی علوم دینیہ میں تین سو تیس تصانیف ہیں، از انجملہ تفسیر ایک ہزار جزء میں اور مسند حدیث ایک ہزار تین جزء میں۔

(2) شیخ المحدثین احمد خطیب علی البغدادی۔

(3) حافظ الشان محدث ماہر امام ابو القاسم علی بن حسن ابن عساکر۔

(4) امام اجل ابو القاسم عبد الرحمٰن بن عبد اللہ سہیلی صاحب الروض۔

(5) حافظ الحدیث امام محبّ الدین طبری کہ علماء فرماتے ہیں: بعد امام نووی کے ان کا مثل علم حدیث میں کوئی نہ ہوا۔

(6) امام علامہ ناصر الدین ابن المنیر صاحب شرف المصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم۔

(7) امام حافظ الحدیث ابو الفتح محمد بن محمد ابن سید الناس صاحب عیون الاثر۔

(8) علامہ صلاح الدین صفدی۔

(9) حافظ الشان شمس الدین محمد ابن ناصر الدین دمشقی۔

(10) شیخ الاسلام حافظ الشان امام شہاب الدین احمد ابن حجر عسقلانی۔

(11) امام حافظ الحدیث ابو بکر محمد بن عبد اللہ اشبیلی ابن العربی مالکی۔

(12) امام ابوالحسن علی بن محمد ماوردی بصری صاحب الحاوی الکبیر۔

(13) امام ابوعبداللہ محمد ن خلف شارح صحیح مسلم۔

(14) امام عبداللہ محمد بن احمد بن ابوبکر قرطبی صاحب تذکرہ۔

(15) امام المتکلمین فخر المدققین فخر الدین محمد بن عمر الرازی۔

(16) امام علامہ زین الدین مناوی۔

(17) خاتم الحفاظ مجدد القران امام العاشر امام جلال الملۃ والدین عبدالرحمٰن ابن ابی بکر۔

(18) امام حافظ شہاب الدین احمد بن حجر ہیتمی مکی صاحب افضل القرٰی وغیرہ۔

(19) شیخ نورالدین علی الجزار مصری صاحب رسالہ تحقیق آمال الراجین فی ان والدی المصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بفضل اللہ تعالیٰ فی الدارین من الناجین۔

(20) علامہ ابوعبداللہ محمد ابن ابی شریف حسنی تلمسانی شارح شفاء شریف۔

(21) علامہ محقق سنوسی۔

(22) امام اجل عارف باللہ سیدی عبدالوہاب شعرانی صاحب الیواقیت والجواہر۔

(23) علامہ احمد بن محمد بن علی بن یوسف فاسی صاحب مطالع المسرات شرح دلائل الخیرات۔

(24) خاتمۃ المحققین علامہ محمد بن عبدالباقی زرقانی شارح المواہب۔

(25) امام اجل فقیہ اکمل محمد بن محمد کردری بزازی صاحب المناقب۔

(26) زین الفقہ علامہ محقق زین الدین ابن نجیم مصری صاحب الاشباہ والنظائر۔

(27) علامہ سید احمد حموی صاحب غمز العیون والبصائر۔

(28) علامہ حسین بن محمد بن حسن دیاربکری صاحب الخمیس فی انفس نفیس۔

(29) علامہ محقق شہاب الدین احمد خفاجی مصری صاحب نسیم الریاض۔

(30) علامہ طاہر فتنی صاحب مجمع بحار الانوار۔

(31) شیخ شیوخ علماء الہند مولانا عبدالحق محدث دہلوی۔

(32) صاحب کنز الفوائد۔

(33) مولانا بحر العلوم ملک العلماء عبدالعلی صاحب فواتح الرحموت۔

(34) علامہ سید احمد مصری طحطاوی محشی درمختار۔

(35) علامہ سید ابن عابدین امین الدین محمد آفندی شامی صاحب ردالمحتار وغیرھم من العلماء الکبائر والمحققین ۔

یہ ان اکابر کا ذکر ہے جن کی تصریحات، خاص اس مسئلہ جزئیہ میں موجود، ورنہ بنظر کلیت نگاہ کیجئے تو امام حجۃ الاسلام محمد محمد غزالی وامام الحرمین وامام ابن السمعانی وامام کیا ہراسی وامام اجل قاضی ابوبکر باقلانی حتی کہ خود امام مجتہد سیدنا امام شافعی کی نصوص قاہرہ موجود ہیں جن سے تمام آباء وامہات اقدس کا ناجی ہونا کالشمس والامس روشن وثابت ہے بلکہ بالاجماع تمام ائمہ اشاعرہ اور ائمہ ماتریدیہ سے مشائخ بخارا تک سب کا یہی مقتضائے مذہب ہے۔

(فتاوی رضویہ ،ج30،ص297,298،رضافاؤنڈیشن،لاہور)

کچھ علماء کی تصریحات

سوال: کچھ علماء کی تصریحات بھی بیان فرمادیجئے۔

جواب: امام سیوطی ''سُبُل النجاۃ'' میں فرماتے ہیں ''مال الیٰ ان اللہ تعالیٰ احیاھما حتی اٰمنا بہ طائفۃ من الائمۃ و حفاظ الحدیث'' ترجمہ: **آئمہ اور حفاظ حدیث کی ایک جماعت اس طرف مائل ہے کہ بیشک اللہ تعالیٰ نے نبی کریم** صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم **کے ابوین کریمین کو زندہ فرمایا یہاں تک کہ وہ آپ پر ایمان لائے۔**

(شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیہ بحوالہ سبل النجاۃ، المقصد الاول ،ج 1،ص168دارالمعرفۃ ،بیروت)

کتاب الخمیس میں کتاب مستطاب الدرج المنیفہ فی الآباء الشریفہ سے نقل کرتے ہیں ''ذھب جمع کثیر من الائمۃ الاعلام الیٰ ان ابوی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ناجیان محکوم لھما بالنجاۃ فی الاخرۃ وھم اعلم الناس باقوال من خالفھم وقال بغیر ذٰلک ولایقصرون عنھم فی الدرجۃ ومن احفظ الناس للاحادیث والاٰثار وانقد الناس بالادلہ التی استدل بھا اولٰئک فانھم جامعون لانواع العلوم ومتضلعون من الفنون خصوصا الاربعۃ التی استمد منھا فی ھذہ المسألۃ فلایظن بھم انھم لم یقفوا علی الاحادیث التی استدل بھا اولٰئک معاذ اللہ بل وقفوا علیھا وخاضوا غمرتھا واجابوا عنھا بالاجوبۃ المرضیۃ التی لایردھا منصف واقامو لما ذھبوا الیہ ادلۃ قاطعۃ کالجبال الرواسی اہ مختصراً'' ترجمہ: **جمع کثیر اکابر ائمہ واجلۂ حفاظ حدیث، جامعان انواع علوم وناقدان روایات ومفہوم کا مذہب یہی ہے کہ ابوین کریمین ناجی ہیں اور آخرت میں ان کی نجات کا فیصلہ ہو چکا ہے ان اعاظم ائمہ کی نسبت یہ گمان بھی نہیں ہوسکتا کہ ان احادیث سے غافل تھے جن سے اس مسئلے میں خلاف پر استدلال کیا جاتا ہے، معاذ اللہ ایسا نہیں بلکہ وہ ضرور اس پر واقف ہوئے اور تہ تک پہنچے اور ان**

سے وہ پسندیدہ جواب دئے جنہیں کوئی انصاف والا رد نہ کرے گا اور نجات والدین شریفین پر دلائل قاطعہ قائم کئے جیسے مضبوط جمے ہوئے پہاڑ کہ کسی کے ہلائے نہیں ہل سکتے۔ (کتاب الخمیس ،القسم الثانی، النوع الرابع ،ج1،ص230، مؤسسۃ شعبان، بیروت)

بلکہ علامہ زرقانی شرح مواہب میں ائمۂ قائلین نجات کے اقوال وکلمات ذکر کر کے فرماتے ہیں ''ھذا ماوقفنا علیہ من نصوص علمائنا ولم نرلغیرھم مایخالفہ الا مایشم من نفس ابن دحیۃ وقد تکفل بردّہ القرطبیؒ'' ترجمہ: **یہ ہمارے علماء کے وہ نصوص ہیں جن پر میں واقف ہوا اور ان کے غیر سے کہیں اس کا خلاف نظر نہ آیا سوائے ایک بوئے خلاف کے جو ابن دحیہ کے کلام سے پائی گئی اور امام قرطبی نے بروجہ کافی اس کا رد کر دیا۔**

(شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ،ج 1،ص186،دارالمعرفۃ، بیروت)

نوٹ: ''ایمان ابوین'' کے موضوع پر جس نے مزید تفصیل سے دیکھنا ہو امام اہلسنت مجدد دین وملت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ کے رسالہ ''شمول الاسلام'' کا مطالعہ کرے جو کہ فتاوی رضویہ کی جلد نمبر 30 میں موجود ہے، جتنے دلائل یہاں مذکور ہوئے اسی رسالہ سے ماخوذ ہیں۔

الباب الثانی
سنت ابراھیمی

فصل (1): قربانی کے فضائل

شعآئر الله

اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے: ﴿وَ مَنْ یُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ﴾ ترجمہ کنزالایمان: اور جو اللہ کے نشانوں کی تعظیم کرے تو یہ دلوں کی پرہیزگاری سے ہے۔ (پ 17، سورۃالحج، آیت32)

حضرتِ سیدنا مجاہد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ﴿وَمَنْ یُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ﴾ سے قربانی کے جانوروں کی تعظیم اور انہیں فربہ کرنا مراد ہے۔

(الدرالمنثور، تحت الآیۃ المذکورہ، ج 6، ص46، دارالفکر، بیروت)

خوش دلی سے قربانی کرو

ام المؤمنین حضرتِ سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((مَا عَمِلَ آدَمِیٌّ مِنْ عَمَلٍ یَوْمَ النَّحْرِ أَحَبَّ إِلَى اللّٰهِ مِنْ إِهْرَاقِ الدَّمِ، إِنَّهُ لَيَأْتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِقُرُوْنِهَا وَأَشْعَارِهَا وَأَظْلَافِهَا، وَأَنَّ الدَّمَ لَيَقَعُ مِنَ اللّٰهِ بِمَكَانٍ قَبْلَ أَنْ يَقَعَ مِنَ الْأَرْضِ، فَطِيبُوا بِهَا نَفْسًا)) ترجمہ: قربانی کے دن آدمی کا کوئی عمل اللہ عزوجل کے نزدیک خون بہانے سے زیادہ محبوب نہیں ہے اور وہ جانور قیامت کے دن اپنے سینگوں، بالوں اور کھروں کے ساتھ آئے گا اور قربانی کا خون زمین پر گرنے سے پہلے اللہ عزوجل کی بارگاہ میں پہنچ جاتا ہے لہٰذا خوشدلی سے قربانی کیا کرو۔

(ترمذی، کتاب الاضاحی، باب فی فضل الاضحیہ، ج 4، ص83، مطبوعہ مصطفی البابی، مصر ☆ سنن ابن ماجہ، باب ثواب الاضحیۃ، ج 2، ص1045، داراحیاء الکتب العربیہ، بیروت ☆ المستدرک، کتاب الاضاحی، ج4، ص247، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

ہربال کے بدلے میں نیکی

حضرتِ سیدنا زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:((قَالَ أَصْحَابُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا هَذِهِ الْأَضَاحِيُّ؟ قَالَ:سُنَّةُ أَبِيكُمْ إِبْرَاهِيمَ قَالُوا:فَمَا لَنَا فِيهَا يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ:بِكُلِّ شَعَرَةٍ حَسَنَةٌ قَالُوا:فَالصُّوفُ؟ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ:بِكُلِّ شَعَرَةٍ مِنَ الصُّوفِ، حَسَنَةٌ)) ترجمہ:صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا:یارسول اللہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم! یہ قربانیاں کیا ہیں؟ آپ نے ارشاد فرمایا:تمہارے باپ ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہیں۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا:یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم!ان میں ہمارے لئے کیا ثواب ہے؟ فرمایا:ہر بال کے بدلے ایک نیکی ہے۔عرض کیا:اوراُون میں؟فرمایا:اس کے ہر بال کے بدلے بھی ایک نیکی ہے۔

(سنن ابن ماجه،باب ثواب الاضحية،ج2،ص1045، داراحياء الكتب العربيه، بيروت)

جهنم سے حجاب

حضرت سیدنا امام حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے،رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشادفرمایا:((مَنْ ضَحَّى طَيِّبَةً بِهَا نَفْسُهُ، مُحْتَسِبًا لِأُضْحِيَّتِهِ؛ كَانَتْ لَهُ حِجَابًا مِنَ النَّارِ)) ترجمہ:جوثواب کی امید پرخوشدلی سےقربانی کرےتو وہ قربانی اس کے لئے جہنم سے حجاب ہوگی۔

(المعجم الكبيرللطبراني،حسن بن حسن بن علي رضى الله عنهم،ج 3،ص84،مكتبه ابن تيميه ، القاهره☆ مجمع الزوائد،باب فضل الاضحيه، ج 4، ص17،مكتبة القدسي،القاهره☆ الترغيب الترهيب للمنذرى، كتاب العيدين والاضحية،ج2،ص100،دارالكتب العلميه،بيروت)

اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں گرتا ھے

حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وآلہ وسلم نے ارشادفرمایا:((أَيُّهَا النَّاسُ ضَحُّوا وَ احْتَسِبُوا بِدِمَائِهَا، فَإِنَّ الدَّمَ، وَإِنْ وَقَعَ فِي الْأَرْضِ، فَإِنَّهُ يَقَعُ فِي حِرْزِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلّ)) ترجمہ:لوگو! قربانی کرواور ان کے خون پرثواب کی امید کرتے ہوئے صبر کرو کیونکہ خون اگرزمین پرگرے تو اللہ عزوجل کی حفاظت میں گرتا ہے۔

(طبراني اوسط،من بقية من اول اسمه ميم،ج 8،ص176،دارالحرمين،القاهره☆ الترغيب الترهيب للمنذرى، كتاب العيدين والاضحية،ج2 ، ص100،دارالكتب العلميه،بيروت☆مجمع الزوائد،باب فضل الاضحيه،ج4،ص17،مكتبة القدسي، القاهره)

سب سے زیادہ محبوب

حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے،حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشادفرمایا:((مَا أَنْفَقْتُ الْوَرِقَ فِي شَيْءٍ أَحَبَّ إِلَى اللَّهِ مِنْ نَحِيرٍ يُنْحَرُ فِي يَوْمِ عِيدٍ)) ترجمہ:عید کے دن قربانی میں خرچ کرنا اللہ عزوجل کوسب سے زیادہ محبوب ہے۔

(المعجم الكبير للطبراني،مسند ابن عباس رضى الله تعالىٰ عنهما،ج 11،ص17،مكتبه ابن تيميه،القاهره☆الترغيب الترهيب للمنذرى، كتاب العيدين والاضحية، ج 2 ، ص100،دارالكتب العلميه،بيروت☆ مجمع الزوائد،باب فضل الاضحيه،ج4، ص17،مكتبة القدسي،القاهره)

خون کا پھلاقطرہ گرتے ھی

حضرتِ سیدنا ابوسَعِید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی مُکَرَّم،نُورِ مُجَسَّم، رسول اکرم،شہنشاہِ بنی آدم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم نے فرمایا:((يَا فَاطِمَةُ قُومِي إِلَى أُضْحِيَتِكِ فَاشْهَدِيهَا، فَإِنَّ لَكِ بِكُلِّ قَطْرَةٍ تَقْطُرُ مِنْ دَمِهَا أَنْ يُغْفَرَ لَكِ مَا سَلَفَ مِنْ ذُنُوبِكِ.قَالَتْ:يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَلَنَا خَاصَّةً أَهْلَ الْبَيْتِ، أَوْ لَنَا وَلِلْمُسْلِمِينَ؟ قَالَ:بَلْ لَنَا وَلِلْمُسْلِمِينَ)) ترجمہ:اے فاطمہ !اٹھواوراپنی قربانی کا جانورلاؤ کیونکہ تمہارے لئے اس کے خون کا پہلا قطرہ گرتے ہی پچھلے گناہوں کی

مغفرت کردی جاتی ہے"۔حضرتِ سیدتنا فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا، "یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! کیا یہ بشارت صرف ہمارے یعنی اہلِ بیت کے لئے خاص ہے یا دیگر مسلمانوں کے لئے بھی ہے؟فرمایا: بلکہ ہمارے اور دیگر مسلمانوں سب کے لئے ہے۔

(المستدرک ،کتاب الاضاحی ،باب یغفر لمن یضحی عند اول قطرۃ تقطر من الدم،ج 4،ص 247،دارالکتب العلمیہ،بیروت☆ مجمع الزوائد،باب فضل الاضحیہ ، ج4،ص17،مکتبۃ القدسی ، القاہرہ)

ستر گنا اضافے کے ساتھ میزان میں

حضرتِ سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے،حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشادفرمایا:((أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِفَاطِمَةَ:يَا فَاطِمَةُ قُومِي فَاشْهَدِي أُضْحِيَّتَكِ,أَمَا إِنَّ لَكِ بِأَوَّلِ قَطْرَةٍ تَقْطُرُ مِنْ دَمِهَا مَغْفِرَةً لِكُلِّ ذَنْبٍ,أَمَا إِنَّهُ يُجَاءُ بِهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِلُحُومِهَا وَدِمَائِهَا سَبْعِينَ ضِعْفًا حَتَّى تُوضَعَ فِي مِيزَانِكِ.فَقَالَ أَبُو سَعِيدٍ الْخُدْرِيُّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ:يَا رَسُولَ اللهِ أَهَذِهِ لِآلِ مُحَمَّدٍ خَاصَّةً فَهُمْ أَهْلٌ لِمَا خُصُّوا بِهِ مِنْ خَيْرٍ ,أَوْ لِآلِ مُحَمَّدٍ وَالنَّاسِ عَامَّةً؟ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:بَلْ هِيَ لِآلِ مُحَمَّدٍ وَالنَّاسِ عَامَّةً)) ترجمہ:اے فاطمہ!اٹھواوراپنی قربانی کا جانور لیکر آؤ کیونکہ اس کے خون کا پہلا قطرہ گرتے ہی تمہارے تمام گناہ معاف کردیئے جائیں گےاور قیامت کے دن اس کا خون اوراس کا گوشت سترّ گنا اضافے کے ساتھ تمہاری میزان میں رکھا جائے گا۔حضرتِ سیدنا ابوسَعِید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! کیا یہ بشارت صرف آلِ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ خاص ہے کیونکہ یہ ہر خیر کے ساتھ خاص کئے جانے کے اہل ہیں یا یہ بشارت آلِ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے لئے خصوصاً اور دیگر

مسلمانوں کے لئے عموماً ہے؟فرمایا: آلِ محمد کے لئے بالخصوص اور دیگر مسلمانوں کے لئے عمومی طور پر ہے۔

(السنن الکبری للبیھقی،باب مایستحب للمرء من ان یتولی ذبح نسکہ او یشھدہ،ج 9، ص 476،دارالکتب العلمیہ،بیروت☆الترغیب الترہیب للمنذری، کتاب العیدین والاضحیۃ،ج2،ص100،دارالکتب العلمیہ،بیروت)

سنت کو پالیا

حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے،فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو(عیدالاضحیٰ کے دن)خطبہ میں یہ فرماتے ہوا سنا:((إِنَّ أَوَّلَ مَا نَبْدَأُ مِنْ يَوْمِنَا هَذَا أَنْ نُصَلِّيَ، ثُمَّ نَرْجِعَ، فَنَنْحَرَ فَمَنْ فَعَلَ فَقَدْ أَصَابَ سُنَّتَنَا)) ترجمہ: آج ہم اپنے اس دن کا آغاز یوں کریں گے کہ پہلے ہم نماز پڑھیں گے پھر واپس آکر قربانی کریں گے،جس نے یہ کام کیا تو اس نے ہماری سنت کو پالیا۔

(صحیح بخاری،باب سنۃ العیدین لاہل الاسلام،ج2،ص16،مطبوعہ دار طوق النجاۃ)

فصل (2): تاریخِ قربانی

ہر امت کے لیے قربانی

قربانی کا عمل سابقہ امتوں میں بھی رائج تھا چنانچہ قرآن مجید میں ہے: ﴿وَلِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا لِيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَى مَا رَزَقَهُمْ مِنْ بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ﴾ ترجمۂ کنزالایمان: اور ہر امت کے لئے ہم نے ایک قربانی مقرر فرمائی کہ اللہ کا نام لیں اس کے دیئے ہوئے بے زبان چوپایوں پر (ان کے ذبح کے وقت)۔

(پ17 ،سورۃ الحج، آیت34)

ہابیل اور قابیل کی قربانیاں

عُلَماءِ سِیَر واَخبار کا بیان ہے کہ حضرت حوّا کے حمل میں ایک لڑکا ایک لڑکی پیدا ہوتے تھے اور ایک حمل کے لڑکے کا دوسرے حمل کی لڑکی کے ساتھ نکاح کیا جاتا تھا اور جب کہ آدمی صرف حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد میں منحصر تھے تو مناکحت کی اور کوئی سبیل ہی نہ تھی اسی دستور کے مطابق حضرت آدم علیہ السلام نے قابیل کا نکاح لیودا سے جو ہابیل کے ساتھ پیدا ہوئی تھی اور ہابیل کا اقلیما سے جو قابیل کے ساتھ پیدا ہوئی تھی کرنا چاہا، قابیل اس پر راضی نہ ہوا اور چونکہ اقلیما زیادہ خوبصورت تھی اس لئے اس کا طلب گار رہوا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے فرمایا کہ وہ تیرے ساتھ پیدا ہوئی لہٰذا تیری بہن ہے اس کے ساتھ تیرا نکاح حلال نہیں، کہنے لگا یہ تو آپ کی رائے ہے اللہ تعالیٰ نے یہ حکم نہیں دیا، آپ نے فرمایا تو تم دونوں **قربانیاں لاؤ** جس کی قربانی مقبول ہو جائے وہی اقلیما کا حقدار ہے، اس زمانہ میں **جو قربانی** مقبول ہوتی تھی آسمان سے ایک آگ اُتر کر اس کو کھا لیا کرتی تھی، قابیل نے ایک انبار گندم اور ہابیل نے **ایک بکری قربانی** کے لئے پیش کی، **آسمانی آگ نے ہابیل کی قربانی کو لے لیا** اور قابیل کے گیہوں چھوڑ گئی، اس پر قابیل کے دل میں بہت بُغض وحسد پیدا ہوا۔ جب حضرت

آدم علیہ السلام حج کے لئے مکّہ مکرّمہ تشریف لے گئے تو قابیل نے ہابیل سے کہا کہ میں تجھ کو قتل کروں گا، ہابیل نے کہا کیوں؟ کہنے لگا اس لئے کہ تیری قربانی مقبول ہوئی، میری نہ ہوئی اور تو اقلیما کا مستحق ٹھہرا اس میں میری ذلّت ہے۔

ہابیل نے کہا کہ اللہ اسی سے قبول کرتا ہے جسے ڈر ہے یعنی قربانی کا قبول کرنا اللہ کا کام ہے وہ متّقیوں کی قربانی قبول فرماتا ہے تو متّقی ہوتا تو تیری قربانی قبول ہوتی، یہ خود تیرے افعال کا نتیجہ ہے، اس میں میرا کیا دخل ہے۔ اگر تو اپنا ہاتھ مجھ پر بڑھائے گا کہ مجھے قتل کرے تو میں اپنا ہاتھ تجھ پر نہ بڑھاؤں گا کہ تجھے قتل کروں (باوجودیکہ میں تجھ سے قوی وتوانا ہوں یہ صرف اس لئے کہ) میں اللہ سے ڈرتا ہوں جو سارے جہان کا مالک ہے۔

پھر قابیل نے نفس کے ورغلانے میں آکر ہابیل کو قتل کر دیا، قتل کرنے کے بعد متحیّر ہوا کہ اس لاش کو کیا کرے کیونکہ اس وقت تک کوئی انسان مرا ہی نہ تھا، مدّت تک لاش کو پُشت پر لادے پھرا۔

مروی ہے کہ دو کوّے آپس میں لڑے ان میں سے ایک نے دوسرے کو مار ڈالا پھر زندہ کوّے نے اپنی مِنقار (چونچ) اور پنجوں سے زمین کُرید کر گڑھا کیا، اس میں مرے ہوئے کوّے کو ڈال کر مٹی سے دبا دیا، یہ دیکھ کر قابیل کو معلوم ہوا کہ مُردے کی لاش کو دفن کرنا چاہیئے چنانچہ اس نے زمین کھود کر دفن کر دیا۔

(خزائن العرفان، سورۃ المائدہ، تحت الآیات 27تا31)

قرآن عظیم میں ہے: ﴿وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ ابْنَيْ آدَمَ بِالْحَقِّ إِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ مِنْ أَحَدِهِمَا وَلَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ الْآخَرِ قَالَ لَأَقْتُلَنَّكَ قَالَ إِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللَّهُ مِنَ الْمُتَّقِينَ o لَئِنْ بَسَطْتَ إِلَيَّ يَدَكَ لِتَقْتُلَنِي مَا أَنَا بِبَاسِطٍ

يَدِیَ إِلَيْکَ لِأَقْتُلَکَ إِنِّی أَخَافُ اللَّهَ رَبَّ الْعَالَمِينَ ٥إِنِّی أُرِيدُ أَنْ تَبُوءَ بِإِثْمِی وَإِثْمِکَ فَتَكُونَ مِنْ أَصْحَابِ النَّارِ وَذَلِکَ جَزَاءُ الظَّالِمِينَ ٥فَطَوَّعَتْ لَهُ نَفْسُهُ قَتْلَ أَخِيهِ فَقَتَلَهُ فَأَصْبَحَ مِنَ الْخَاسِرِينَ ٥فَبَعَثَ اللَّهُ غُرَابًا يَبْحَثُ فِی الْأَرْضِ لِيُرِيَهُ كَيْفَ يُوَارِی سَوْءَةَ أَخِيهِ قَالَ يَا وَيْلَتَا أَعَجَزْتُ أَنْ أَكُونَ مِثْلَ هَذَا الْغُرَابِ فَأُوَارِیَ سَوْءَةَ أَخِی فَأَصْبَحَ مِنَ النَّادِمِينَ ٥﴾ ترجمہ: اورانہیں پڑھ کرسناؤ آدم کے دو بیٹوں کی سچی خبر جب دونوں نے ایک ایک نیاز پیش کی تو ایک کی قبول ہوئی اور دوسرے کی نہ قبول ہوئی بولا قسم ہے میں تجھے قتل کردوں گا کہا اللہ اسی سے قبول کرتا ہے جسے ڈر ہے، بے شک اگر تو اپنا ہاتھ مجھ پر بڑھائے گا کہ مجھے قتل کرے تو میں اپنا ہاتھ تجھ پر نہ بڑھاؤں گا کہ تجھے قتل کروں میں اللہ سے ڈرتا ہوں جو مالک ہے سارے جہان کا، میں تو یہ چاہتا ہوں کہ میرا اور تیرا گناہ دونوں تیرے ہی پلہ پڑے تو تو دوزخی ہوجائے اور بے انصافوں کی یہی سزا ہے، تو اُس کے نفس نے اُسے بھائی کے قتل کا چاؤ دلایا تو اسے قتل کردیا تو رہ گیا نقصان میں، تو اللہ نے ایک کوّا بھیجا زمین کریدتا کہ اسے دکھائے کیونکر اپنے بھائی کی لاش چھپائے بولا ہائے خرابی میں اس کوّے جیسا بھی نہ ہوسکا کہ میں اپنے بھائی کی لاش چھپاتا تو پچتا تا رہ گیا۔ (پ6 ،سورۃ المائدہ، آیت 27 تا 31)

حضرت ابراھیم علیہ السلام کی قربانی

اس کا تفصیلی واقعہ اسی کتاب میں گزر چکا ہے، مختصراً یہ کہ اللہ تعالیٰ سے بیٹے کی دعا مانگی، اللہ تعالیٰ کی طرف سے بیٹے کی بشارت دی گئی، بڑھاپے کے عالم میں اللہ تعالیٰ نے حضرت اسماعیل جیسا فرزند عطا فرمایا، خوشی کی انتہا نہ رہی، مگر جب بیٹا تیرہ سال کا ہوا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یوم ترویہ (آٹھ ذوالحجہ) کو رات خواب

دیکھا کہ کوئی کہنے والا کہہ رہا ہے کہ آپ کا رب آپ کو بیٹے کے ذبح کرنے کا حکم فرما رہا ہے، یہی خواب آپ نے اگلی دوراتوں میں بھی دیکھا، (کیونکہ انبیاء علیہم السلام کا خواب حجت ہوتا ہے لہذا) آپ علیہ السلام نے بیٹے کے ذبح کرنے کا پختہ ارادہ کرلیا اور اپنے بیٹے کو اس سے مطلع فرمایا، فرماں بردار بیٹے میں اپنے آپ کو فوراً قربانی کے بخوشی پیش کردیا، آپ اپنے صاحبزادے کو وادئ منی میں لے گئے، اور چہرے کے بل لٹادیا اور اللہ تعالیٰ کا نام لے کر چھری چلادی، مگر اللہ تعالیٰ کے حکم سے چھری نے ذبح نہ کیا (ایک روایت میں ہے کہ چھری اور گردن کے درمیان تانبے کی پلیٹ حائل ہوگئی، جس کے باعث چھری اپنا کام نہ کرسکی)، پھر اللہ تعالیٰ نے ایک جنتی مینڈھا صاحبزادے کے فدیئے کے طور پر بھیجا، جسے آپ علیہ السلام نے اپنے دست مبارک سے ذبح فرمادیا۔

قرآن مجید میں اس واقعہ کو اس طرح بیان فرمایا: ﴿رَبِّ هَبْ لِی مِنَ الصّٰلِحِیْن ٥فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِیْمٍ ٥فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْیَ قَالَ یٰبُنَیَّ اِنِّیْۤ اَرٰی فِی الْمَنَامِ اَنِّیْۤ اَذْبَحُکَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰی قَالَ یٰۤاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِیْۤ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِیْنَ ٥ فَلَمَّاۤ اَسْلَمَا وَ تَلَّهٗ لِلْجَبِیْنِ ٥ وَنٰدَیْنٰهُ اَنْ یّٰۤاِبْرٰهِیْمُ ٥قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْیَا اِنَّا کَذٰلِکَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ ٥اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِیْنُ ٥وَ فَدَیْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِیْمٍ ٥وَ تَرَکْنَا عَلَیْهِ فِی الْاٰخِرِیْنَ ٥سَلٰمٌ عَلٰۤی اِبْرٰهِیْمَ ٥کَذٰلِکَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ ٥اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِیْنَ ٥﴾ ترجمۂ کنزالایمان: (حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عرض کیا) الٰہی مجھے لائق اولاد دے۔ تو ہم نے اسے خوشخبری سنائی ایک عقل مند لڑکے کی۔ پھر جب وہ اس کے ساتھ کام کے قابل ہوگیا، کہا اے میرے بیٹے! میں نے خواب

دیکھا میں تجھے ذبح کرتا ہوں، اب تو دیکھ تیری کیا رائے ہے کہا اے میرے باپ کیجئے جس بات کا آپ کو حکم ہوتا ہے خدا نے چاہا تو قریب ہے کہ آپ مجھے صابر پائیں گے ۔تو جب ان دونوں نے ہمارے حکم پر گردن رکھی اور باپ نے بیٹے کو ماتھے کے بَل لٹایا اس وقت کا حال نہ پوچھ اور ہم نے اسے ندا فرمائی کہ اے ابراہیم بیشک تو نے خواب سچ کر دکھایا ہم ایسا ہی صلہ دیتے ہیں نیکوں کو، بیشک یہ روشن جانچ تھی اور ہم نے ایک بڑا ذبیحہ اس کے فدیہ میں دے کر اسے بچالیا اور ہم نے پچھلوں میں اس کی تعریف باقی رکھی، سلام ہو ابراہیم پر، ہم ایسا ہی صلہ دیتے ہیں نیکوں کو، بیشک وہ ہمارے اعلٰی درجہ کے کامل الایمان بندوں میں ہے۔ (پ23، سورۃ الصفٰت، آیت 100تا111)

قومِ موسیٰ کی قربانی

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم میں بھی قربانی رائج تھی، قرآن پاک میں قومِ موسیٰ کے بارے میں بیان کرتے ہوئے ان کا قول بیان کیا گیا ہے کہ ہم کسی رسول پر اس وقت تک ایمان نہیں لائیں جب تک وہ ہمارے پاس ایسی قربانی نہ لادے جس کو آگ کھا جائے۔

قرآن مجید میں ہے: ﴿اَلَّذِیْنَ قَالُوْۤا اِنَّ اللّٰهَ عَهِدَ اِلَیْنَاۤ اَلَّا نُؤْمِنَ لِرَسُوْلٍ حَتّٰى یَاْتِیَنَا بِقُرْبَانٍ تَاْكُلُهُ النَّارُؕ قُلْ قَدْ جَآءَكُمْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِیْ بِالْبَیِّنٰتِ وَ بِالَّذِیْ قُلْتُمْ فَلِمَ قَتَلْتُمُوْهُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ o﴾ ترجمۂ کنزالایمان: وہ جو کہتے ہیں اللہ نے ہم سے اقرار کرلیا ہے کہ ہم کسی رسول پر ایمان نہ لائیں جب تک ایسی قربانی کا حکم نہ لائے جسے آگ کھائے تم فرمادو مجھ سے پہلے بہت رسول تمہارے پاس کھلی نشانیاں اور یہ حکم لے کر آئے جو تم کہتے ہو پھر تم نے انہیں کیوں شہید کیا اگر سچے ہو۔ (پ 4، سورۂ اٰل عمران، آیت183)

اس آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ یہود کی ایک جماعت نے سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا تھا کہ ہم سے توریت میں عہد لیا گیا ہے کہ جو مدعی رسالت ایسی قربانی نہ لائے جس کو آسمان سے سفید آگ اتر کر کھائے اس پر ہم ہرگز ایمان نہ لائیں اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور ان کے اس کذبِ محض اور افتراءِ خالص کا ابطال کیا گیا کیونکہ اس شرط کا توریت میں نام ونشان بھی نہیں ہے اور ظاہر ہے کہ نبی کی تصدیق کے لئے معجزہ کافی ہے کوئی معجزہ ہو جب نبی نے کوئی معجزہ دکھایا اس کے صدق پر دلیل قائم ہوگئی اور اس کی تصدیق کرنا اور اس کی نبوت کو ماننا لازم ہوگیا اب کسی خاص معجزہ کا اصرار حجت قائم ہونے کے بعد نبی کی تصدیق کا انکار ہے۔ (ان کی اس بات کا رد نہیں کیا کہ بنی اسرائیل کے انبیاء یہ معجزہ دکھاتے تھے بلکہ ان سے فرمایا کہ سابقہ انبیاء علیہم السلام جب تمہارے پاس یہ والا معجزہ لے کر آئے تو تم نے انہیں شہید کیوں کیا اور ان پر ایمان کیوں نہیں لائے) جب تم نے یہ نشانی لانے والے انبیاء کو قتل کیا اور ان پر ایمان نہ لائے تو ثابت ہوگیا کہ تمہارا یہ دعوٰی جھوٹا ہے۔

(تفسیر خزائن العرفان، تحت الآیۃ المذکورہ)

حضرت سلیمان علیہ السلام کی قربانیاں

حضرت داؤد علیہ السلام نے اللہ تعالٰی کے حکم سے بیت المقدس سے تعمیر شروع کی، تکمیل سے پہلے آپ نے پردۂ ظاہری فرمایا، اس کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس کی تکمیل فرمائی، جب بیت المقدس کی تکمیل ہوگئی تو ((قَرَّبَ الْقَرَابِینَ وَذَبَحَ الذَّبَائِحَ وَجَمَعَ بَنِی إِسْرَائِیل)) ترجمہ: حضرت سلیمان علیہ السلام نے قربانیاں پیش کیں، جانور ذبح کیے اور بنی اسرائیل کو جمع فرمایا۔

(مجمع الزوائد، باب الصلاۃ فی المسجد، ج4، ص7، مکتبۃ القدسی، القاہرہ)

حضرت عبد المطلب کی قربانی

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

أَنَا ابُن الذَّبِيحَيُن، میں دو ذبیحوں کا بیٹا ہوں۔

(المستدرک علی الصحیحین،ذکر من قال ان الذبیح الخ،ج2،ص609،دارالکتب العلمیہ،بیروت)

ایک اور حدیث پاک میں ہے،حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے،فرماتے ہیں کہ ایک اعرابی نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو یوں خطاب کیا: یَا ابُنَ الذَّبِيحَيُنِ ،اے دو ذبیحوں کے بیٹے ،تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے تبسم فرمایا اور اس پر انکار نہیں فرمایا،اس بارے میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سوال کیا گیا تو فرمایا: عبدالمطلب نے جب زمزم کا کنواں کھودا،نذر مانی کہ اللہ تعالیٰ میرے لیے اس کو آسان کردے تو میں اپنے ایک بیٹے کو ضرور ذبح کروں گا،قرعہ عبداللہ کے نام نکلا،لوگوں نے اس سے روکا اور کہا کہ اس کے بدلے میں سو اونٹ ذبح کردو،انہوں نے اس کے بدلے میں سو اونٹ ذبح کردیئے اور دوسرے ذبیح حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں۔

(المستدرک علی الصحیحین،ذکر اسماعیل بن ابراہیم علیہما السلام،ج 2، ص604، دارالکتب العلمیہ،بیروت)

فصل (3): مسائل قربانی

قربانی کا وجوب اور اس کا نصاب

سوال: شرعی طور پر قربانی کا کیا حکم ہے؟

جواب: (اگر وجوبِ قربانی کی شرائط پائی جائیں تو) قربانی واجب ہے اور اس کا وجوب قرآن وحدیث سے ثابت ہے۔

دلیل نمبر (1): قرآن وحدیث میں قربانی کرنے کا حکم آیا ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے﴿فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانُحَرُ﴾ ترجمہ: اپنے رب کی نماز پڑھیے اور قربانی کیجئے۔ (پ30،سورۃ الکوثر،آیت2)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے،رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((ضَحُّوا، وَطَيِّبُوا بِهَا أَنْفُسَكُم)) ترجمہ: قربانی کرو اور خوش دلی سے کرو۔ (مصنف عبد الرزاق،4،ص388،ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ،کراچی)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((يَا أَيُّهَا النَّاسُ ضَحُّوا)) ترجمہ: اے لوگو! قربانی کرو۔

(معجم اوسط،من بقیة من اول اسمه میم من اسمه موسیٰ،ج8،ص176،دارالحرمین ، القاہرہ)

اور امر وجوب کے لئے ہوتا ہے۔ مبسوط میں ہے ''وحجتنا فی ذلك قوله تعالی ﴿**فصل لربک وانحر**﴾ای وانحر الاضحیة والامر یقتضی الوجوب'' ہماری دلیل قربانی کے وجوب میں اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے﴿فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانُحَرُ﴾ یعنی قربانی کرو،اور امر وجوب کا تقاضا کرتا ہے۔

(مبسوط ،باب الاضحیہ،ج12،ص11،مکتبہ رشیدیہ،کوئٹہ)

دلیل نمبر (2): قربانی نہ کرنے پر حدیث میں وعید وارد ہے اور یہ بھی دلیلِ وجوب ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا((مَنُ كَانَ

لَهُ سَعَةٌ، وَلَمْ يُضَحِّ، فَلَا يَقْرَبَنَّ مُصَلَّانَا)) ترجمہ: جس میں وسعت ہو اور قربانی نہ کرے وہ ہماری عیدگاہ کے قریب نہ آئے۔

(ابن ماجہ، باب الاضاحی واجبة ام لا، ص226، قدیمی کتب خانہ، کراچی)

مبسوط میں ہے ''وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ مَنْ وَجَدَ سَعَةً وَلَمْ يُضَحِّ فَلَا يَقْرَبَنَّ مُصَلَّانَا وَإِلْحَاقُ الْوَعِيدِ لَا يَكُونُ إلَّا بِتَرْكِ الْوَاجِبِ'' ترجمہ: (مذکورہ بالا حدیث پاک نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں) وعید کا الحاق ترکِ واجب پر ہی ہوتا ہے۔

(مبسوط، باب الاضحیہ، ج12، ص11، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

دلیل نمبر (3): جو وقت سے پہلے کرلے اس کے لیے اعادہ کا حکم حدیث پاک میں موجود ہے، جو کہ اس کے واجب ہونے کی دلیل ہے۔ حضرت جندب بن سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((مَنْ ذَبَحَ قَبْلَ الصَّلَاةِ فَلْيَذْبَحْ شَاةً مَكَانَهَا، وَمَنْ لَمْ يَكُنْ ذَبَحَ، فَلْيَذْبَحْ عَلَى اسْمِ الله)) ترجمہ: جس نے عید کی نماز سے پہلے ذبح کیا تو وہ اس کی جگہ اور بکری ذبح کرے اور جس نے ابھی تک ذبح نہیں کیا تو وہ اللہ کے نام پر ذبح کرے۔

(صحیح مسلم، ج3، ص1551، داراحیاء التراث العربی، بیروت)

سوال: قربانی واجب ہونے کی کیا شرائط ہیں یعنی کس شخص پر قربانی واجب ہوتی ہے؟

جواب: قربانی واجب ہونے کے شرائط یہ ہیں:

(1) اسلام یعنی غیر مسلم پر قربانی واجب نہیں۔

(2) اقامت یعنی مقیم ہونا، مسافر پر واجب نہیں۔

(3) مالک نصاب ہونا (جو شخص ساڑھے سات تولے سونے یا ساڑھے باون تولے چاندی یا ساڑھے باون تولے چاندی کے برابر رقم یا حاجت اصلیہ کے

علاوہ اتنی مالیت کی کسی چیز کا بھی مالک ہو، وہ قربانی کے معاملے میں صاحب نصاب ہے، حاجت اصلیہ سے مراد رہنے کا مکان اور خانہ داری کے سامان جن کی حاجت ہو اور سواری اور خادم اور پہننے کے کپڑے، کام کی کتابیں، ان کے سوا جو چیزیں ہوں وہ حاجت سے زائد ہیں۔)، جو نصاب کا مالک نہیں اس پر قربانی واجب نہیں۔

(4) بالغ ہونا، چنانچہ نابالغ پر واجب نہیں۔

(درمختار وردالمحتار، کتاب الاضحیہ، ج9، ص524، دارالمعرفہ، بیروت)

سوال: قربانی اور زکوۃ کے نصاب میں کیا فرق ہے؟

جواب: قربانی اور زکوۃ کے نصاب میں دو طرح سے فرق ہے:

(1) زکوۃ کے نصاب میں صرف مال نامی (سونا چاندی، سکہ رائج الوقت اور مال تجارت) کا اعتبار کیا جاتا ہے جبکہ قربانی کے نصاب میں حاجتِ اصلیہ کے علاوہ ہر چیز داخل ہوتی ہے۔

(2) زکوۃ کے لئے نصاب پر سال گذرنا شرط ہے جبکہ قربانی کے لئے شرط نہیں۔

(حاشیۃ الطحطاوی، ص723، قدیمی کتب خانہ، کراچی)

سوال: اگر عورت میں یہ ساری شرائط پائی جائیں تو اس پر بھی قربانی واجب ہوگی؟

جواب: جی ہاں، واجب ہوگی کیونکہ قربانی کے لیے مرد ہونا شرط نہیں۔ عورتوں پر واجب ہوتی ہے جس طرح مردوں پر واجب ہوتی ہے۔

(درمختار، کتاب الاضحیہ، ج9، ص524، دارالمعرفہ، بیروت)

سوال: وجوبِ قربانی کی شرائط کا قربانی کے پورے وقت میں ہونا ضروری ہے یا نہیں؟

جواب: شرائط کا پورے وقت میں پایا جانا ضروری نہیں بلکہ قربانی کے لیے

جو وقت مقرر ہے اس کے کسی حصہ میں شرائط کا پایا جانا وجوب کے لیے کافی ہے مثلاً ایک شخص ابتدائے وقت قربانی میں کافر تھا پھر مسلمان ہوگیا اور ابھی قربانی کا وقت باقی ہے اس پر قربانی واجب ہے جبکہ دوسری شرائط بھی پائی جائیں۔ یو ہیں اول وقت میں مسافر تھا اور اثنائے وقت میں مقیم ہوگیا اس پر بھی قربانی واجب ہوگئی یا فقیر تھا اور وقت کے اندر مالدار ہوگیا اس پر بھی قربانی واجب ہے۔

(فتاوی ہندیہ، کتاب الاضحیہ، الباب الاول فی تفسیرہا، ج5، ص293، دارالفکر، بیروت)

سوال: جس شخص پر قرض ہے اور اس کے اموال سے قرض کی مقدار نکالی جائے تو نصاب کی مقدار نہیں باقی رہتی تو قربانی کا کیا حکم ہے؟

جواب: اس پر قربانی واجب نہیں۔

(فتاوی ہندیہ، کتاب الاضحیہ، الباب الاول فی تفسیرہا، ج5، ص292، دارالفکر، بیروت)

سوال: اگر کسی کے پاس دوسو درہم (ساڑھے باون تولے چاندی) کی قیمت کا قرآن مجید یا کتابیں ہیں تو کیا اس پر قربانی واجب ہے؟

جواب: کسی کے پاس دو سو درہم کی قیمت کا مصحف شریف (قرآن مجید) ہے اگر وہ اسے دیکھ کر اچھی طرح تلاوت کرسکتا ہے تو اس پر قربانی واجب نہیں چاہے اس میں تلاوت کرتا ہو یا نہ کرتا ہو (کیونکہ وہ اس کی حاجت اصلیہ سے ہے) اور اگر اچھی طرح اسے دیکھ کر تلاوت نہ کرسکتا ہو تو قربانی واجب ہے۔ کتابوں کا بھی یہی حکم ہے کہ اس کے کام کی ہیں تو قربانی واجب نہیں ورنہ ہے۔

(فتاوی ہندیہ، کتاب الاضحیہ، الباب الاول فی تفسیرہا، ج5، ص291,292، دار الفکر، بیروت)

سوال: حاجت اصلیہ سے زائد اگر ساڑھے باون تولے چاندی کے برابر قیمت کی کوئی چیز ہو تو قربانی واجب ہوتی ہے، اس کی کچھ امثلہ بیان کر دیں۔

جواب: ایک مکان سردی کے لیے اور ایک گرمی کے لیے یہ حاجت میں

داخل ہے ان کے علاوہ اس کے پاس تیسرا مکان ہو جو حاجت سے زائد ہے اگر یہ دوسو درہم کا ہے تو قربانی واجب ہے، اسی طرح گرمی سردی کے بچھونے حاجت میں داخل ہیں اور تیسرا بچھونا جو حاجت سے زائد ہے اس کا اعتبار ہوگا۔ غازی کے لیے دو گھوڑے حاجت میں ہیں تیسرا حاجت سے زائد ہے۔ اسلحہ غازی کی حاجت میں داخل ہیں ہاں اگر ہر قسم کے دو ہتھیار ہوں تو دوسرے کو حاجت سے زائد قرار دیا جائے گا۔ گھر میں پہننے کے کپڑے اور کام کاج کے وقت پہننے کے کپڑے اور جمعہ وعید اور دوسرے موقعوں پر پہن کر جانے کے کپڑے یہ سب حاجت میں داخل ہیں اور ان تین کے سوا چوتھا جوڑا اگر دوسو درہم کا ہے تو قربانی واجب ہے۔

(فتاوی ہندیہ، کتاب الاضحیہ، الباب الاول فی تفسیرہا، ج5، ص293، دارالفکر بیروت ☆ درمختار وردالمحتار، کتاب الاضحیہ، ج9، ص524، دارالمعرفہ، بیروت)

سوال: قربانی صرف غنی ہی پر واجب ہوتی ہے یا فقیر پر بھی واجب ہوسکتی ہے؟

جواب: غنی اور فقیر پر واجب ہونے یا نہ ہونے کے اعتبار سے اس کی تین صورتیں ہیں:

(1) غنی اور فقیر دونوں پر واجب (2) فقیر پر واجب ہو غنی پر واجب نہ ہو (3) غنی پر واجب ہو فقیر پر واجب نہ ہو۔

دونوں پر واجب ہو اس کی صورت یہ ہے کہ قربانی کی منت مانی یہ کہا کہ اللہ عزوجل کے لیے مجھ پر بکری یا گائے کی قربانی کرنا ہے یا اس بکری یا اس گائے کو قربانی کرنا ہے۔ فقیر پر واجب ہو غنی پر نہ ہو اس کی صورت یہ ہے کہ فقیر نے قربانی کے لیے جانور خریدا اس پر اس جانور کی قربانی واجب ہے اور غنی اگر خریدتا تو اس خریدنے سے قربانی اس پر واجب نہ ہوتی۔ غنی پر واجب ہو فقیر پر واجب نہ ہو اس کی صورت یہ

ہے کہ قربانی کا وجوب نہ خریدنے سے ہو نہ منت ماننے سے بلکہ خدا نے جو اسے زندہ رکھا ہے اس کے شکریہ میں اور حضرت ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام کی سنت کے اِحیا میں (زندہ کرنے میں) جو قربانی واجب ہے وہ صرف غنی پر ہے۔

(فتاوی ہندیہ، کتاب الاضحیہ، الباب الاول فی تفسیرہا، ج5، ص291,292، دارالفکر، بیروت)

سوال: ایک فقیر شرعی کے پاس بکری تھی اس نے قربانی کی نیت کر لی یا خریدتے وقت قربانی کی نیت نہ تھی بعد میں کر لی، تو کیا اس نیت کرنے سے اس پر قربانی واجب ہو جائے گی؟

جواب: بکری کا مالک تھا اور اس کی قربانی کی نیت کر لی یا خریدنے کے وقت قربانی کی نیت نہ تھی بعد میں نیت کر لی تو اس نیت سے قربانی واجب نہیں ہوگی۔

(فتاوی ہندیہ، کتاب الاضحیہ، الباب الاول فی تفسیرہا، ج5، ص291، دارالفکر، بیروت)

سوال: مسافر اور فقیر پر قربانی واجب نہیں، اگر انہوں نے کر لی تو کیا حکم ہے؟

جواب: مسافر پر قربانی واجب نہیں اگر مسافر نے قربانی کی یہ تطوّع (نفل) ہے اور فقیر نے اگر نہ منت مانی ہو نہ قربانی کی نیت سے جانور خریدا ہو اوس کا قربانی کرنا بھی تطوّع ہے۔

(فتاوی ہندیہ، کتاب الاضحیہ، الباب الاول فی تفسیرہا، ج5، ص291، دارالفکر، بیروت)

سوال: حج کرنے والا مسافر ہوتا ہے، تو کیا اس پر بھی قربانی واجب نہیں؟

جواب: جی ہاں، حج کرنے والے جو مسافر ہوں ان پر قربانی واجب نہیں اور مقیم ہوں تو واجب ہے جیسے کہ مکہ کے رہنے والے حج کریں تو چونکہ یہ مسافر نہیں ان پر واجب ہوگی۔ (درمختار وردالمحتار، کتاب الاضحیہ، ج9، ص524، دارالمعرفہ، بیروت)

سوال: کیا بالغ لڑکوں اور بیوی کی طرف سے بغیر ان کی اجازت سے

قربانی کر سکتا ہے؟

جواب: بالغ لڑکوں یا بیوی کی طرف سے قربانی کرنا چاہتا ہے تو ان سے اجازت حاصل کرے بغیر ان کے کہے اگر کر دی تو ان کی طرف سے واجب ادا نہ ہوا۔

(فتاوی ہندیہ، کتاب الاضحیہ، الباب الاول فی تفسیرہا، ج5، ص293، دارالفکر، بیروت)

سوال: مالکِ نصاب نے قربانی کی منت بھی مان لی تو کتنی قربانیاں کرے گا؟

جواب: مالکِ نصاب نے قربانی کی منت مانی تو اس کے ذمہ دو قربانیاں واجب ہو گئیں ایک وہ جو غنی پر واجب ہوتی ہے اور ایک منت کی وجہ سے۔ دو یا دو سے زیادہ قربانیوں کی منت مانی تو جتنی قربانیوں کی منت ہے سب واجب ہیں۔

(درمختار وردالمحتار، کتاب الاضحیہ، ج9، ص549,550، دارالمعرفہ، بیروت)

سوال: اگر ابتدائے وقت میں وجوبِ قربانی کی شرائط نہیں پائی جاتی تھی، آخر وقت میں وجوب کی شرائط پائی گئیں یا اس کے برعکس ہو گیا تو کیا حکم ہے؟

جواب: اگر ابتدائے وقت میں اس کا اہل نہ تھا وجوب کی شرائط نہیں پائی جاتی تھیں اور آخر وقت میں اہل ہو گیا یعنی وجوب کی شرائط پائی گئیں تو اس پر قربانی واجب ہو گئی اور اگر ابتدائے وقت میں واجب تھی اور ابھی کی نہیں اور آخر وقت میں شرائط جاتی رہیں تو واجب نہ رہی۔

اور اگر مالک نصاب بغیر قربانی کیے ہوئے انھیں دنوں میں مر گیا تو اس کی قربانی ساقط ہو گئی۔

(فتاوی ہندیہ، کتاب الاضحیہ، الباب الاول فی تفسیرہا، ج5، ص293، دارالفکر، بیروت ☆ درمختار وردالمحتار، کتاب الاضحیہ، ج9، ص525، دارالمعرفہ، بیروت)

سوال: ایک شخص فقیر تھا مگر اس نے قربانی کر ڈالی اس کے بعد ابھی وقت

قربانی کا باقی تھا کہ غنی ہو گیا تو کیا حکم ہے؟

جواب: ایک شخص فقیر تھا مگر اس نے قربانی کر ڈالی اس کے بعد ابھی وقت قربانی کا باقی تھا کہ غنی ہو گیا تو اس کو پھر قربانی کرنی چاہیے کہ پہلے جو کی تھی وہ واجب نہ تھی اور اب واجب ہے بعض علماء نے فرمایا کہ وہ پہلی قربانی کافی ہے۔

(فتاوی ہندیہ، کتاب الاضحیہ، الباب الاول فی تفسیر ہا، ج 5، ص293، دارالفکر، بیروت☆درمختار وردالمحتار، کتاب الاضحیہ، ج9، ص524، دارالمعرفہ، بیروت)

سوال: اگر مالکِ نصاب تھا، قربانی نہ کی، وقت گزر گیا تو کیا حکم ہے؟

جواب: اگر مالک نصاب ہونے کے باوجود اس نے قربانی نہ کی اور وقت ختم ہونے کے بعد فقیر ہو گیا تو اس پر بکری کی قیمت کا صدقہ کرنا واجب ہے یعنی وقت گزرنے کے بعد قربانی ساقط نہیں ہوگی۔

(فتاوی ہندیہ، کتاب الاضحیہ، الباب الاول فی تفسیر ہا، ج5، ص293، دار الفکر، بیروت☆درمختار وردالمحتار، کتاب الاضحیہ، ج9، ص524، دارالمعرفہ، بیروت)

سوال: قربانی واجب ہو تو کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ قربانی کے دنوں میں قربانی کے بجائے پیسے صدقہ کر دیئے جائیں؟

جواب: قربانی کے وقت میں قربانی کرنا ہی لازم ہے کوئی دوسری چیز اس کے قائم مقام نہیں ہو سکتی مثلاً بجائے قربانی اس نے بکری یا اس کی قیمت صدقہ کر دی یہ ناکافی ہے۔

(فتاوی ہندیہ، کتاب الاضحیہ، الباب الاول فی تفسیر ہا، ج5، ص 293,294، دار الفکر، بیروت)

سوال: کیا قربانی میں نیابت ہو سکتی ہے؟

جواب: جی ہاں، اس میں نیابت ہو سکتی ہے یعنی خود کرنا ضروری نہیں بلکہ دوسرے کو اجازت دے دی اس نے کر دی یہ ہو سکتا ہے۔

(فتاوی ہندیہ، کتاب الاضحیہ، الباب الاول فی تفسیر ہا، ج5، ص293,294، دارالفکر، بیروت)

قربانی کا وقت

سوال: قربانی کا وقت کب سے کب تک ہے؟

جواب: قربانی کا وقت دسویں ذی الحجہ کے طلوع صبح صادق سے بارہویں کے غروب آفتاب تک ہے یعنی تین دن، دو راتیں اور ان دنوں کو ایام نحر کہتے ہیں۔ (درمختار وردالمحتار، کتاب الاضحیہ، ج9، ص520,527,529، دارالمعرفہ، بیروت)

نوٹ: ☆دسویں کے بعد کی دونوں راتیں ایام نحر میں داخل ہیں ان میں بھی قربانی ہو سکتی ہے مگر رات میں ذبح کرنا مکروہ ہے۔

(فتاوی ہندیہ، کتاب الاضحیہ، الباب الثالث فی وقت الاضحیہ، ج5، ص295، دار الفکر، بیروت)

مکروہ اس صورت میں ہے جب روشنی کا مناسب انتظام نہ ہو، اگر روشنی کا انتظام اچھا ہے تو مکروہ نہیں۔

قربانی صرف تین دن

سوال: قربانی کے تین دن ہونے پر کچھ دلائل بیان کر دیں۔

جواب: قربانی کے تین ہونے پر کچھ دلائل درج ذیل ہیں:

(1) امام ابو جعفر احمد بن محمد الطحاوی رحمۃ اللہ علیہ روایت نقل کرتے ہیں: ((عَنْ عَلِيٍّ، قَالَ: النَّحْرُ ثَلَاثَةُ أَيَّامٍ)) ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ قربانی تین دن تک ہے۔

(احکام القرآن للطحاوی، تَأْوِيلُ قَوْلِهِ تَعَالَى: وَاذْكُرُوا اللهَ فِي أَيَّامٍ مَعْدُودَاتٍ، ج 2، ص205، مرکز البحوث الاسلامیہ، استنبول)

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے سنن کبری میں اس روایت کو امام مالک کے حوالے سے اس طرح نقل کیا ہے: ((أَنَّ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ كَانَ يَقُولُ: الْأَضْحَى يَوْمَانِ بَعْدَ يَوْمِ الْأَضْحَى)) ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد

فرماتے ہیں: عید کے دن کے بعد قربانی دو دن ہے۔

(السنن الکبری للبیہقی، بَابُ مَنْ قَالَ الْأَضْحَی یَوْمَ النَّحْرِ وَیَوْمَیْنِ بَعْدَہُ، ج9، ص500، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ فرمان ابن حزم نے ان الفاظ کے ساتھ نقل کیا ہے: ((عَنْ عَلِیٍّ قَالَ: النَّحْرُ ثَلَاثَۃُ أَیَّامٍ أَفْضَلُھَا أَوَّلُھَا)) ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں: قربانی کے تین دن ہیں، ان میں سے افضل پہلا دن ہے۔ (المحلی بالاثار لابن حزم، مسئلۃ التضحیۃ لیلاً، ج6، ص40، دارالفکر، بیروت)

(2) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ارشاد فرمایا: ((الْأَضْحَی یَوْمَانِ بَعْدَ یَوْمِ الْأَضْحَی)) ترجمہ: یوم اضحیٰ (عید والے دن) کے بعد قربانی دو دن ہے۔

(مؤطا امام مالک، الضَّحِیَّۃُ عَمَّا فِی بَطْنِ الْمَرْأَۃِ، ج3، ص695، موسسۃ زاید بن سلطان، ابوظہبی☆السنن الکبری للبیہقی، بَابُ مَنْ قَالَ الْأَضْحَی یَوْمَ النَّحْرِ وَیَوْمَیْنِ بَعْدَہُ، ج9، ص500، دارالکتب العلمیہ، بیروت☆احکام القرآن للطحاوی، تَأْوِیلُ قَوْلِہِ تَعَالَی: وَاذْکُرُوا اللہَ فِی أَیَّامٍ مَعْدُودَاتٍ، ج2، ص205، مرکز البحوث الاسلامیہ، استنبول)

(3) حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا: ((الذَّبْحُ بَعْدَ الْعِیدِ یَوْمَانِ)) ترجمہ: عید والے دن کے بعد قربانی دو دن تک ہے۔ (احکام القرآن للطحاوی، تَأْوِیلُ قَوْلِہِ تَعَالَی: وَاذْکُرُوا اللہَ فِی أَیَّامٍ مَعْدُودَاتٍ، ج2، ص206، مرکز البحوث الاسلامیہ، استنبول☆السنن الکبری للبیہقی، بَابُ مَنْ قَالَ الْأَضْحَی یَوْمَ النَّحْرِ وَیَوْمَیْنِ بَعْدَہُ، ج9، ص500، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

(4) حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، ارشاد فرمایا: ((الْأَضْحَی ثَلَاثَۃُ أَیَّامٍ)) ترجمہ: قربانی تین دن تک ہے۔

(احکام القرآن للطحاوی، تَأْوِیلُ قَوْلِہِ تَعَالَی: وَاذْکُرُوا اللہَ فِی أَیَّامٍ مَعْدُودَاتٍ، ج2، ص205، مرکز البحوث الاسلامیہ، استنبول☆المحلی بالاثار لابن حزم، مسئلۃ التضحیۃ

لیلاً، ج6، ص40، دارالفکر، بیروت)

(5) حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، ارشاد فرمایا: ((لنَّحْرُ یَوْمَانِ بَعْدَ یَوْمِ النَّحْرِ، وَأَفْضَلُھَا یَوْمُ النَّحْرِ)) ترجمہ: یوم نحر (عید والے دن) کے بعد قربانی دو دن ہے اور ان (تین دنوں) میں سے افضل دن یوم نحر ہے۔

(احکام القرآن للطحاوی، تَأْوِیلُ قَوْلِہِ تَعَالَی: وَاذْکُرُوا اللہَ فِی أَیَّامٍ مَعْدُودَاتٍ، ج 2، ص205، مرکز البحوث الاسلامیہ، استنبول)

(6) ماعز بن مالک کہتے ہیں: ((أَنَّ أَبَاہُ سَمِعَ عُمَرَ یَقُولُ: إِنَّمَا النَّحْرُ فِی ھَذِہِ الثَّلَاثَۃِ الْأَیَّامِ)) ترجمہ: ان کے والد نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرماتے سنا کہ قربانی ان تین دنوں میں ہے۔

(المحلی بالاثار لابن حزم، مسئلۃ التضحیۃ لیلاً، ج6، ص40، دارالفکر، بیروت)

(7) ابومریم کہتے ہیں: ((سَمِعْتُ أَبَا ھُرَیْرَۃَ یَقُولُ: الْأَضْحَی ثَلَاثَۃُ أَیَّامٍ)) ترجمہ: میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرماتے سنا: قربانی تین دنوں میں ہے۔ (المحلی بالاثار لابن حزم، مسئلۃ التضحیۃ لیلاً، ج6، ص40، دارالفکر، بیروت)

غیر مقلد زبیر علی زئی نے لکھا: "سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور جمہور صحابہ کرام کا یہی قول ہے کہ قربانی کے تین دن (عید الاضحیٰ اور دو دن بعد) ہیں، **ہماری تحقیق میں یہی راجح ہے** اور امام مالک وغیرہ نے بھی اسے ہی ترجیح دی ہے۔

(ماہنامہ الحدیث حضرو، شمارہ نمبر 44، جنوری 2008ء بحوالہ قربانی 154، اویسی بک سٹال، گوجرانوالہ)

غیر مقلد غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری نے لکھا: "حدیث "کل ایام التشریق ذبح" (ایام تشریق سارے کے سارے قربانی کے دن ہیں) جمیع سندوں کے ساتھ

ضعیف ہے، راجح قول یہ ہے کہ قربانی کے تین دن ہیں۔

(ماہنامہ السنہ جہلم، شمارہ نمبر 14، ص29تا31، دسمبر2009ء بحوالہ قربانی، ص 173، اویسی بک سٹال، گوجرانوالہ)

سوال: تینوں دنوں میں قربانی کے لیے سب سے افضل دن کون سا ہے؟

جواب: پہلا دن یعنی دسویں تاریخ سب میں افضل ہے پھر گیارہویں اور پچھلا دن یعنی بارہویں سب میں کم درجہ ہے اور اگر تاریخوں میں شک ہو یعنی تیس کا چاند مانا گیا ہے اور انتیس کے ہونے کا بھی شبہہ ہے مثلاً گمان تھا کہ انتیس کا چاند ہوگا مگر ابر وغیرہ کی وجہ سے نہ دکھا یا شہادتیں گزریں مگر کسی وجہ سے قبول نہ ہوئیں ایسی حالت میں دسویں کے متعلق یہ شبہہ ہے کہ شاید آج گیارہویں ہو تو بہتر یہ ہے کہ قربانی کو بارہویں تک مؤخر نہ کرے یعنی بارہویں سے پہلے کرڈالے کیونکہ بارہویں کے متعلق تیرہویں تاریخ ہونے کا شبہہ ہوگا تو یہ شبہہ ہوگا کہ وقت سے بعد میں ہوئی اور اس صورت میں اگر بارہویں کو قربانی کی جس کے متعلق تیرہویں ہونے کا شبہہ ہے تو بہتر یہ ہے کہ سارا گوشت صدقہ کرڈالے بلکہ ذبح کی ہوئی بکری اور زندہ بکری میں قیمت کا تفاوت ہو کہ زندہ کی قیمت کچھ زائد ہو تو اس زیادتی کو بھی صدقہ کردے۔

(فتاوی ہندیہ، کتاب الاضحیہ، الباب الثالث فی وقت الاضحیہ، ج5، ص295، دار الفکر، بیروت)

سوال: قربانی کے دنوں میں قربانی کرنا افضل ہے یا صدقہ؟

جواب: ایام نحر میں قربانی کرنا اتنی قیمت کے صدقہ کرنے سے افضل ہے کیونکہ قربانی واجب ہے یا سنت اور صدقہ کرنا تطوّع محض (محض نفلی) ہے لہٰذا قربانی افضل ہوئی۔

(فتاوی ہندیہ، کتاب الاضحیہ، الباب الثالث فی وقت الاضحیہ، ج5، ص295، دار الفکر، بیروت)

اور وجوب کی صورت میں بغیر قربانی کیے عہدہ برآ نہیں ہوسکتا۔

اگر شہر میں قربانی کی تو

سوال: کیا پہلے دن قربانی عید کی نماز کے بعد کرنا ضروری ہے؟

جواب: شہر میں قربانی کی جائے تو شرط یہ ہے کہ نماز ہوچکے لہٰذا نماز عید سے پہلے شہر میں قربانی نہیں ہوسکتی اور دیہات میں چونکہ نماز عید نہیں ہے یہاں طلوع فجر کے بعد سے ہی قربانی ہوسکتی ہے اور دیہات میں بہتر یہ ہے کہ بعد طلوع آفتاب قربانی کی جائے اور شہر میں بہتر یہ ہے کہ عید کا خطبہ ہوچکنے کے بعد قربانی کی جائے۔

(فتاوی ہندیہ، کتاب الاضحیہ، الباب الثالث فی وقت الاضحیہ، ج5، ص295، دار الفکر، بیروت)

یعنی نماز ہوچکی ہے اور ابھی خطبہ نہیں ہوا ہے اس صورت میں قربانی ہو جائے گی مگر ایسا کرنا مکروہ ہے۔

سوال: شہر اور دیہات کا جو فرق بیان کیا گیا، یہ مقام قربانی کے لحاظ سے ہے یا قربانی کرنے والے کے اعتبار سے ہے؟

جواب: یہ جو شہر و دیہات کا فرق بتایا گیا یہ مقام قربانی کے لحاظ سے ہے قربانی کرنے والے کے اعتبار سے نہیں یعنی دیہات میں قربانی ہو تو وہ وقت ہے اگرچہ قربانی کرنے والا شہر میں ہو اور شہر میں ہو تو نماز کے بعد ہو اگرچہ جس کی طرف سے قربانی ہے وہ دیہات میں ہو لہٰذا شہری آدمی اگر یہ چاہتا ہے کہ صبح ہی نماز سے پہلے قربانی ہوجائے تو جانور دیہات میں بھیج دے۔

(درمختار وردالمحتار، کتاب الاضحیہ، ج9، ص529، دارالمعرفہ، بیروت)

سوال: اگر شہر میں متعدد جگہ عید ہوتی ہو تو کیا کرے؟

جواب: اگر شہر میں متعدد جگہ عید کی نماز ہوتی ہو تو پہلی جگہ نماز ہوچکنے کے بعد قربانی جائز ہے یعنی یہ ضرور نہیں کہ عیدگاہ میں نماز ہو جائے جب ہی قربانی کی جائے بلکہ کسی مسجد میں ہوگئی اور عیدگاہ میں نہ ہوئی جب بھی ہوسکتی ہے۔

(درمختار وردالمحتار، کتاب الاضحیہ، ج9، ص527,528، دارالمعرفہ، بیروت)

سوال: اگر شہر میں کسی وجہ سے عید کی نماز نہ ہوئی تو کیا حکم ہے؟

جواب: دسویں کو اگر عید کی نماز نہیں ہوئی تو قربانی کے لیے یہ ضروری ہے کہ وقتِ نماز جاتا رہے یعنی زوال کا وقت آ جائے اب قربانی ہو سکتی ہے اور دوسرے یا تیسرے دن نماز عید سے قبل ہو سکتی ہے۔

(درمختار وردالمحتار، کتاب الاضحیہ، ج9، ص530، دارالمعرفہ، بیروت)

نوٹ:

☆ منیٰ میں چونکہ عید کی نماز نہیں ہوتی لہٰذا وہاں جو قربانی کرنا چاہے طلوع فجر کے بعد سے کر سکتا ہے اس کے لیے وہی حکم ہے جو دیہات کا ہے کسی شہر میں اگر فتنہ کی وجہ سے نماز عید نہ ہو تو وہاں دسویں کی طلوع فجر کے بعد قربانی ہو سکتی ہے۔

(درمختار وردالمحتار، کتاب الاضحیہ، ج9، ص528,530، دارالمعرفہ، بیروت)

☆ امام ابھی نماز ہی میں ہے اور کسی نے جانور ذبح کر لیا اگرچہ امام قعدہ میں ہو اور بقدر تشہد بیٹھ چکا ہو مگر ابھی سلام نہ پھیرا ہو تو قربانی نہیں ہوئی اور اگر امام نے ایک طرف سلام پھیر لیا ہے دوسری طرف باقی تھا کہ اس نے ذبح کر دیا قربانی ہو گئی اور بہتر یہ ہے کہ خطبہ سے جب امام فارغ ہو جائے اوس وقت قربانی کی جائے۔

(فتاوی ہندیہ، کتاب الاضحیہ، الباب الثانی فی وجوب الاضحیہ، ج5، ص295، دار الفکر، بیروت)

☆ امام نے نماز پڑھ لی اس کے بعد قربانی ہوئی پھر معلوم ہوا کہ امام نے بغیر وضو نماز پڑھا دی تو نماز کا اعادہ کیا جائے قربانی کے اعادہ کی ضرورت نہیں۔

(درمختار وردالمحتار، کتاب الاضحیہ، ج9، ص529، دارالمعرفہ، بیروت)

سوال: قربانی واجب تھی نہیں کی اور ایام نحر گزر گئے تو اب کیا حکم ہے؟

جواب: ایامِ نحر گزر گئے اور جس پر قربانی واجب تھی اس نے نہیں کی ہے تو

قربانی فوت ہو گئی اب نہیں ہو سکتی پھر اگر اس نے قربانی کا جانور معین کر رکھا ہے مثلاً معین جانور کے قربانی کی منت مان لی ہے وہ شخص غنی ہو یا فقیر بہرصورت اسی معین جانور کو زندہ صدقہ کرے اور اگر ذبح کر ڈالا تو سارا گوشت صدقہ کرے اوس میں سے کچھ نہ کھائے اور اگر کچھ کھا لیا ہے تو جتنا کھایا ہے اس کی قیمت صدقہ کرے اور اگر ذبح کیے ہوئے جانور کی قیمت زندہ جانور سے کچھ کم ہے تو جتنی کمی ہے اوسے بھی صدقہ کرے اور فقیر نے قربانی کی نیت سے جانور خریدا ہے اور قربانی کے دن نکل گئے چونکہ اس پر بھی اسی معین جانور کی قربانی واجب ہے لہٰذا اس جانور کو زندہ صدقہ کر دے اور اگر ذبح کر ڈالا تو وہی حکم ہے جو منت میں مذکور ہوا۔ یہ حکم اسی صورت میں ہے کہ قربانی ہی کے لیے خریدا ہو اور اگر اس کے پاس پہلے سے کوئی جانور تھا اور اس نے اس کی قربانی کرنے کی نیت کر لی یا خریدنے کے بعد قربانی کی نیت کی تو اس پر قربانی واجب نہ ہوئی۔ اور غنی نے قربانی کے لیے جانور خرید لیا ہے تو وہی جانور صدقہ کر دے اور ذبح کر ڈالا تو وہی حکم ہے جو مذکور ہوا اور خریدا نہ ہو تو بکری کی قیمت صدقہ کرے۔

(درمختار وردالمحتار، کتاب الاضحیہ، ج9، ص531، دارالمعرفہ، بیروت☆فتاوی ہندیہ، کتاب الاضحیہ، الباب الرابع، ج5، ص296، دارالفکر، بیروت)

نوٹ: ☆ قربانی کے دن گزر گئے اور اوس نے قربانی نہیں کی اور جانور یا اس کی قیمت کو صدقہ بھی نہیں کیا یہاں تک کہ دوسری بقر عید آ گئی اب یہ چاہتا ہے کہ سال گزشتہ کی قربانی کی قضا اس سال کر لے یہ نہیں ہو سکتا بلکہ اب بھی وہی حکم ہے کہ جانور یا اوس کی قیمت صدقہ کرے۔

(فتاوی ہندیہ، کتاب الاضحیہ، الباب الرابع، ج5، ص296,297، دار الفکر، بیروت)

☆ جس جانور کی قربانی واجب تھی ایامِ نحر گزرنے کے بعد اسے بیچ ڈالا تو ثمن کا صدقہ کرنا واجب ہے۔

(فتاوی ہندیہ، کتاب الاضحیہ، الباب الرابع، ج5، ص297، دارالفکر، بیروت)

سوال: قربانی کی منت مانی، جانور معین نہیں کیا تو کیا حکم ہے؟

جواب: قربانی کی منت مانی اور یہ معین نہیں کیا کہ گائے کی قربانی کرے گا یا بکری کی تو منت صحیح ہے بکری کی قربانی کر دینا کافی ہے اور اگر بکری کی قربانی کی منت مانی تو اونٹ یا گائے قربانی کر دینے سے بھی منت پوری ہو جائے گی منت کی قربانی میں سے کچھ نہ کھائے بلکہ سارا گوشت وغیرہ صدقہ کر دے اور کچھ کھا لیا تو جتنا کھایا اس کی قیمت صدقہ کرے۔

(فتاوی ہندیہ، کتاب الاضحیہ، الباب الثانی، ج5، ص595، دارالفکر، بیروت)

قربانی کے جانور کا بیان

سوال: کس جانور کی قربانی ہوسکتی ہے؟

جواب: قربانی کے جانور تین قسم کے ہیں: (1) اونٹ (2) گائے (3) بکری۔

ہر قسم میں اس کی جتنی نوعیں ہیں سب داخل ہیں نر اور مادہ، خصی اور غیر خصی سب کا ایک حکم ہے یعنی سب کی قربانی ہوسکتی ہے۔ بھینس گائے میں شمار ہے اس کی بھی قربانی ہوسکتی ہے۔ بھیڑ اور دنبہ بکری میں داخل ہیں ان کی بھی قربانی ہوسکتی ہے۔

(فتاوی ہندیہ، کتاب الاضحیہ، الباب الخامس، ج5، ص297، دارالفکر، بیروت)

سوال: کیا وحشی جانور کی قربانی ہوسکتی ہے؟

جواب: وحشی جانور جیسے نیل گائے اور ہرن ان کی قربانی نہیں ہوسکتی۔

(فتاوی ہندیہ، کتاب الاضحیہ، الباب الخامس، ج5، ص297، دارالفکر، بیروت)

سوال: وحشی اور گھریلو جانور سے مل کر بچہ پیدا ہوا تو کیا حکم ہے؟

جواب: وحشی اور گھریلو جانور سے مل کر بچہ پیدا ہوا مثلاً ہرن اور بکری سے اس میں ماں کا اعتبار ہے یعنی اس بچہ کی ماں بکری ہے تو جائز ہے اور بکرے اور ہرنی

سے پیدا ہے تو ناجائز۔

(فتاوی ہندیہ، کتاب الاضحیہ، الباب الخامس، ج5، ص297، دارالفکر، بیروت)

قربانی کے جانور کی عمر

سوال: قربانی کے جانور کی کتنی عمر ہونی چاہئے؟

جواب: قربانی کے جانور کی عمر یہ ہونی چاہیے، اونٹ پانچ سال کا، گائے دو سال کی، بکری ایک سال کی۔ اس سے عمر کم ہو تو قربانی جائز نہیں، زیادہ ہو تو جائز بلکہ افضل ہے، ہاں دنبہ یا بھیڑ کا چھ ماہہ بچہ اگر اتنا بڑا ہو کہ دور سے دیکھنے میں سال بھر کا معلوم ہوتا ہو تو اس کی قربانی جائز ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((لَا تَذْبَحُوا إِلَّا مُسِنَّةً، إِلَّا أَنْ يَعْسُرَ عَلَيْكُمْ، فَتَذْبَحُوا جَذَعَةً مِنَ الضَّأْنِ)) صرف مسنہ (ایک سال کی بکری، دوسال کی گائے اور پانچ سال کے اونٹ) کی قربانی کرو، ہاں اگر تم کو دشوار ہو تو چھ ماہ کا دنبہ یا مینڈھا ذبح کر دو۔

(صحیح مسلم، باب سن الاضحیہ، ج3، ص1555، داراحیاء التراث العربی، بیروت)

اس کے تحت علامہ نووی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں ”قَالَ الْعُلَمَاءُ الْمُسِنَّةُ هِيَ الثَّنِيَّةُ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مِنَ الْإِبِلِ وَالْبَقَرِ وَالْغَنَمِ فَمَا فَوْقَهَا“ ترجمہ: علماء نے فرمایا کہ مسنہ اونٹ، گائے، بکری ہر ایک میں ثنی (دوندا) یا اس سے بڑا ہوتا ہے۔

(شرح المسلم للنووی، باب سن الاضحیہ، ج13، ص117، داراحیاء التراث العربی، بیروت)

ہدایہ میں ہے ”والثنی منها ومن المعز سنة، ومن البقر ابن سنتين، ومن الإبل ابن خمس سنين“ ترجمہ: ثنی بکریوں میں ایک سال، گائے میں دوسال اور اونٹوں میں پانچ سال والا ہوتا ہے۔

(ہدایہ، علی من تجب الاضحیہ، ج4، ص359، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

علامہ علاء الدین حصکفی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں ”صَحَّ (الثَّنِيُّ)---وَالثَّنِيُّ (هُوَ ابْنُ خَمْسٍ مِنَ الْإِبِلِ، وَحَوْلَيْنِ مِنَ الْبَقَرِ وَالْجَامُوسِ، وَحَوْلٌ مِنَ

الثَّـــنِیَۃِ'' ترجمہ: ثنی کی قربانی صحیح ہے اور ثنی اونٹوں میں پانچ سال والے، گائے اور بھینس وغیرہ میں سے دوسال والی اور بکریوں میں سے ایک سال والی کو کہتے ہیں۔

(الدرالمختار، کتاب الاضحیہ، ج6، ص322، دارالفکر، بیروت)

مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں''قربانی کے جانور کی عمر یہ ہونی چاہیے، اونٹ پانچ سال کا، گائے دوسال کی، بکری ایک سال کی۔ اس سے عمر کم ہوتو قربانی جائز نہیں زیادہ ہوتو جائز بلکہ افضل ہے، ہاں دنبہ یا بھیڑ کا چھ ماہہ بچہ اگر اتنا بڑا ہو کہ دور سے دیکھنے میں سال بھر کا معلوم ہوتا ہوتو اس کی قربانی جائز ہے''

(بہار شریعت، حصہ15، ص340، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

سوال: کس جانور کی قربانی افضل ہے؟

جواب: بکری کی قیمت اور گوشت اگر گائے کے ساتویں حصہ کی برابر ہوتو بکری افضل ہے اور گائے کے ساتویں حصہ میں بکری سے زیادہ گوشت ہوتو گائے افضل ہے یعنی جب دونوں کی ایک ہی قیمت ہو اور مقدار بھی ایک ہی ہوتو جس کا گوشت اچھا ہو وہ افضل ہے اور اگر گوشت کی مقدار میں فرق ہوتو جس میں گوشت زیادہ ہو وہ افضل ہے اور مینڈھا بھیڑ سے اور دنبہ دنبی سے افضل ہے جبکہ دونوں کی ایک قیمت ہو اور دونوں میں گوشت برابر ہو۔ بکری بکرے سے افضل ہے مگر خصی بکرا بکری سے افضل ہے اور اونٹنی اونٹ سے اور گائے بیل سے افضل ہے جبکہ گوشت اور قیمت میں برابر ہوں۔(درمختار وردالمحتار، کتاب الاضحیہ، ج9، ص534، دارالمعرفہ، بیروت)

بھینس کی قربانی

سوال: بھینس کی قربانی پر بعض لوگ اعتراضات کرتے ہیں، اس کے جواز پر کچھ دلائل بیان کریں۔

جواب: بھینس کی قربانی کے جواز پر کچھ دلائل درج ذیل ہیں:

(1) قرآن پاک میں اللہ عزوجل نے جب قربانی کا ذکر فرمایا تو اس میں ''بھیمۃ الانعام (بے زبان چوپائے)'' کا لفظ استعمال فرمایا۔ چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَ لِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا لِّیَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْۢ بَهِیْمَةِ الْاَنْعَامِ﴾ ترجمہ کنزالایمان: اور ہر امت کے لئے ہم نے ایک قربانی مقرر فرمائی کہ اللہ کا نام لیں اس کے دیئے ہوئے بے زبان چوپایوں پر۔''

(پ17، سورۃ الحج، آیت نمبر34)

دوسرے مقام پر الانعام کی تفصیل بیان فرمائی کہ اس میں جانوروں کے 4 جوڑے شامل ہیں چنانچہ سورۃ اَنعام میں ارشاد فرماتا ہے: ﴿وَ مِنَ الْاَنْعَامِ حَمُوْلَةً وَّ فَرْشًا كُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ وَ لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ. ثَمٰنِیَةَ اَزْوَاجٍ مِنَ الضَّاْنِ اثْنَیْنِ وَ مِنَ الْمَعْزِ اثْنَیْنِ قُلْ ءٰٓالذَّكَرَیْنِ حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَیَیْنِ اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَیْهِ اَرْحَامُ الْاُنْثَیَیْنِ نَبِّـُٔوْنِیْ بِعِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ. وَ مِنَ الْاِبِلِ اثْنَیْنِ وَ مِنَ الْبَقَرِ اثْنَیْنِ﴾ ترجمہ کنزالایمان: اور مویشی میں سے کچھ بوجھ اُٹھانے والے اور کچھ زمین پر بچھے۔ کھاؤ اس میں سے جو اللہ نے تمہیں روزی دی اور شیطان کے قدموں پر نہ چلو، بے شک وہ تمہارا صریح دشمن ہے۔ آٹھ نر اور مادہ ایک جوڑا بھیڑ کا اور ایک جوڑا بکری کا۔ تم فرماؤ کیا اس نے دونوں نر حرام کئے یا دونوں مادہ یا وہ جسے دونوں مادہ پیٹ میں لئے ہیں، کسی علم سے بتاؤ اگر تم سچے ہو، اور ایک جوڑا اُونٹ کا اور ایک جوڑا گائے کا۔

(پ 8، سورۃ الانعام، آیت نمبر142-4)

اس آیت مبارکہ میں اللہ عزوجل نے گائے کو ''اَنعام'' میں شمار کیا ہے۔ اور تفاسیر میں اس کے تحت لکھا ہے کہ بھینس بھی ''اَنعام'' یعنی انہیں آٹھ جانوروں میں

داخل ہے۔ چنانچہ تفسیر ابن ابی حاتم اور تفسیر درمنثور میں ہے''حدثنا أبی ثنا عبد الرحمن بن صالح العتکی ثنا حمید بن عبد الرحمن الرؤاسی عن حسن بن صالح عن لیث بن أبی سلیم قال الجاموس والبختی من الأزواج الثمانیة ''ترجمہ:حضرت لیث بن ابی سلیم سے مروی ہے آپ فرماتے ہیں کہ:بھینس اور بختی اونٹ ازواجِ ثمانیہ(یعنی آٹھ نر اور مادہ)میں سے ہے۔

(تفسیر ابن ابی حاتم، جلد 5، صفحہ 1403، مکتبۃ نزار مصطفی الباز ،المملکۃ العربیۃ السعودیۃ ☆تفسیر درمنثور، جلد3، صفحہ371، دار الفکر،بیروت)

مشہور محدث علامہ نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بھی یہی فرماتے ہیں کہ بھینس ''اَنعام'' کے تحت داخل ہے اور اس کی قربانی جائز ہے۔چنانچہ اپنی المجموع شرح المہذب میں لکھتے ہیں:''قال النووی فی المجموع :فشرط المجزء فی الأضحیة أن یکون من الأنعام وهی الإبل والبقر والغنم، سواء فی ذلك جمیع أنواع الإبل من البخاتی والعراب، وجمیع أنواع البقر من الجوامیس والعراب والدربانیة ''ترجمہ:امام نووی نے المجموع میں فرمایا:قربانی میں جو جانور کفایت کرتا ہے اس کے لئے شرط ہے کہ وہ ''اَنعام'' کے قبیل سے ہو اور اس سے مراد اونٹ،گائے اور بکری ہے۔اس حکم میں اونٹ کی تمام اقسام یعنی بخاتی اور عربی اور گائے کی تمام انواع یعنی بھینسیں،عربی گائے اور دربانی وغیرہ شامل ہیں۔

(المجموع شرح المہذب ، جلد8، صفحہ393، دار الفکر، بیروت)

الموسوعہ فقہیہ کویتیہ میں الانعام کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے:''وهو اسم یتناول ثلاثة أنواع هی الإبل والبقر والغنم سواء أكانت البقر عرابا أم جوامیس ''ترجمہ:اور الانعام وہ اسم(لفظ)ہے جو تین قسموں یعنی اونٹ،گائے اور بکری کو شامل ہے برابر ہے وہ گائے عربی ہو یا بھینس ہو۔

(الموسوعہ فقہیہ کویتیہ، جلد5،صفحہ133، دار السلاسل ، کویت)

تو معلوم ہوا کہ''الانعام''جس کی قربانی اللہ عزوجل نے جائز فرمائی اس میں بھینس بھی داخل ہے لہٰذا اس کی قربانی بھی درست ہے۔

(2) قربانی کے بارے میں جو حدیث ہے اس میں گائے کے لئے''بقرة'' کا لفظ استعمال ہوا ہے۔چنانچہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:((**البقرة عن سبعة والجزور عن سبعة**)) ترجمہ:گائے سات کی طرف سے اور اونٹ سات کی طرف سے ہے۔

(سنن ابی داؤد، کتاب الاضحیۃ، باب فی البقر و الجزور، جلد3،صفحہ98، مکتبہ عصریہ، بیروت)

حضرت جابر سے ہی مروی ہے فرماتے ہیں کہ:((**فأمرنا رسول الله** صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم **أن نشترك فی الإبل والبقر كل سبعة منا فی بدنة**))ترجمہ:ہمیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا کہ ہم اونٹ اور گائے میں شرکت کریں یعنی ہم میں سے ہر سات افراد ایک بدنہ میں شریک ہوں۔

(صحیح مسلم، کتاب الحج، باب الاشتراك فی الهدی، جلد 2، صفحہ 995، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

اور اہل لغت اس بات پر متفق ہیں کہ بھینس بھی بقرة یعنی گائے کی جنس سے تعلق رکھتی ہے اور اس کی ایک نوع وقسم ہے یعنی لفظِ بقرة گائے اور بھینس دونوں کو شامل ہے چنانچہ عربی زبان کی مشہور کتاب لسان العرب میں ہے''والجاموس:نوع من البقر ''ترجمہ:بھینس گائے کی ایک نوع(یعنی قسم)ہے۔

(لسان العرب، جلد6، صفحہ43، دار صادر ، بیروت)

تاج العروس میں ہے''الجاموس:نوع من البقر ''ترجمہ:بھینس گائے کی ایک نوع ہے۔ (تاج العروس، جلد15، صفحہ513، دار الهدایہ)

یونہی المعجم الوسیط میں ہے:''(الجاموس) حیوان اهلی من جنس

البقر ''ترجمہ: بھینس ایک پالتو جانور ہے جو گائے کی جنس سے تعلق رکھتا ہے۔

(المعجم الوسیط، جلد1، صفحہ134، دار الدعوۃ)

اسی طرح فقہاء کرام بھی بھینس کو گائے کی جنس سے ہی شمار کرتے ہیں چنانچہ فقیہ النفس امام فخر الدین قاضیخان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں ''الأضحية تجوز من أربع من الحيوان الضأن والمعز والبقر والإبل ذكورها وإناثها وكذلك الجاموس لأنه نوع من البقر الأهلي '' ترجمہ: قربانی چار جانوروں کی جائز ہے بھیڑ، بکری، گائے اور اونٹ، چاہے نر ہوں یا مادہ۔ اور اسی طرح بھینس کی قربانی بھی جائز ہے کیونکہ وہ پالتو گائے کی ایک قسم ہے۔

(خانیہ، فصل فیما یجوز فی الضحایا، 3، صفحہ234، مطبوعہ کراچی)

ہدایہ اور اس کی شرح بنایہ میں ہے ''(والثنی منها ومن المعز ابن سنة ومن البقر ابن سنتين ومن الإبل ابن خمس سنين ويدخل فى البقرة الجاموس؛ لأنه من جنسه) ... وقال فى خلاصة الفتاوى والجاموس يجوز فى الهدايا والضحايا استحسانا '' ترجمہ: بھیڑ اور بکری میں سے ثنیہ جانور وہ ہوتا ہے جو ایک سال کا ہو جائے اور گائے وہ جو دو سال کی ہو جائے اور اونٹ وہ جو پانچ سال کا ہو جائے۔ اور گائے میں بھینس بھی داخل ہے کیونکہ بھینس بھی گائے کی جنس میں سے ہے۔ اور خلاصۃ الفتاوی میں ہے: ہدی یا قربانی میں استحساناً بھینس بھی جائز ہے۔ (بنایہ، کتاب الاضحیہ، جلد 12، صفحہ 48، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

فتاوی عالمگیری میں قربانی کے جانوروں کی تفصیل کے بیان میں ہے: ''فهو أن يكون من الأجناس الثلاثة الغنم أو الإبل أو البقر ويدخل فى كل جنس نوعه لانطلاق اسم الجنس على ذلك والجاموس نوع من البقر '' مختصراً ترجمہ: قربانی کا جانور تین جنسوں بکری، اونٹ اور گائے میں سے

کسی ایک جنس کا ہونا چاہیے۔ اور ہر جنس میں اس کی نوع بھی داخل ہوگی کیونکہ اسم جنس کا اطلاق اس نوع پر بھی ہوتا ہے۔ اور بھینس بھی گائے کی نوع ہے۔

(فتاوی عالمگیری، کتاب الاضحیہ، الباب الخامس، جلد5، صفحہ297، دار الفکر، بیروت)

(3) یہی وجہ ہے کہ فقہاء کرام جب زکوۃ کے احکام بیان کرتے ہیں تو اس میں بھینس کو گائے کی جنس سے شمار کرتے ہوئے بھینس کے تمام احکام گائے والے ہی بیان کرتے ہیں کہ جو نصاب گائے کا ہے وہی بھینس کا ہے، اور گائے میں جتنی زکوۃ واجب ہے اتنی ہی بھینس میں بھی اور اگر کسی کے پاس کچھ بھینسیں اور کچھ گائے ہیں تو ایک جنس ہونے کی وجہ سے دونوں کو ملا کر نصاب پورا کیا جائے گا۔ یہی حکم کئی تابعین و تبع تابعین مثلاً حضرت عمر بن عبد العزیز، امام سفیان ثوری، امام مالک اور امام حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی ہے چنانچہ المدونۃ میں ہے ''قال سفيان ومالك: إن الجواميس من البقر قال ابن مهدى عن عبد الوارث بن سعيد عن رجل عن الحسن مثله '' ترجمہ: امام سفیان ثوری اور امام مالک فرماتے ہیں کہ بھینس بھی گائے (کی قسم) میں سے ہے۔ ابن مہدی نے عبد الوارث بن سعید سے وہ ایک اور شخص سے اور وہ حسن بصری سے اسی کی مثل روایت کرتے ہیں۔

(المدونۃ، کتاب الزکاۃ الثانی، زکاۃ البقر، جلد1، صفحہ355، درا لکتب العلمیہ، بیروت)

حضرت ابو عبید قاسم بن سلام (متوفی 224ھ) روایت بیان کرتے ہیں:

''أن عمر بن عبد العزيز كتب أن تؤخذ، صدقة الجواميس كما تؤخذ صدقة البقر '' ترجمہ: حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حکم لکھا کہ بھینسوں کی زکوۃ بھی اسی طرح لی جائے جس طرح گائے کی زکوۃ لی جاتی ہے۔

(الاموال للقاسم بن سلام، کتاب الصدقہ واحکامھا، جلد1، صفحہ476، دار الفکر، بیروت)

علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں: ''(قوله والجاموس) هو

نوع من البقر کما فی المغرب، فھو مثل البقر فی الزکاۃ والأضحیۃ والربا، ویکمل بہ نصاب البقر وتؤخذ الزکاۃ من أغلبھا، وعند الاستواء یؤخذ أعلی الأدنی وأدنی الأعلی ''ترجمہ: بھینس گائے کی نوع ہے جیسا کہ کتاب ''مغرب'' میں ہے۔ زکوۃ، قربانی اور سود کے معاملے میں بھینس گائے کی مثل ہے۔ اور گائے کا نصاب بھینس سے پورا کیا جائے گا۔ بھینس اور گائے میں سے جو زیادہ ہیں زکوۃ اس میں سے لی جائے گی۔ اگر دونوں برابر ہیں تو زکوۃ میں وہ لیں گے جو ادنی سے اچھا اور اعلی سے کم ہو۔

(ردالمحتار، کتاب الزکوۃ، باب زکوۃ البقر، جلد280، دار الفکر، بیروت)

(4) تمام مذاہب والوں کا اس بات پر اجماع و اتفاق ہے کہ بھینس کی قربانی جائز ہے چنانچہ الموسوعہ فقھیہ کویتیہ میں ہے'' (الشرط الأول) وھو متفق علیہ بین المذاھب أن تکون من الأنعام وھی الإبل عرابا کانت أو بخاتی والبقرۃ الأھلیۃ ومنھا الجوامیس ''ترجمہ: قربانی کی پہلی شرط وہ ہے کہ جو تمام مذاہب میں متفق علیہ ہے وہ یہ ہے کہ قربانی کا جانور اَنعام (یعنی چوپایہ) کی قسم میں سے ہونا چاہیے اور وہ اونٹ ہے چاہے عربی ہو یا بخاتی، اور گھریلو (پالتو) گائے ہے جس میں بھینس بھی ہے۔ (الموسوعہ الفقھیہ کویتیہ، جلد5، صفحہ ،81، دار السلاسل ، کویت)

نیز اس بات پر علماء کا اجماع ہے کہ بھینس کا حکم گائے کی طرح ہوتا ہے چنانچہ امام ابوبکر محمد بن المنذر رالنیسابوری (المتوفی 319) اپنی کتاب ''الاجماع'' میں لکھتے ہیں'' وأجمعوا علی أن حکم الجوامیس حکم البقر ''ترجمہ: علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ بھینسوں کا حکم وہی ہے گائیوں کا حکم ہے۔

(الاجماع ، کتاب الزکوۃ، جلد1، صفحہ45، دار المسلم للنشر والتوزیع)

المغنی لابن قدامہ میں ہے'' (والجوامیس کغیرھا من البقر) لا خلاف

فی ھذا نعلمہ وقال ابن المنذر أجمع کل من یحفظ عنہ من أھل العلم علی ھذا، ولأن الجوامیس من أنواع البقر، کما أن البخاتی من أنواع الإبل ''ترجمہ: بھینسیں اپنے دوسرے افراد کی طرح گائے (کی جنس) میں سے ہی ہیں اس بارے میں کسی ایک شخص کا اختلاف بھی ہمیں معلوم نہیں۔ اور ابن منذر کہتے ہیں کہ وہ تمام اہل علم جن سے اس بارے میں کچھ محفوظ و مروی ہے ان سب کا اس پر اجماع ہے۔ اور (یہ) اس لئے کہ بھینسیں گائے کی انواع میں سے ہیں جس طرح کہ بختی اونٹ، اونٹوں کی انواع میں سے ہے۔

(المغنی لابن قدامہ، کتاب الزکوۃ، باب صدقۃ البقر، جلد2، صفحہ444، مکتبہ قاہرہ)

(5) بھینس کے بارے میں بعض روایات بھی مروی ہیں کہ یہ سات افراد کی طرف سے کافی ہے۔ چنانچہ مشہور و معروف محدث زین العابدین محمد عبد الرؤوف مناوی (المتوفی 1031ھ) جو کہ کبار علماء و معتبر محدثین میں شمار ہوتے ہیں۔ یہ اپنی کتاب ''کنوز الحقائق فی حدیث خیر الخلائق'' میں روایت کرتے ہیں: ((الجاموس عن سبعۃ الاضحیۃ)) ترجمہ: بھینس سات قربانیوں کی طرف سے (کافی) ہے۔

(ہامش الجامع الصغیر للسیوطی، جلد1، صفحہ 114، ماخوذ از قربانی ،صفحہ 233، اویسی بک اسٹال، گوجرانوالہ)

یونہی مسند الفردوس میں امام ابوشجاع شیرویہ بن شہردار دیلمی ہمدانی (المتوفی 509) روایت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ((علی: الجاموس تجزی عن سبعۃ فی الأضحیۃ)) ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ بھینس قربانی میں سات افراد کی طرف سے کافی ہے۔

(الفردوس بماثور الخطاب، باب الجیم ، جلد2، صفحہ124، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

ان تمام دلائل سے واضح ہوا کہ بھینس کی قربانی بالاتفاق و بلاشک وشبہہ جائز

ہے۔

آج کل کچھ بدمذہب بھینس کی قربانی کو جائز نہیں مانتے حالانکہ ان کے پاس دلیل نام کی کوئی چیز نہیں۔ رو دھو کر صرف یہی کہتے ہیں کہ بھینس کی قربانی کا احادیث میں تذکرہ نہیں ملتا اس لئے بھینس کی قربانی جائز نہیں۔ جبکہ اوپر ہم ثابت کر آئے ہیں کہ قرآن پاک کے لفظ ''الانعام'' اور حدیث پاک کے لفظ ''بقرۃ'' کے عموم کے تحت بھینس بھی آتی ہے۔ لہٰذا ''اَنعام'' یا ''بقرۃ'' کے تحت جو بھی جانور آئیں گے ان کی قربانی جائز ہوگی۔

سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کے دور میں بھینس کی قربانی نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ عرب میں بھینس نہیں پائی جاتی تھی بلکہ اونٹ، گائے یا بکری ہی ہوا کرتی تھی۔ اور اس بات کا نیز بھینس کی قربانی جائز ہونے کا غیر مقلدین کے پیشوا خود بھی اعتراف کرتے ہیں چنانچہ فتاوی ثنائیہ میں ہے ''عرب کے لوگ بھینس کو بقر (گائے) میں داخل مانتے ہیں۔ تشریح: حجاز میں بھینس کا وجود ہی نہ تھا، پس اس کی قربانی نہ سنت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت ہے نہ تعامل صحابہ سے۔ ہاں اگر اس کو جنس بقر سے مانا جائے جیسا کہ حنفیہ کا قیاس ہے (کما فی الھدایہ) یا عموم ''بھیمۃ الانعام'' پر نظر ڈالی جائے تو حکم جواز قربانی کے لئے علت کافی ہے۔''

(فتاوی ثنائیه، ج1، ص810، ماخوذ از قربانی، صفحه233، اویسی بك اسٹال، گوجرانواله)

غیر مقلدین کے فتاوی ''فتاوی علمائے حدیث'' میں ہے: ''بھینس بھی ''بھیمۃ الانعام'' کا فرد ہے، بھیمۃ الانعام کی قربانی منصوص ہے تو بھینس کی قربانی بھی نص قرآنی سے ثابت ہے۔''

(فتاوی علمائے حدیث، باب قربانی، ج 13، ص71تا74 بحوالہ قربانی، ص 184، اویسی بک سٹال، گوجرنوالہ)

عیوب کا بیان

سوال: اگر قربانی کے جانور میں عیب ہو تو کیا حکم ہے؟

جواب: قربانی کے جانور کو عیب سے خالی ہونا چاہیے اور تھوڑا سا عیب ہو تو قربانی ہو جائے گی مگر مکروہ ہوگی اور زیادہ عیب ہو تو ہوگی ہی نہیں۔

(درمختار وردالمحتار، کتاب الاضحیه، ج9، ص535، دارالمعرفه، بیروت)

سوال: کس عیب کی وجہ سے قربانی ہوجاتی ہے اور کس کی وجہ سے نہیں ہوتی، تفصیل سے بیان کردیں۔

جواب: عیوب کی تفصیل درج ذیل ہے:

(1) جس کے پیدائشی سینگ نہ ہوں اس کی قربانی جائز ہے اور اگر سینگ تھے مگر ٹوٹ گیا اور مینگ تک (جڑ کے اندر سے) ٹوٹا ہے تو ناجائز ہے اس سے کم ٹوٹا ہے تو جائز ہے۔

(2) جس جانور میں جنون ہے اگر اس حد کا ہے کہ وہ جانور چرتا بھی نہیں ہے تو اس کی قربانی ناجائز ہے اور اس حد کا نہیں ہے تو جائز ہے۔

(3) خصی یعنی جس کے خصیے نکال لیے گئے ہیں یا مجبوب یعنی جس کے خصیے اور عضو تناسل سب کاٹ لیے گئے ہوں ان کی قربانی جائز ہے۔

(4) اتنا بوڑھا کہ بچہ کے قابل نہ رہا یا داغا ہوا جانور یا جس کے دودھ نہ اترتا ہو ان سب کی قربانی جائز ہے۔ خارشتی جانور کی قربانی جائز ہے جبکہ فربہ (صحت مند) ہو اور اتنا لاغر ہو کہ ہڈی میں مغز نہ رہا تو قربانی جائز نہیں۔

(5) بھینگے جانور کی قربانی جائز ہے۔ اندھے جانور کی قربانی جائز نہیں اور کانا جس کا کانا پن ظاہر ہو اس کی بھی قربانی ناجائز۔

(6) اتنا لاغر جس کی ہڈیوں میں مغز نہ ہو اور لنگڑا جو قربان گاہ تک اپنے پاؤں سے نہ جاسکے اور اتنا بیمار جس کی بیماری ظاہر ہو ان سب کی قربانی ناجائز ہے۔

(7) جس کے کان یا دم یا چکی کٹے ہوں یعنی وہ عضو تہائی سے زیادہ کٹا ہو ان سب کی قربانی ناجائز ہے اور اگر کان یا دم یا چکی تہائی یا اس سے کم کٹی ہو تو جائز ہے۔

(8) جس جانور کے پیدائشی کان نہ ہوں یا ایک کان نہ ہو اس کی ناجائز ہے اور جس کے کان چھوٹے ہوں اوس کی جائز ہے۔

(9) جس جانور کی تہائی سے زیادہ نظر جاتی رہی اس کی بھی قربانی ناجائز ہے اگر دونوں آنکھوں کی روشنی کم ہو تو اس کا پہچاننا آسان ہے اور صرف ایک آنکھ کی کم ہو تو اس کے پہچاننے کا طریقہ یہ ہے کہ جانور کو ایک دو دن بھوکا رکھا جائے پھر اوس آنکھ پر پٹی باندھ دی جائے جس کی روشنی کم ہے اور اچھی آنکھ کھلی رکھی جائے اور اتنی دور چارہ رکھیں جس کو جانور نہ دیکھے پھر چارہ کو نزدیک لاتے جائیں جس جگہ وہ چارے کو دیکھنے لگے وہاں نشان رکھ دیں پھر اچھی آنکھ پر پٹی باندھ دیں اور دوسری کھول دیں اور چارہ کو قریب کرتے جائیں جس جگہ اس آنکھ سے دیکھ لے یہاں بھی نشان کر دیں پھر دونوں جگہوں کی پیمائش کریں اگر یہ جگہ اوس پہلی جگہ کی تہائی ہے تو معلوم ہوا کہ تہائی روشنی کم ہے اور اگر نصف ہے تو معلوم ہوا کہ بہ نسبت اچھی آنکھ کی اس کی روشنی آدھی ہے۔

(10) جس کے دانت نہ ہوں (یعنی اتنے نہ ہوں کہ وہ چرنے کی صلاحیت نہ رکھے ،اگر گھاس چرنے کی صلاحیت رکھتا ہو تو اس کی قربانی جائز ہے،ہدایہ،خانیہ) یا جس کے تھن کٹے ہوں یا خشک ہوں اس کی قربانی ناجائز ہے بکری میں ایک کا خشک ہونا ناجائز ہونے کے لیے کافی ہے اور گائے بھینس میں دو خشک ہوں

تو ناجائز ہے۔

(11) جس کی ناک کٹی ہو یا جس جانور کا ایک پاؤں کاٹ لیا گیا ہو اس کی قربانی ناجائز ہے۔

(12) خنثیٰ جانور یعنی جس میں نر و مادہ دونوں کی علامتیں ہوں اور جلاّلہ جو صرف غلیظ کھاتا ہو ان سب کی قربانی ناجائز ہے۔

نوٹ: بھیڑ یا دنبہ کی اون کاٹ لی گئی ہو اس کی قربانی جائز ہے۔

(درمختار وردالمحتار، کتاب الاضحیہ، ج 9، ص535تا537، دارالمعرفہ، بیروت ☆ فتاوی ہندیہ، کتاب الاضحیہ، الباب الخامس، ج5، ص 297تا299، دارالفکر، بیروت☆ہدایہ، کتاب الاضحیہ، ج2، ص358، داراحیاء التراث العربی، بیروت)

سوال: خریدتے وقت عیب نہ تھا، بعد میں پیدا ہو گیا تو کیا حکم ہے؟

جواب: جانور کو جس وقت خریدا تھا اس وقت اس میں ایسا عیب نہ تھا جس کی وجہ سے قربانی ناجائز ہوتی ہے بعد میں وہ عیب پیدا ہو گیا تو اگر وہ شخص مالک نصاب ہے تو دوسرے جانور کی قربانی کرے اور مالک نصاب نہیں ہے تو اسی کی قربانی کر لے، یہ اس وقت ہے کہ اس فقیر نے پہلے سے اپنے ذمہ قربانی واجب نہ کی ہو اور اگر اس نے منت مانی ہے کہ بکری کی قربانی کروں گا اور منت پوری کرنے کے لیے بکری خریدی اس وقت بکری میں ایسا عیب نہ تھا پھر پیدا ہو گیا اس صورت میں فقیر کے لیے بھی یہی حکم ہے کہ دوسرے جانور کی قربانی کرے۔

(ہدایہ، کتاب الاضحیہ، ج2، ص359، داراحیاء التراث العربی، بیروت☆ردالمحتار، کتاب الاضحیہ، ج9، ص539، دارالمعرفہ، بیروت)

سوال: خریدتے وقت عیب تھا تو کیا حکم ہے؟

جواب: فقیر نے جس وقت جانور خریدا تھا اسی وقت اس میں ایسا عیب تھا جس سے قربانی ناجائز ہوتی ہے اور وہ عیب قربانی کے وقت تک باقی رہا تو اس کی

قربانی کرسکتا ہے اور غنی عیب دار خریدے اور عیب دار ہی کی قربانی کرے تو ناجائز ہے اور اگر عیبی جانور کو خریدا تھا اور بعد میں اس کا عیب جاتا رہا تو غنی اور فقیر دونوں کے لیے اس کی قربانی جائز ہے مثلاً ایسا لاغر جانور خریدا جس کی قربانی ناجائز ہے اور اس کے یہاں وہ فربہ ہوگیا تو غنی بھی اس کی قربانی کرسکتا ہے۔

(درمختار وردالمحتار، کتاب الاضحیہ،ج9، ص539، دارالمعرفہ،بیروت)

سوال: قربانی کرتے وقت جانور اچھلا کودا جس کی وجہ سے عیب دار ہوگیا تو کیا حکم ہے؟

جواب: قربانی کرتے وقت جانور اچھلا کودا جس کی وجہ سے عیب پیدا ہوگیا یہ عیب مضر نہیں یعنی قربانی ہوجائے گی اور اگر اچھلنے کودنے سے عیب پیدا ہوگیا اور وہ چھوٹ کر بھاگ گیا اور فوراً پکڑ لایا گیا اور ذبح کر دیا گیا جب بھی قربانی ہو جائے گی۔ (درمختار وردالمحتار، کتاب الاضحیہ،ج9، ص539، دارالمعرفہ،بیروت)

سوال: قربانی کا جانور مر گیا تو کیا حکم ہے؟

جواب: قربانی کا جانور مر گیا تو غنی پر لازم ہے کہ دوسرے جانور کی قربانی کرے اور فقیر کے ذمہ دوسرا جانور واجب نہیں اور اگر قربانی کا جانور گم ہوگیا یا چوری ہوگیا اور اس کی جگہ دوسرا جانور خرید لیا اب وہ مل گیا تو غنی کو اختیار ہے کہ دونوں میں جس ایک کو چاہے قربانی کرے اور فقیر پر واجب ہے کہ دونوں کی قربانیاں کرے۔

مگر غنی نے اگر پہلے جانور کی قربانی کی تو اگرچہ اس کی قیمت دوسرے سے کم ہو کوئی حرج نہیں اور اگر دوسرے کی قربانی کی اور اس کی قیمت پہلے سے کم ہے تو جتنی کمی ہے اوتنی رقم صدقہ کرے ہاں اگر پہلے کو بھی قربان کر دیا تو اب وہ تصدق واجب نہ رہا۔ (درمختار وردالمحتار، کتاب الاضحیہ،ج9، ص539، دارالمعرفہ،بیروت)

قربانی کے جانور میں شرکت

سوال: جس شخص میں وجوبِ قربانی کی شرائط پائی جائیں تو اس پر کون سا جانور قربان کرنا واجب ہے؟

جواب: جب وجوبِ قربانی کی شرائط پائی جائیں تو ایک بکری کا ذبح کرنا یا اونٹ یا گائے کا ساتواں حصہ واجب ہے۔

(درمختار وردالمحتار، کتاب الاضحیہ،ج9، ص521، دارالمعرفہ،بیروت)

سوال: گائے یا اونٹ میں اگر کسی کا حصہ ساتویں حصے سے کم ہو تو کیا حکم ہے؟

جواب: ساتویں حصہ سے کم نہیں ہوسکتا بلکہ اونٹ یا گائے کے شرکا میں اگر کسی شریک کا ساتویں حصہ سے کم ہے تو کسی کی قربانی نہیں ہوئی یعنی جس کا ساتواں حصہ یا اس سے زیادہ ہے اس کی بھی قربانی نہیں ہوئی۔

(درمختار وردالمحتار، کتاب الاضحیہ،ج9، ص521,525، دارالمعرفہ،بیروت)

سوال: گائے یا اونٹ میں کسی کا حصہ ساتویں حصے سے زیادہ ہو تو کیا حکم ہے؟

جواب: گائے یا اونٹ میں ساتویں حصہ سے زیادہ کی قربانی ہوسکتی ہے۔ مثلاً گائے کو چھ یا پانچ یا چار شخصوں کی طرف سے قربانی کریں ہوسکتا ہے اور یہ ضرور نہیں کہ سب شرکا کے حصے برابر ہوں بلکہ کم وبیش بھی ہوسکتے ہیں ہاں یہ ضرور ہے کہ جس کا حصہ کم ہے تو ساتویں حصہ سے کم نہ ہو۔

(درمختار وردالمحتار، کتاب الاضحیہ،ج9، ص521,525، دارالمعرفہ،بیروت)

گائے اور اونٹ میں سات حصے

سوال: اونٹ اور گائے کی قربانی میں سات تک حصے ہونے میں کیا دلائل

ہیں؟ بعض لوگ کہتے ہیں کہ اونٹ کی قربانی میں دس افراد شریک ہو سکتے ہیں، ان کے دلائل کا کیا جواب ہے؟

جواب: اونٹ اور گائے ہر دو کی قربانی میں صرف سات افراد شریک ہو سکتے ہیں۔ احناف کے علاوہ دیگر جمہور فقہاء کا بھی اسی پر عمل ہے۔

جامع ترمذی میں ہے: ((عَنْ جَابِرٍ قَالَ: نَحَرْنَا مَعَ النَّبِيِّ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم عَامَ الحُدَيْبِيَةِ البَقَرَةَ عَنْ سَبْعَةٍ، وَالبَدَنَةَ عَنْ سَبْعَةٍ وَفِي البَابِ عَنْ ابْنِ عُمَرَ، وَأَبِي هُرَيْرَةَ، وَعَائِشَةَ، وَابْنِ عَبَّاس، حَدِيثُ جَابِرٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَالعَمَلُ عَلَى هَذَا عِنْدَ أَهْلِ العِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم وَغَيْرِهِم: يَرَوْنَ الجَزُورَ عَنْ سَبْعَةٍ، وَالبَقَرَةَ عَنْ سَبْعَةٍ، وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ، وَالشَّافِعِيِّ، وَأَحْمَدَ)) ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے حدیبیہ والے سال حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی معیت میں گائے اور اونٹ کو سات سات افراد کی طرف سے ذبح کیا۔ اس بارے حضرت ابن عمر، حضرت ابو ہریرہ، حضرت عائشہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم کی بھی روایتیں ہیں۔ حضرت جابر کی یہ روایت حسن صحیح ہے۔ اہلِ علم صحابہ کرام علیہم الرضوان اور دیگر کے نزدیک یہی بات قابل عمل ہے کہ گائے اور اونٹ صرف سات ہی کی طرف سے کفایت کریں گے، اور یہی سفیان ثوری، شافعی اور احمد کا مذہب ہے علیہم الرحمۃ۔

(جامع الترمذی، بَابُ مَا جَاءَ فِي الاِشْتِرَاكِ فِي البَدَنَةِ وَالبَقَرَةِ، ج3، ص239، دار الغرب الاسلامی، بیروت)

سنن ابی داؤد میں ہے: ((حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ قَيْسٍ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، أَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم قَالَ: الْبَقَرَةُ عَنْ سَبْعَةٍ، وَالْجَزُورُ عَنْ سَبْعَةٍ)) ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے

ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: گائے اور اونٹ کی قربانی سات افراد کی طرف سے ہو سکتی ہے۔

(سنن أبي داود، كِتَاب الضَّحَايَا، بَابٌ فِي الْبَقَرِ وَالْجَزُورِ عَنْ كَمْ تُجْزِءُ؟، ج 3، ص98، رقم الحديث، 2809، بیروت)

امام سلیمان بن احمد طبرانی (متوفی 360ھ) روایت کرتے ہیں: ((عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم قَالَ: الْجَزُورُ عَنْ سَبْعَةٍ، وَالْبَقَرَةُ عَنْ سَبْعَةٍ فِي الْأَضَاحِي)) ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: قربانیوں میں اونٹ اور گائے سات کی طرف سے کافی ہو سکتے ہیں۔ (المعجم الأوسط، ج6، ص182، مکتبہ دار الحرمین، قاہرہ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((الجزور عن سبعة)) ترجمہ: اونٹ سات کی طرف سے ہے۔

(الجامع الصغير، ج1، ص5419، مکتبہ شاملہ ☆ شرح معانی الاثار، عن کم تجزئ فی الضحایا، ج4، ص175، مطبوعہ عالم الکتب، بیروت)

اس حدیث پاک کو ''مخالفین کے محقق'' البانی نے بھی صحیح کہا ہے۔

(الجامع الصغير، ج1، ص5419، مکتبہ شاملہ)

امام ملک العلماء ابوبکر بن مسعود کاسانی حنفی (متوفی 585ھ) لکھتے ہیں: ''وَلَا يَجُوزُ بَعِيرٌ وَاحِدٌ وَلَا بَقَرَةٌ وَاحِدَةٌ عَنْ أَكْثَرَ مِنْ سَبْعَةٍ'' ترجمہ: ایک اونٹ اور ایک گائے سات سے زیادہ افراد کی طرف سے قربانی کرنا جائز نہیں۔

(بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، ج5، ص70، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

اونٹ کی قربانی میں بھی دس افراد شریک نہیں ہو سکتے، بعض روایات جو اس حوالے سے مروی ہیں، ان میں سے کوئی بھی قابل عمل نہیں، کوئی مؤول ہے، کسی کے راویوں پر کلام ہے، کسی کی متعارض دوسری روایت موجود ہے حتی کہ محدثین نے ان

احادیث پر صاف الفاظ میں نسخ کا حکم ارشاد فرمایا ہے۔

چنانچہ ایک روایت یہ پیش کی جاتی ہے:((عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم: اَلْجَزُورُ فِي الْاَضْحٰى عَنْ عَشَرَةٍ)) ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: ''اونٹ'' قربانی میں دس افراد کی طرف سے کافی ہے۔

(المعجم الکبیر، ج10، ص163، مکتبہ ابن تیمیہ، قاہرہ)

یہ روایت قابل عمل نہیں ہے۔ اور اس کی چند وجوہ ہیں:

وجہ اول: حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس کے معارض یہ حدیث بھی مروی ہے کہ ''اونٹ'' قربانی میں سات افراد کی طرف سے کفایت کرتا ہے۔ چنانچہ یہ روایت امام طبرانی کی المعجم الکبیر اور المعجم الاوسط اور علامہ سیوطی کی الجامع الصغیر میں ہے۔ اوپر معجم اوسط کے حوالے سے اسے ذکر کیا جا چکا ہے۔

وجہ دوم: اس حدیث کے راوی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اپنا مؤقف اس روایت کے خلاف ہے کیونکہ ان کے نزدیک اونٹ صرف سات اشخاص کی طرف سے قربان کیا جا سکتا ہے'' چنانچہ مخالفین کے معتمد و مستند امام ابن حزم ظاہری ''المحلی بالآثار'' میں نقل کرتے ہیں ''عَنِ ابْنِ فُضَيْلٍ عَنْ مُسْلِمٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ النَّخَعِيِّ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ: اَلْبَقَرَةُ، وَالْجَزُورُ عَنْ سَبْعَةٍ'' ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: گائے اور اونٹ سات افراد کی طرف سے قربان کیے جائیں گے۔

(المحلی بالآثار، کتاب الاضاحی، (مَسْأَلَةٌ يَشْتَرِك فِي الْأُضْحِيَّةِ الْوَاحِدَةِ الْجَمَاعَةُ)، ج6، ص47، دار الفکر، بیروت)

اس سے معلوم ہوا کہ اونٹ کو دس افراد کی طرف سے قربان کرنے والی

حدیث خود حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے نزدیک بھی منسوخ یا کسی اور وجہ سے نا قابل عمل ہے جبھی تو آپ نے اس کے برخلاف قول کیا لہٰذا جب راوی خود ایک حدیث کو قابل عمل نہیں جانتے تو اسے بطور حجت پیش کرنا بھی درست نہیں۔

وجہ سوم: مذکورہ روایت ضعیف ہے، اس روایت کو ''مخالفین کے محقق'' البانی نے بھی ضعیف کہا ہے۔ (الجامع الصغیر، ج1، ص6395، مکتبہ شاملہ)

ایک روایت جامع ترمذی کی ہے: ((عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم فِي سَفَرٍ، فَحَضَرَ الْاَضْحٰى فَاشْتَرَكْنَا فِي الْبَقَرَةِ سَبْعَةً، وَفِي الْجَزُورِ عَشَرَةً، هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ)) ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ہم ایک سفر میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے ساتھ تھے، قربانی کا وقت آ گیا تو ہم گائے میں سات اور اونٹ میں دس دس افراد شریک ہوئے۔ یہ حدیث حسن غریب ہے۔

(سنن الترمذی، بَابُ مَا جَاءَ فِي الِاشْتِرَاكِ فِي الْبَدَنَةِ وَالْبَقَرِ، ج3، ص40، مکتبہ مصطفی البابی الحلبی)

یہ روایت بھی قابل عمل نہیں۔ اور اس کی چند وجوہ ہیں:

وجہ اول: اس روایت میں اضطراب ہے۔

کیونکہ صحیح ابن حبان میں یہی روایت شک کے ساتھ مروی ہے کہ سات افراد شریک ہوئے یا دس، جبکہ سات والی روایتیں یقینی ہیں لہٰذا سات والی روایات پر عمل کیا جائے گا اور شک والی روایت کو ترک کر دیں گے (اس جواب کا افادہ ملا علی قاری علیہ الرحمہ نے مرقاۃ میں فرمایا ہے)۔

(مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح، کتاب الصلوۃ، باب فی الاضحیۃ، الفصل الثانی، ج3، ص1086، دار الفکر، بیروت)

صحیح ابن حبان کی وہ روایت یہ ہے:((عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ:كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم فِي سَفَرٍ فَحَضَرَ النَّحْرُ، فَاشْتَرَكْنَا فِي الْبَقَرَةِ سَبْعَةً، وَفِي الْبَعِيرِ سبعة أو عشرة)) ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت، وہ فرماتے ہیں کہ ایک سفر میں ہم نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے ساتھ تھے قربانی کا وقت آیا تو ہم سات افراد ایک گائے میں اور سات یا دس افراد ایک اونٹ میں شریک ہوئے۔

(صحیح ابن حبان، بَابُ الْهَدْيُ، ذِكْرُ خَبَرٍ ثَانٍ يُصَرِّحُ بِإِبَاحَةِ مَا ذَكَرْنَاه، ج 9، ص318، مؤسسة الرساله، بیروت)

وجہ دوم: یہ حدیث حسن غریب ہے جیسا کہ امام ترمذی نے فرمایا اور سات والی کئی روایتیں نہایت صحیح ہیں لہٰذا ان کے مقابل یہ روایت متروک ہے۔ (یہ جواب مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر فرمایا ہے۔)

(مرآۃ المناجیح شرح مشکاۃ المصابیح، قربانی کا بیان، فصل ثانی، تحت حدیث ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما، جلد 2، صفحہ374، نعیمی کتب خانہ)

وجہ سوم: جمہور کے نزدیک یہ حدیث منسوخ ہے اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی حجۃ الوداع والی حدیث اس کے لیے ناسخ ہے۔ شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "والجمهور على انه منسوخ" جمہور کے نزدیک یہ حدیث منسوخ ہے۔

(لمعات التنقیح فی شرح مشکوۃ المصابیح، ج4، ص228، مکتبہ حقانیہ، کوئٹہ)

علی سبیل التنزل اس روایت کی یہ تاویل ہے کہ قیمت میں شرکت مراد ہے۔ مولانا عبدالحی لکھنوی فرماتے ہیں "وأما ما أخرجه الحاكم عن جابر:نحرنا يوم الحديبية سبعين بدنة، البدنة عن عشرة، وأخرج الترمذي۔وقال:حسن غريب والنسائي عن ابن عباس قال:كنا مع رسول الله صلى الله عليه

وسلم في سفر فحضر الأضحى فاشتركنا في البقرة سبعة وفي الجزور عشرة، محمول على الاشتراك في القيمة، لا في التضحية" یعنی حضرت جابر اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کی احادیث جن میں دس افراد کا ایک اونٹ میں شریک ہونے کا ذکر ہے وہ اضحیہ میں شرکت کے بجائے قیمت میں شریک ہونے پر محمول ہیں۔

(التعلیق الممجد علی مؤطا الامام محمد، ج2، ص625، دارالقلم، دمشق)

یہی کچھ حال اس بارے پیش کی جانے والی دیگر روایات کا بھی ہے۔

سوال: گائے وغیرہ میں شرکت کی تو گوشت کیسے تقسیم کریں گے؟

جواب: شرکت میں گائے کی قربانی ہوئی تو ضرور ہے کہ گوشت وزن کر کے تقسیم کیا جائے اندازہ سے تقسیم نہ ہو کیونکہ ہوسکتا ہے کہ کسی کو زائد یا کم ملے اور یہ ناجائز ہے یہاں یہ خیال نہ کیا جائے کہ کم و بیش ہوگا تو ہر ایک اس کو دوسرے کے لیے جائز کر دے گا کہہ دے گا کہ اگر کسی کو زائد پہنچ گیا ہے تو معاف کیا کہ یہاں عدم جواز حق شرع ہے اور ان کو اس کے معاف کرنے کا حق نہیں۔

(درمختار وردالمحتار، کتاب الاضحیہ، ج9، ص527، دارالمعرفہ، بیروت)

اگر وزن کی مشقت سے بچنا چاہیں تو اس کے لیے یہ دو حیلے کر سکتے ہیں:

(1) ذبح کے بعد اس گائے کا سارا گوشت ایک ایسے بالغ مسلمان کو ہبہ کر کے قبضہ دے دیں جو ان کی قربانی میں شریک نہ ہو، اب وہ اندازے سے سب میں تقسیم کرسکتا ہے۔

(2) اس سے بھی آسان طریقہ یہ ہے کہ گوشت تقسیم کرتے وقت اس میں کوئی دوسری جنس (مثلاً کلیجی، تلی، سری پائے وغیرہ) شامل کی جائے تو ابھی اندازے سے تقسیم کرسکتے ہیں، مگر تقسیم میں یہ ضروری ہے ہر حصہ دار کو اس دوسری جنس (کلیجی،

تلی، سری پائے) میں سے بھی کچھ نہ کچھ ملے۔

(درمختاروردالمحتار،ج9،ص460☆ابلق گھوڑے سوار،ص16،مکتبۃ المدینہ ، کراچی)

سوال: قربانی کے شرکاء میں سے ایک کا انتقال ہوگیا تو کیا حکم ہے؟

جواب: سات شخصوں نے قربانی کے لیے گائے خریدی تھی ان میں ایک کا انتقال ہوگیا اس کے ورثہ نے شرکا سے یہ کہہ دیا کہ تم اس گائے کو اپنی طرف سے اور اس کی طرف سے قربانی کروانھوں نے کر لی تو سب کی قربانیاں جائز ہیں اور اگر بغیر اجازت ورثہ ان شرکاء نے کی تو کسی کی نہ ہوئی۔

(ہدایہ، کتاب الاضحیہ،ج2،ص360،داراحیاء التراث العربی،بیروت)

سوال: قربانی کے کے شرکاء میں ایک کافر (یا ایسا بدمذہب ہے جس کی بدمذہبی حدِ کفر تک پہنچی ہو) ہوتو قربانی کا کیا حکم ہے؟

جواب: گائے کے شرکا میں سے ایک کافر ہے تو کسی کی قربانی نہ ہوئی۔

(درمختار وردالمحتار، کتاب الاضحیہ،ج9، ص540، دارالمعرفہ،بیروت)

سوال: قربانی کے شرکاء میں کسی کی نیت قربانی کی نہیں بلکہ صرف گوشت حاصل کرنے کی ہے،تو کیا حکم ہے؟

جواب: ان میں کسی ایک شخص کا مقصود قربانی نہیں ہے بلکہ گوشت حاصل کرنا ہے تو کسی کی قربانی نہ ہوئی، کیونکہ تمام شرکاء کی نیت تقرب (ثواب کے کام) کی ہونا ضروری ہے۔ (درمختار وردالمحتار، کتاب الاضحیہ،ج9، ص540، دارالمعرفہ،بیروت)

سوال: قربانی کے شرکاء میں سے بعض کی نیت عقیقہ کی ہے تو کیا حکم ہے؟

جواب: قربانی کے سب شرکا کی نیت تقرُّب ہو اس کا یہ مطلب ہے کہ کسی کا ارادہ گوشت نہ ہو اور یہ ضرور نہیں کہ وہ تقرب ایک ہی قسم کا ہو مثلاً سب قربانی ہی کرنا چاہتے ہیں بلکہ اگر مختلف قسم کے تقرب ہوں وہ تقرب سب پر واجب ہو یا کسی پر

واجب ہو اور کسی پر واجب نہ ہو ہر صورت میں قربانی جائز ہے مثلاً دَمِ اِحصار اور احرام میں شکار کرنے کی جزا اور سر منڈانے کی وجہ سے دَم واجب ہوا ہو اور تمتع و قران کا دَم کہ ان سب کے ساتھ قربانی کی شرکت ہو سکتی ہے۔ اسی طرح قربانی اور عقیقہ کی بھی شرکت ہو سکتی ہے کہ عقیقہ بھی تقرب کی ایک صورت ہے۔

(ردالمحتار، کتاب الاضحیہ،ج9، ص540، دارالمعرفہ،بیروت)

سوال: گائے خریدنے کے بعد دوسروں کو اس میں شریک کرنا کیسا ہے؟

جواب: قربانی کے لیے گائے خریدی پھر اس میں چھ شخصوں کو شریک کر لیا سب کی قربانیاں ہو جائیں گی مگر ایسا کرنا مکروہ ہے ہاں اگر خریدنے ہی کے وقت اس کا یہ ارادہ تھا کہ اس میں دوسروں کو شریک کروں گا تو مکروہ نہیں اور اگر خریدنے سے پہلے ہی شرکت کر لی جائے تو یہ سب سے بہتر اور اگر غیر مالک نصاب نے قربانی کے لیے گائے خریدی تو خریدنے سے ہی اس پر اس گائے کی قربانی واجب ہوگئی اب وہ دوسرے کو شریک نہیں کر سکتا۔

(فتاوی ہندیہ، کتاب الاضحیہ،الباب الثامن،ج5، ص304،دارالفکر،بیروت)

قربانی کے بعض مستحبات

سوال: قربانی کے مستحبات بیان کر دیں۔

جواب: قربانی کے کچھ مستحبات درج ذیل ہیں:

(1) مستحب یہ ہے کہ قربانی کا جانور خوب فربہ اور خوبصورت اور بڑا ہو اور بکری کی قسم میں سے قربانی کرنی ہو تو بہتر سینگ والا مینڈھا چت کبرا ہو جس کے خصیے کوٹ کر خصی کر دیا ہو کہ حدیث میں ہے حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے ایسے مینڈھے کی قربانی کی۔

(فتاوی ہندیہ، کتاب الاضحیہ،الباب الخامس،ج 5، ص 300،دارالفکر ، بیروت ☆ سنن ابی

داؤد، کتاب الضحایا،باب مایستحب من الضحایا،ج3،ص126،داراحیاء التراث العربی،بیروت)

(2) ذبح کرنے سے پہلے چھری کو تیز کر لیا جائے اور ذبح کے بعد جب تک جانور ٹھنڈا نہ ہو جائے اس کے تمام اعضا سے روح نکل نہ جائے اس وقت تک ہاتھ پاؤں نہ کاٹیں اور نہ چمڑا اتاریں۔

(فتاوی ہندیہ، کتاب الاضحیہ،الباب الخامس،ج5، ص300،دارالفکر،بیروت)

(3) بہتر یہ ہے کہ اپنی قربانی اپنے ہاتھ سے کرے اگر اچھی طرح ذبح کرنا جانتا ہو اور اگر اچھی طرح نہ جانتا ہو تو دوسرے کو حکم دے وہ ذبح کرے مگر اس صورت میں بہتر یہ ہے کہ وقت قربانی حاضر ہو حدیث میں ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا: کھڑی ہو جاؤ اور اپنی قربانی کے پاس حاضر ہو جاؤ کہ اس کے خون کے پہلے ہی قطرہ میں جو کچھ گناہ کیے ہیں سب کی مغفرت ہو جائے گی اس پر ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی یا نبی اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم) یہ آپ کی آل کے لیے خاص ہے یا آپ کی آل کے لیے بھی ہے اور عامہ مسلمین کے لیے بھی فرمایا کہ میری آل کے لیے خاص بھی ہے اور تمام مسلمین کے لیے عام بھی ہے۔

(فتاوی ہندیہ، کتاب الاضحیہ،الباب الخامس،ج 5، ص300،دارالفکر، بیروت ☆ تبیین الحقائق، کتاب الاضحیہ،ج6،ص487،دارالکتب العلمیہ،بیروت)

قربانی کا گوشت

سوال: قربانی کے گوشت کا کیا کرے؟

جواب: قربانی کا گوشت خود بھی کھا سکتا ہے اور دوسرے شخص غنی یا فقیر کو دے سکتا ہے، کھلا سکتا ہے بلکہ اس میں سے کچھ کھا لینا قربانی کرنے والے کے لیے مستحب ہے۔ بہتر یہ ہے کہ گوشت کے تین حصے کرے ایک حصہ فقرا کے لیے اور ایک

حصہ دوست واحباب کے لیے اور ایک حصہ اپنے گھر والوں کے لیے، ایک تہائی سے کم صدقہ نہ کرے۔ اور کل کو صدقہ کر دینا بھی جائز ہے اور کل گھر ہی رکھ لے یہ بھی جائز ہے۔ تین دن سے زائد اپنے اور گھر والوں کے کھانے کے لیے رکھ لینا بھی جائز ہے اور بعض حدیثوں میں جو اس کی ممانعت آئی ہے وہ منسوخ ہے اگر اس شخص کے اہل و عیال بہت ہوں اور صاحب وسعت نہیں ہے تو بہتر یہ ہے کہ سارا گوشت اپنے بال بچوں ہی کے لیے رکھ چھوڑے۔

(فتاوی ہندیہ، کتاب الاضحیہ،الباب الخامس،ج5، ص300،دارالفکر،بیروت)

سوال: کیا قربانی کا گوشت کافر کو دے سکتے ہیں؟

جواب: قربانی کا گوشت کافر کو نہ دے کہ یہاں کے کفار حربی ہیں۔

(بہار شریعت، جلد3، حصہ15،ص345،مکتبۃ المدینہ، کراچی)

سوال: قربانی اگر منت کی ہے تو گوشت کا کیا کرے؟

جواب: قربانی اگر منت کی ہے تو اس کا گوشت نہ خود کھا سکتا ہے نہ اغنیاء کو کھلا سکتا ہے بلکہ اس کو صدقہ کر دینا واجب ہے وہ منت ماننے والا فقیر ہو یا غنی دونوں کا ایک ہی حکم ہے کہ خود نہیں کھا سکتا ہے نہ غنی کو کھلا سکتا ہے۔

(تبیین الحقائق، کتاب الاضحیہ،ج6،ص486،دارالکتب العلمیہ،بیروت)

سوال: اگر میت کی طرف سے قربانی کی تو اس کے گوشت کا کیا کرے؟

جواب: میت کی طرف سے قربانی کی تو اس کے گوشت کا بھی وہی حکم ہے کہ خود کھائے دوست احباب کو دے فقیروں کو دے یہ ضرور نہیں کہ سارا گوشت فقیروں ہی کو دے کیوں کہ گوشت اس کی مِلک ہے یہ سب کچھ کر سکتا ہے اور اگر میت نے کہہ دیا ہے کہ میری طرف سے قربانی کر دینا تو اس میں سے نہ کھائے بلکہ کل

گوشت صدقہ کردے۔ (ردالمحتار، کتاب الاضحیہ، ج9، ص542، دارالمعرفہ، بیروت)

سوال: حلال جانور کے کپورے کھانے کا کیا حکم ہے؟

جواب: کپورے ناجائز وگناہ ہے۔حدیث پاک میں ہے، حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، فرماتے ہیں: ((کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم یَکْرَہُ مِنَ الشَّاۃِ سَبْعًا: الْمَرَارَۃَ وَالْمَثَانَۃَ والمحیاۃ وَالذَّکَرَ وَالْاُنْثَیَیْنِ وَالْغُدَّۃَ وَالدَّمَ، وَکَانَ اَحَبَّ الشَّاۃِ اِلَی رَسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم مُقَدَّمُھَا))

ترجمہ: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم ذبیحہ جانور کے سات اجزاء کو مکروہ فرماتے تھے: مرارہ (پتہ)، مثانہ، حیاء (شرمگاہ)، ذکر، خصیے (کپورے)، غدود اور خون۔ اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو بکری کا مقدم حصہ پسند تھا۔

(المعجم الاوسط، من اسمہ یعقوب، ج9، ص181، مطبوعہ دارالحرمین، القاہرہ)

فتاوی عالمگیری میں ہے: ''مَا یَحْرُمُ اَکْلُہُ مِنْ اَجْزَاءِ الْحَیَوَانِ سَبْعَۃٌ: الدَّمُ الْمَسْفُوحُ وَالذَّکَرُ وَالْاُنْثَیَانِ وَالْقُبُلُ وَالْغُدَّۃُ وَالْمَثَانَۃُ وَالْمَرَارَۃُ، کَذَا فِی الْبَدَائِعِ'' حلال جانوروں میں سات چیزیں حرام ہیں (1) بہتا ہوا خون (2) آلہ تناسل (3) دونوں خصیے یعنی کپورے (4) شرم گاہ (5) غدود (6) مثانہ (7) پتہ ایسے ہی بدائع میں ہے۔

(فتاوی عالمگیری، الباب الثالث فی المتفرقات، ج5، ص290، دارالفکر، بیروت)

سوال: اوجڑی کھانا کیسا ہے؟ اگر کوئی شوق سے کھائے تو اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟

جواب: حلال جانوروں کی اوجھڑی کھانا مکروہ تحریمی ہے کیونکہ یہ محلِ نجاست ہے۔ کوئی گندی طبیعت والا شوق سے کھائے یا (بغیر اکراہ کے) بے دلی سے کھائے گناہ گار ہے۔ امام اہل سنت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''دبر یعنی

پاخانے کا مقام، کرش (اوجھڑی)، امعا یعنی آنتیں بھی اس حکم کراہت میں داخل ہیں، بے شک دبر فرج وذکر سے اور کرش وامعا مثانہ سے اگر خباثت میں زائد نہیں تو کسی طرح کم بھی نہیں، فرج وذکر اگر گزرگاہ بول ومنی ہیں، دبر گزرگاہ سرگین ہے، مثانہ اگر معدن بول ہے شکنہ ورودہ مخزن فرث ہیں''

(فتاوی رضویہ ج20ص238مکتبہ رضویہ، لاہور)

فتاوی فیض الرسول میں ہے: ''حلال جانوروں کی اوجھڑی کھانا مکروہ تحریمی قریب حرام کے ہے۔'' (فتاوی فیض الرسول، ج2، ص432، شبیر برادرز، لاہور)

سوال: آنتیں کھانا کیسا ہے؟

جواب: ناجائز ہے۔ امام اہل سنت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''دبر یعنی پاخانے کا مقام، کرش (اوجھڑی)، امعا یعنی آنتیں بھی اس حکم کراہت میں داخل ہیں، بے شک دبر فرج وذکر سے اور کرش وامعا مثانہ سے اگر خباثت میں زائد نہیں تو کسی طرح کم بھی نہیں، فرج وذکر اگر گزرگاہ بول ومنی ہیں، دبر گزرگاہ سرگین ہے، مثانہ اگر معدن بول ہے شکنہ ورودہ مخزن فرث ہیں''

(فتاوی رضویہ ج20ص238مکتبہ رضویہ، لاہور)

سوال: حلال جانور کی کلیجی کھانا کیسا ہے؟

جواب: حلال جانور کی کلیجی کھانا جائز اور حلال ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((اُحِلَّتْ لَکُمْ مَیْتَتَانِ وَ دَمَانِ فَاَمَّا الْمَیْتَتَانِ فَالْحُوْتُ وَالْجَرَادُ وَاَمَّا الدَّمَانِ فَالْکَبِدُ وَالطِّحَالُ)) ترجمہ: تمہارے لئے دو مرے ہوئے جانور اور دو خون حلال ہیں، دو مردے مچھلی اور ٹڈی اور دو خون کلیجی اور تلی ہیں۔

(ابن ماجہ، باب الکبد والطحال، ج2، ص1102، داراحیاء الکتب العربیہ، بیروت)

سوال: حلال جانوروں میں کل کتنے اعضاء ممنوع ہیں؟

جواب: حلال جانور کے سب اجزاء حلال ہیں مگر بائیس (22) اعضاء ایسے ہیں کہ ان میں میں بعض حرام ہیں، بعض ممنوع اور مکروہ ہیں، جن کی تفصیل یہ ہے :(1) رگوں کا خون (2) پتا (3) مثانہ (4،5) علامات مادہ ونر (6) خصیے (7) غدود (جسم کے اندر گانٹھ جسے عربی میں غدہ کہتے ہیں) (8) حرام مغز (9) گردن کے دو پٹھے کہ شانوں تک کھینچے ہوتے ہیں (10) جگر کا خون (11) تلی کا خون (12) گوشت کا خون جو ذبح کے بعد گوشت میں سے نکلتا ہے (13) دل کا خون (14) پت یعنی وہ زرد پانی جو پتے میں ہوتا ہے (15) ناک کی رطوبت کہ بھیڑ میں اکثر ہوتی ہے (16) پاخانہ کا مقام (17) اوجھڑی (18) آنتیں (19) نطفہ (20) وہ نطفہ جو خون ہوگیا (21) وہ گوشت کا ٹکڑا جو رحم میں نطفے سے بنتا ہے (22) وہ کہ پورا جانور بن گیا اور مردہ نکلا یا بے ذبح مر گیا۔

(ملخص ازفتاوی رضویہ،ج20،ص240تا244،رضافاؤنڈیشن،لاہور)

سوال: کیا ذبح شدہ بکری یا بھینس کی کھال حلال ہے؟

جواب: مذبوح حلال جانور کی کھال بے شک حلال ہے، شرعاً اس کا کھانا ممنوع نہیں، اگرچہ گائے بھینس بکری کی کھال کھانے کے قابل نہیں ہوتی۔

(فتاوی رضویہ،ج20،ص233،رضا فائونڈیشن،لاہور)

قربانی کا چمڑا اور جھول وغیرہ

(1) قربانی کا چمڑا اور اس کی جھول اور رسّی اور اس کے گلے میں ہار ڈالا ہے وہ ہار ان سب چیزوں کو صدقہ کردے۔

(درمختار ، کتاب الاضحیہ،ج9، ص543، دارالمعرفہ،بیروت)

(2) قربانی کے چمڑے (کھال) کو خود بھی اپنے کام میں لاسکتا ہے یعنی اس کو باقی رکھتے ہوئے اپنے کسی کام میں لاسکتا ہے، مثلاً اس کی جانماز بنائے، تھیلی،

مشکیزہ، دسترخوان، ڈول وغیرہ بنائے یا کتابوں کی جلدوں میں لگائے یہ سب کرسکتا ہے۔ چمڑے کا ڈول بنایا تو اسے اپنے کام میں لائے اُجرت پر نہ دے اور اگر اُجرت پر دے دیا تو اس اُجرت کو صدقہ کرے۔

(درمختار وردالمحتار، کتاب الاضحیہ،ج9، ص543,544، دارالمعرفہ،بیروت)

(3) قربانی کے چمڑے کو ایسی چیزوں سے بدل سکتا ہے جس کو باقی رکھتے ہوئے اس سے نفع اٹھایا جائے جیسے کتاب، ایسی چیز سے بدل نہیں سکتا جس کو ہلاک کر کے نفع حاصل کیا جاتا ہو جیسے روٹی، گوشت، سرکہ، روپیہ، پیسہ اور اگر اس نے ان چیزوں کو چمڑے کے عوض میں حاصل کیا تو ان چیزوں کو صدقہ کردے۔

(درمختار، کتاب الاضحیہ،ج9، ص543، دارالمعرفہ،بیروت)

(4) اگر قربانی کی کھال کو روپے کے عوض میں بیچا مگر اس لیے نہیں کہ اس کو اپنی ذات پر یا بال بچوں پر صرف کرے گا بلکہ اس لیے کہ اسے صدقہ کردے گا تو جائز ہے۔ (فتاوی ہندیہ، کتاب الاضحیہ،الباب السادس،ج5، ص301،دارالفکر،بیروت)

جیسا کہ آج کل اکثر لوگ کھال مدارس دینیہ میں دیا کرتے ہیں اور بعض مرتبہ وہاں کھال بھیجنے میں دقت ہوتی ہے اسے بیچ کر روپیہ بھیج دیتے ہیں یا کئی شخصوں کو دینا ہوتا ہے اسے بیچ کر دام ان فقراء پر تقسیم کردیتے ہیں یہ بیع جائز ہے اس میں حرج نہیں اور حدیث میں جو اس کے بیچنے کی ممانعت آئی ہے اس سے مراد اپنے لیے بیچنا ہے۔ (بہارشریعت،جلد3،حصہ15،ص346،مکتبۃ المدینہ، کراچی)

(5) گوشت کا بھی وہی حکم ہے جو چمڑے کا ہے کہ اس کو اگر ایسی چیز کے بدلے میں بیچا جس کو ہلاک کرکے نفع حاصل کیا جائے تو صدقہ کردے۔

(ہدایہ، کتاب الاضحیہ،ج2،ص360،داراحیاء التراث العربی،بیروت)

(6) قربانی کی چربی اور اس کی سری، پائے اور اون اور دودھ جو ذبح کے بعد دوہا ہے ان سب کا وہی حکم ہے کہ اگر ایسی چیز اس کے عوض میں لی جس کو ہلاک کر کے نفع حاصل کریگا تو اس کو صدقہ کردے۔

(فتاوی ہندیہ، کتاب الاضحیہ،الباب السادس،ج5، ص301،دارالفکر،بیروت)

(7) قربانی کا چمڑا یا گوشت یا اس میں کی کوئی چیز قصاب یا ذبح کرنے والے کو اُجرت میں نہیں دے سکتا کہ اس کو اُجرت میں دینا بھی بیچنے ہی کے معنی میں ہے۔ (ہدایہ، کتاب الاضحیہ،ج2،ص361،داراحیاء التراث العربی،بیروت)

(8) قصاب کو اُجرت میں نہیں دیا بلکہ جیسے دوسرے مسلمانوں کو گوشت دیتا ہے اس کو بھی دیا اور اُجرت اپنے پاس سے دوسری چیز دے گا تو جائز ہے۔

(بہار شریعت، جلد3، حصہ15، ص347، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

سوال: قربانی کی کھال امام مسجد کو دینا کیسا ہے؟

جواب: قربانی کی کھال امام مسجد کو دینا جائز ہے اگر وہ فقیر ہو، یا غنی ہو اور بطورِ ہدیہ دیں، لیکن اس کی اجرت اور تنخواہ میں دیں تو اس کی دو صورتیں ہیں: (1) اگر وہ اپنا نوکر ہے تو اس کی تنخواہ میں دینا جائز نہیں۔ (2) اور اگر وہ مسجد کا نوکر ہے اور کھال مہتمم مسجد کے لئے دے دی، اس نے مسجد کی طرف سے امام کی تنخواہ میں دے دی تو اس میں کچھ حرج نہیں۔ (فتاوی رضویہ،ج20،ص480،رضا فائونڈیشن،لاہور)

سوال: کیا قربانی کی کھال قبرستان کی چاردیواری بنانے یا قبرستان کی مرمت وغیرہ کے لیے دی جاسکتی ہے؟

جواب: جی ہاں! قربانی کی کھال قبرستان کی چاردیواری بنانے اور اس کی مرمت کے لئے دی جاسکتی ہے کیونکہ حدیث پاک میں قربانی کے گوشت اور کھال

وغیرہ کا ایک مصرف یہ بیان کیا گیا کہ ثواب کے کام میں خرچ کرو اور یہ کام بھی ثواب کے کام ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم فرماتے ہیں: ((فَكُلُوا وَادَّخِرُوا وَاتَّجِرُوا)) ترجمہ: کھاؤ، ذخیرہ کرو اور ثواب کے کام میں خرچ کرو۔

(ابوداؤد، باب فی حبس لحوم الاضاحی، ج3، ص100، المکتبۃ العصریہ، بیروت)

امام اہل سنت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے پوچھا گیا کہ ”چرمِ قربانی۔۔ برائے درستگی قبرستان کے دینا جائز ہے یا نہیں؟“ تو جواباً ارشاد فرمایا ”چرمِ قربانی کے باب میں ابھی بیان ہوا کہ ہر قربت روا ہے۔“

(فتاوی رضویہ،ج20،ص471،رضا فائونڈیشن،لاہور)

سوال: مسجد کو کھال دینا کیسا؟

جواب: مسجد کو بھی کھال دینا جائز ہے۔ امام اہل سنت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ”قربانی کے چمڑوں کو للہ مسجد دے دینا کہ انہیں یا ان کی قیمت کو متولی یا منتظمانِ مسجد، مسجد کے کاموں مثلاً ڈول، رسی، چراغ، بتی، فرش، مرمت۔۔ وغیرہا میں صرف کریں بلاشبہ جائز و باعث اجر و کارِ ثواب ہے۔“

(فتاوی رضویہ،ج20،ص476،رضا فائونڈیشن،لاہور)

ذبح سے پہلے قربانی کے جانور سے نفع اٹھانا

(1) ذبح سے پہلے قربانی کے جانور کے بال اپنے کسی کام کے لیے کاٹ لینا یا اس کا دودھ دوہنا مکروہ و ممنوع ہے اور قربانی کے جانور پر سوار ہونا یا اس پر کوئی چیز لادنا یا اس کو اُجرت پر دینا غرض اس سے منافع حاصل کرنا منع ہے اگر اس نے اون کاٹ لی یا دودھ دوہ لیا تو اسے صدقہ کردے اور اُجرت پر جانور کو دیا ہے تو اُجرت کو صدقہ کرے اور اگر خود سوار ہوا یا اس پر کوئی چیز لادی تو اس کی وجہ سے جانور میں جو کچھ کمی آئی اتنی مقدار میں صدقہ کرے۔

(درمختار وردالمحتار، کتاب الاضحیہ، ج9، ص544، دارالمعرفہ، بیروت)

(2) جانور دودھ والا ہے تو اس کے تھن پر ٹھنڈا پانی چھڑکے کہ دودھ خشک ہو جائے اگر اس سے کام نہ چلے تو جانور کو دوہ کر دودھ صدقہ کرے۔

(فتاوی ہندیہ، کتاب الاضحیہ، الباب السادس، ج5، ص301، دارالفکر، بیروت)

(3) جانور ذبح ہو گیا تو اب اس کے بال کو اپنے کام کے لیے کاٹ سکتا ہے اور اگر اس کے تھن میں دودھ ہے تو دوہ سکتا ہے کہ جو مقصود تھا وہ پورا ہو گیا اب یہ اس کی مِلک ہے اپنے صرف میں لا سکتا ہے۔

(فتاوی ہندیہ، کتاب الاضحیہ، الباب السادس، ج5، ص301، دارالفکر، بیروت)

(4) قربانی کے لیے جانور خریدا تھا قربانی کرنے سے پہلے اس کے بچہ پیدا ہوا تو بچہ کو بھی ذبح کر ڈالے اور اگر بچہ کو بیچ ڈالا تو اس کا ثمن صدقہ کر دے اور اگر نہ ذبح کیا نہ بیچ کیا اور ایام نحر گزر گئے تو اس کو زندہ صدقہ کر دے اور اگر کچھ نہ کیا اور بچہ اس کے یہاں رہا اور قربانی کا زمانہ آ گیا یہ چاہتا ہے کہ اس سال کی قربانی میں اسی کو ذبح کرے یہ نہیں کر سکتا اور اگر قربانی اسی کی کر دی تو دوسری قربانی پھر کرے کہ وہ قربانی نہیں ہوئی اور وہ بچہ ذبح کیا ہوا صدقہ کر دے بلکہ ذبح سے جو کچھ اس کی قیمت میں کمی ہوئی اسے بھی صدقہ کرے۔

(فتاوی ہندیہ، کتاب الاضحیہ، الباب السادس، ج5، ص301,302، دارالفکر، بیروت)

(5) قربانی کی اور اس کے پیٹ میں زندہ بچہ ہے تو اسے بھی ذبح کر دے اور اسے صرف میں لا سکتا ہے اور مرا ہوا بچہ ہو تو اسے پھینک دے مردار ہے۔

(بہار شریعت، جلد3، حصہ15، ص348، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

دوسرے کے جانور کو بلااجازت قربان کردیا

(1) دو شخصوں نے غلطی سے یہ کیا کہ ہر ایک نے دوسرے کی قربانی کی بکری ذبح کر دی یعنی ہر ایک نے دوسرے کی بکری کو اپنی سمجھ کر قربانی کر دیا تو بکری جس کی

تھی اسی کی قربانی ہوئی اور چونکہ دونوں نے ایسا کیا لہٰذا دونوں کی قربانیاں ہو گئیں اور اس صورت میں کسی پر تاوان نہیں بلکہ ہر ایک اپنی اپنی بکری ذبح شدہ لے لے اور فرض کرو کہ ہر ایک کو اپنی غلطی اس وقت معلوم ہوئی جب اس بکری کو صرف کر چکا تو چونکہ ہر ایک نے دوسرے کی بکری کھا ڈالی لہٰذا ہر ایک دوسرے سے معاف کرا لے اور اگر معافی پر راضی نہ ہوں تو چونکہ ہر ایک نے دوسرے کی قربانی کا گوشت بلا اجازت کھا ڈالا گوشت کی قیمت کا تاوان لے لے اس تاوان کو صدقہ کرے کہ قربانی کے گوشت کے معاوضہ کا یہی حکم ہے۔

(درمختار وردالمحتار، کتاب الاضحیہ، ج9، ص544، دارالمعرفہ، بیروت)

(2) یہ تمام باتیں اس وقت ہیں کہ ہر ایک دوسرے کے اس فعل پر کہ اس نے اس کی بکری ذبح کر ڈالی راضی ہو تو جس کی بکری تھی اسی کی قربانی ہوئی اور اگر راضی نہ ہو تو بکری کی قیمت کا تاوان لے گا اور اس صورت میں جس نے ذبح کی اس کی قربانی ہوئی یعنی بکری کا جب تاوان لیا تو بکری ذابح (ذبح کرنے والے) کی ہو گئی اور اسی کی جانب سے قربانی ہوئی اور گوشت کا بھی یہی مالک ہوا۔

(درمختار وردالمحتار، کتاب الاضحیہ، ج9، ص544، دارالمعرفہ، بیروت)

(3) دوسرے کی قربانی کی بکری بغیر اس کی اجازت کے قصداً ذبح کر دی اس کی دو صورتیں ہیں مالک کی طرف سے اس نے قربانی کی یا اپنی طرف سے، اگر مالک کی نیت سے قربانی کی تو اس کی قربانی ہو گئی کہ وہ جانور قربانی کے لیے تھا اور قربان کر دیا گیا اس صورت میں مالک اس سے تاوان نہیں لے سکتا اور اگر اس نے اپنی طرف سے قربانی کی اور ذبح شدہ بکری کے لینے پر مالک راضی ہے تو قربانی مالک کی جانب سے ہوئی اور ذابح کی نیت کا اعتبار نہیں اور مالک اگر اس پر راضی نہیں بلکہ بکری کا تاوان لیتا ہے تو مالک کی قربانی نہیں ہوئی بلکہ ذابح کی ہوئی کہ تاوان دینے

سے بکری کا مالک ہوگیا اور اوس کی اپنی قربانی ہوگئی۔

(درمختار وردالمحتار، کتاب الاضحیہ، ج9، ص546، دارالمعرفہ، بیروت)

(4) اگر بکری قربانی کے لیے معین نہ ہو تو بغیر اجازتِ مالک اگر دوسرا شخص قربانی کردے گا تو قربانی نہ ہوگی مثلاً ایک شخص نے پانچ بکریاں خریدی تھیں اور اس کا یہ خیال تھا کہ ان میں سے ایک بکری کو قربانی کروں گا اور ان میں سے کسی ایک کو معیَّن نہیں کیا تھا تو دوسرا شخص مالک کی جانب سے قربانی نہیں کرسکتا اگر کرے گا تو تاوان لازم ہوگا ذبح کے بعد مالک اس کی قربانی کی نیت کرے بیکار ہے یعنی اس صورت میں قربانی نہیں ہوء (ردالمحتار، کتاب الاضحیہ، ج9، ص547، دارالمعرفہ، بیروت)

(5) دوسرے کی بکری غصب کرلی اور اس کی قربانی کرلی اگر مالک نے زندہ بکری کا اس شخص سے تاوان لے لیا تو قربانی ہوگئی مگر یہ شخص گنہگار ہے اس پر توبہ و استغفار لازم ہے اور اگر مالک نے تاوان نہیں لیا بلکہ ذبح کی ہوئی بکری لی اور ذبح کرنے سے جو کچھ کمی ہوئی اس کا تاوان لیا تو قربانی نہیں ہوئی۔

(ردالمحتار، کتاب الاضحیہ، ج9، ص547، دارالمعرفہ، بیروت)

(6) اپنی بکری دوسرے کی طرف سے ذبح کردی اس کے حکم سے ایسا کیا یا بغیر حکم بہرصورت اس کی قربانی نہیں کیونکہ اس کی طرف سے قربانی اس وقت ہوسکتی ہے جب اس کی مِلک ہو۔

(حاشیۃ الشلبیہ بہامش علی تبیین الحقائق، کتاب الاضحیہ، ج6، ص488، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

(7) ایک شخص کے پاس کسی کی بکری امانت کے طور پر تھی امین نے قربانی کر دی یہ قربانی صحیح نہیں نہ مالک کی طرف سے نہ امین کی طرف سے اگرچہ مالک نے امین سے اپنی بکری کا تاوان لیا ہو اسی طرح اگر کسی کا جانور اس کے پاس عاریت یا

اجارہ کے طور پر ہے اور اس نے قربانی کردی یہ قربانی جائز نہیں۔

(ردالمحتار، کتاب الاضحیہ، ج9، ص547، دارالمعرفہ، بیروت)

(8) اپنی طرف سے اور اپنے بچوں کی طرف سے گائے کی قربانی کی اگر وہ نابالغ ہیں تو سب کی قربانیاں جائز ہیں اور بالغ ہیں اور سب لڑکوں نے کہہ دیا ہے تو سب کی طرف سے صحیح ہے اور اگر انھوں نے کہا نہیں یا بعض نے نہیں کہا ہے تو کسی کی قربانی نہیں ہوئی۔

(فتاوی ہندیہ، کتاب الاضحیہ، الباب الخامس، ج5، ص300، دارالفکر، بیروت)

ذبح کے کچھ مسائل

(1) دوسرے سے قربانی ذبح کرائی ذبح کے بعد وہ یہ کہتا ہے میں نے قصداً بِسْمِ اللہ نہیں پڑھی اس کو اس جانور کی قیمت دینی ہوگی پھر اگر قربانی کا وقت باقی ہے تو اس قیمت سے دوسرا جانور خرید کر قربانی کرے اور اس کا گوشت صدقہ کرے خود نہ کھائے اور وقت باقی نہ ہو تو اس قیمت کو صدقہ کردے۔

(فتاوی ہندیہ، کتاب الاضحیہ، الباب السابع فی التضحیہ عن الغیر، ج5، ص303، دار الفکر، بیروت)

(2) دوسرے سے ذبح کرایا اور خود اپنا ہاتھ بھی چھری پر رکھ دیا کہ دونوں نے مل کر ذبح کیا تو دونوں پر بِسْمِ اللہ کہنا واجب ہے ایک نے بھی قصداً چھوڑ دی یا یہ خیال کر کے چھوڑ دی کہ دوسرے نے کہہ لی مجھے کہنے کی کیا ضرورت دونوں صورتوں میں جانور حلال نہ ہوا۔ (درمختار، کتاب الاضحیہ، ج9، ص551، دارالمعرفہ، بیروت)

سوال: کیا عورت جانور کو ذبح کرسکتی ہے؟

جواب: عورت کا ذبیحہ جائز ہے جبکہ ذبح کرنا جانتی ہو اور شرائط حلت مجتمع ہوں۔ (فتاوی رضویہ، ج8، ص332، مکتبہ رضویہ، کراچی)

سوال: اگر کسی نے جانور کو عقدہ یعنی گانٹھ سے اوپر ذبح کر دیا اور عقدہ والی ہڈی باہر کی جانب آ گئی تو کیا حکم ہے؟

جواب: اس مقام میں تحقیق یہ ہے کہ ذبح میں گھنڈی کا اعتبار نہیں، چاروں رگوں میں سے تین کٹ جانے پر مدار ہے، اگر ایک یا دو رگ کٹی حلال نہ ہوگا اگرچہ گھنڈی سے نیچے ہو اور اگر چاروں یا کوئی سی تین کٹ گئیں تو حلال ہے اگرچہ گھنڈی سے اوپر ہو۔ (فتاوی رضویہ، ج20، ص219، رضا فائونڈیشن، لاہور)

سوال: بعض لوگ قربانی کے جانور کو ذبح کے بعد جانور کے ٹھنڈا ہونے سے پہلے گردن کو توڑ دیتے ہیں اور مزید رگوں کو کاٹتے ہیں جس سے جانور اچھلتا ہے تڑپتا ہے کیا اس کا ایسا کرنا جائز ہے؟

جواب: اس طرح ذبح کرنا کہ چھری حرام مغز تک پہنچ جائے یا سر کٹ کر جدا ہو جائے مکروہ ہے...... ہر وہ فعل جس سے جانور کو بلا فائدہ تکلیف پہنچے مکروہ ہے مثلاً جانور میں ابھی حیات باقی ہو ٹھنڈا ہونے سے پہلے اس کی کھال اتارنا اس کے اعضا کاٹنا یا ذبح سے پہلے اس کے سر کو کھینچنا کہ رگیں ظاہر ہو جائیں یا گردن کو توڑنا۔''

(بہار شریعت، جلد3، حصہ 15، صفحہ315، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

قربانی کرنے کا طریقہ

قربانی کا جانور ان شرائط کے موافق ہو جو مذکور ہوئیں یعنی جو اس کی عمر بتائی گئی اس سے کم نہ ہو اور ان عیوب سے پاک ہو جن کی وجہ سے قربانی ناجائز ہوتی ہے اور بہتر یہ کہ عمدہ اور فربہ ہو۔ قربانی سے پہلے اسے چارہ پانی دے دیں یعنی بھوکا پیاسا ذبح نہ کریں۔ اور ایک کے سامنے دوسرے کو نہ ذبح کریں اور پہلے سے چھری تیز کر لیں ایسا نہ ہو کہ جانور گرانے کے بعد اس کے سامنے چھری تیز کی جائے۔ جانور کو بائیں پہلو پر اس طرح لٹائیں کہ قبلہ کو اوس کا منہ ہو اور اپنا داہنا پاؤں اس کے پہلو پر

رکھ کر تیز چھری سے جلد ذبح کر دیا جائے اور ذبح سے پہلے یہ دُعا پڑھی جائے:

إِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُكِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ لَاشَرِیْكَ لَهٗ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ اَللّٰهُمَّ لَكَ وَمِنْكَ بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ۔

اسے پڑھ کر ذبح کر دے۔ قربانی اپنی طرف سے ہو تو ذبح کے بعد یہ دُعا پڑھے۔

اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ مِنِّیْ كَمَا تَقَبَّلْتَ مِنْ خَلِیْلِكَ اِبْرَاهِیْمَ عَلَیْهِ السَّلَامُ وَحَبِیْبِكَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ تعالٰی علیه وسلَّم۔

اس طرح ذبح کرے کہ چاروں رگیں کٹ جائیں یا کم سے کم تین رگیں کٹ جائیں۔ اس سے زیادہ نہ کاٹیں کہ چھری گردن کے مہرہ تک پہنچ جائے کہ یہ بے وجہ کی تکلیف ہے پھر جب تک جانور ٹھنڈا نہ ہو جائے یعنی جب تک اس کی روح بالکل نہ نکل جائے اس کے نہ پاؤں وغیرہ کاٹیں نہ کھال اتاریں اور اگر دوسرے کی طرف سے ذبح کرتا ہے تو مِنّی کی جگہ مِنْ کے بعد اس کا نام لے۔ اور اگر وہ مشترک جانور ہے جیسے گائے اونٹ تو وزن سے گوشت تقسیم کیا جائے محض تخمینہ سے تقسیم نہ کریں۔ پھر اس گوشت کے تین حصے کر کے ایک حصہ فقرا پر تصدّق کرے اور ایک حصہ دوست و احباب کے یہاں بھیجے اور ایک اپنے گھر والوں کے لیے رکھے اور اس میں سے خود بھی کچھ کھالے اور اگر اہل و عیال زیادہ ہوں تو تہائی سے زیادہ بلکہ کل گوشت بھی گھر کے صرف میں لاسکتا ہے۔ اور قربانی کا چمڑا اپنے کام میں بھی لاسکتا ہے اور ہوسکتا ہے کہ کسی نیک کام کے لیے دیدے مثلاً مسجد یا دینی مدرسہ کو دیدے یا کسی فقیر کو دیدے۔ بعض جگہ یہ چمڑا امام مسجد کو دیا جاتا ہے اگر امام کی تنخواہ میں نہ دیا جاتا ہو بلکہ اعانت کے طور پر ہو تو حرج نہیں۔ بحرالرائق میں مذکور ہے کہ قربانی کرنے والا بقرعید کے دن

سب سے پہلے قربانی کا گوشت کھائے اس سے پہلے کوئی دوسری چیز نہ کھائے یہ مستحب ہے اس کے خلاف کرے جب بھی حرج نہیں۔

(بحر الرائق، کتاب الصلاۃ، باب مایفسد الصلاۃ، ج2، ص57، مطبوعہ کوئٹہ)

نوٹ : صدر الشریعہ بدر الطریقہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ نصیحت کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

احادیث سے ثابت ہے کہ سید عالم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے اس امت مرحومہ کی طرف سے قربانی کی یہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم) کے بے شمار الطاف میں سے ایک خاص کرم ہے کہ اس موقع پر بھی امت کا خیال فرمایا اور جو لوگ قربانی نہ کرسکے ان کی طرف سے خود ہی قربانی ادا فرمائی۔ یہ شبہہ کہ ایک مینڈھا ان سب کی طرف سے کیونکر ہوسکتا ہے یا جو لوگ ابھی پیدا ہی نہ ہوئے اون کی قربانی کیونکر ہوئی اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے خصائص سے ہے۔ جس طرح حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم) نے چھ مہینے کے بکری کے بچے کی قربانی ابو بردہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے جائز فرمادی اوروں کے لیے اس کی ممانعت کردی۔ اسی طرح اس میں خود حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم) کی خصوصیت ہے۔ کہنا یہ ہے کہ جب حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم) نے اُمت کی طرف سے قربانی کی تو جو مسلمان صاحب استطاعت ہو اگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے نام کی ایک قربانی کرے تو زہے نصیب اور بہتر سینگ والا مینڈھا ہے جس کی سیاہی میں سفیدی کی بھی آمیزش ہو جیسے مینڈھے کی خود حضور اکرم (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم) نے قربانی فرمائی۔

(بہار شریعت، جلد3 حصہ15، ص353، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

ماخذ ومراجع

تفسیر طبری، ابو جعفر محمد بن جریر طبری (متوفی 310ھ) دار ہجر للنشر والطباعۃ، بیروت

تفسیر ابن ابی حاتم، ابو محمد عبد الرحمن بن محمد ابن ابی حاتم (متوفی 327ھ) مکتبہ نزار مصطفی الباز، عرب

تفسیر بغوی، ابو محمد الحسین بن مسعود البغوی (متوفی 510ھ) داراحیاء التراث العربی، بیروت،

عجائب القرآن، علامہ عبد المصطفی اعظمی مکتبۃ المدینہ کراچی

ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت، امام احمد رضا خان (متوفی 1340ھ) مکتبۃ المدینہ، کراچی

تفسیر سمرقندی، ابو اللیث نصر بن محمد السمر قندی (متوفی 373ھ) مطبوعہ بیروت

تفسیر الہدایۃ الی بلوغ النہایہ، ابو محمد مکی بن ابی طالب (متوفی 437ھ) مطبوعہ مجموعہ بحوث الکتاب السنۃ

قصص الانبیاء لابن کثیر، عماد الدین اسماعیل بن عمر ابن کثیر دمشقی، (متوفیٰ 774ھ) دارالتألیف،

تفسیر ثعلبی، احمد بن محمد بن ابراھیم الثعلبی (متوفی 427ھ) داراحیاء التراث العربی، بیروت

خزائن العرفان، سید نعیم الدین مراد آبادی، مکتبۃ المدینہ، کراچی

تفسیر قرطبی، ابو عبد اللہ محمد بن احمد القرطبی (متوفی 671

)دارالکتب المصریہ، القاہرہ

تفسیر کبیر،ابو عبداللہ محمد بن عمر الرازی (متوفی 606ھ)داراحیاء التراث العربی بیروت

صحیح بخاری،ابو عبدللہ محمد بن اسماعیل بخاری(متوفی256ھ) مطبوعہ دارطوق النجاۃ

صحیح مسلم ،ابو الحسین مسلم بن حجاج قشیری(متوفی 261ھ)داراحیاء التراث العربی بیروت

مسند احمدبن حنبل،ابو عبدللہ احمد بن محمد بن حنبل(متوفی 241ھ) مؤسسۃ الرسالہ،بیروت

اسلامی زندگی ،مفتی احمد یار خان نعیمی ،مکتبۃ المدینہ کراچی

تفسیر صاوی،علامہ احمد بن محمد الصاوی

تفسیر روح البیان،ابو الفداء اسماعیل حقی بن مصطفی(متوفی 1127ھ) دارالفکر،بیروت

علم القرآن ،مفتی احمد یار خان نعیمی ،مکتبۃ المدینہ کراچی

تفسیر درمنثور،جلال الدین عبدالرحمن بن ابی بکر السیوطی(متوفی911ھ)دارالفکر،بیروت

تفسیر کشاف ،ابو القاسم محمود بن عمرو الزمخشری(متوفی 538ھ) دارالکتاب العربی بیروت

تفسیر زادالمسیر،ابو الفرج عبد الرحمن بن الجوزی(متوفی 597ھ)دارالکتاب العربی بیروت

المستدرک علی الصحیحین للحاکم،امام ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ حاکم نیشاپوری(متوفی405 ھ)، دارالکتب العلمیہ،بیروت

تفسیر مظہری ،علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی (متوفی 1810ھ) ،مکتبہ رشیدیہ

سیرت حلبیہ،علی بن إبراہیم بن أحمد الحلبی، أبو الفرج، نور الدین ابن برہان الدین (المتوفی1044ھ)دارالکتب العلمیہ،بیروت

شعب الایمان للبیہقی ،امام ابو بکر احمد بن الحسین البیہقی 458ھ مکتبۃ الرشد للنشر والتوزیع ،ریاض

حکایتیں اور نصیحتیں،اَلشَّیخ شُعَیب حَرِیْفِیْش(اَلْمُتَوَفّٰی 810ھ)۔ مکتبۃ المدینہ کراچی

مصنف عبد الرزاق،أبو کر عبد الرزاق بن ہمام بن نافع الحمیری الیمانی الصنعانی (المتوفی211ھ) المکتب الاسلامی بیروت

بہارشریعت،صدر الشریعہ بدر الطریقہ مفتی امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللہ الغنی(متوفی 1367ھ) مکتبۃ المدینہ کراچی

فتاوی رضویہ امام اہلسنت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن (1340 ھ) رضافاؤنڈیشن لاہور

جامع الترمذی، امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی (متوفی 279ھ)،مطبعہ مصطفی البابی مصر

الترغیب الترہیب،امام زکی الدین عبد العظیم بن عبد القوی منذری (متوفی 1248ھ)، دارالکتب العلمیہ بیروت

تفسیر بیضاوی ،ناصر الدین عبد اللہ ابو عمر بن محمد شیرازی بیضاوی (متوفی 791ھ)داراحیاء التراث العربی بیروت

شرح النووی علی مسلم ،امام محی الدین ابو زکریا یحییٰ بن شرف نووی(متوفی 676ھ)،داراحیاء التراث العربی بیروت

مجمع الزوائد ،حافظ نور الدین علی بن ابی بکر ہیتمی (متوفی 807ھ)مکتبۃ القدسی القاہرہ

الفردوس بماثور الخطاب ،حافظ ابو شجاع شیرویہ بن شھرداربن شیرویہ دیلمی،(متوفی509ھ)،دارالکتب العلمیہ بیروت

مرأۃ المناجیح ،مفتی احمد یار خان نعیمی نعیمی کتب خانہ گجرات

تفسیر نیشاپوری :نظام الدین الحسن بن محمد بن حسین القمی النیسابوری (المتوفی850ھ)، دارالکتب العلمیہ بیروت

لباب الاحیاء،أبو حامد محمد بن محمد الغزالی الطوسی (المتوفی505) مکتبۃ المدینہ کراچی

مشکوۃ المصابیح،علامہ ولی الدین تبریزی، (متوفی 742ھ) المکتب الاسلامی بیروت

التیسیر شرح الجامع الصغیر،زین الدین محمد المدعو بعبد الرؤوف بن تاج العارفین بن علی بن زین العابدین الحدادی ثم المناوی القاہری (المتوفی1031)،مکتب الامام الشافعی الریاض

شرح معانی الآثار :أبو جعفر أحمد بن محمد بن سلامۃ بن عبد الملک بن سلمۃ الأزدی الحجری المصری المعروف بالطحاوی (المتوفی

321ھ)،مطبوعہ عالم الکتب

سنن دارمی،أبو محمد عبد الله بن عبد الرحمن بن الفضل بن بَہرام بن عبد الصمد الدارمی، التمیمی السمرقندی (المتوفی255ھ) دار المغنی للنشر والتوزیع عرب

حلیۃ الاولیاء لابی نعیم ،أبو نعیم أحمد بن عبد الله بن أحمد بن إسحاق بن موسی بن مہران الأصبہانی (المتوفی430ھ)دارالفکربیروت

المعجم الکبیر للطبرانی،امام ابو القاسم سلیمان بن احمد طبرانی، (متوفی360ھ) مکتبہ ابن تیمیہ القاہرہ

احیاء علوم الدین،أبو حامد محمد بن محمد الغزالی الطوسی (المتوفی505)دارالمعرفہ بیروت

المعجم الاوسط ،امام ابو القاسم سلیمان بن احمد طبرانی (متوفی360ھ)،دارالحرمین القاہرہ

مسند بزار،أبو بکر أحمد بن عمرو بن عبد الخالق بن خلاد بن عبید الله العتکی المعروف بالبزار (المتوفی 292ھ)،مکتبۃ العلوم والحکم مدینہ منورہ

الحاوی للفتاوی،عبد الرحمن بن أبی بکر، جلال الدین السیوطی (المتوفی911)، دارالفکر للطباعۃ والنشربیروت

شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ ،أبو عبد الله محمد بن عبد الباقی بن یوسف بن أحمد بن شہاب الدین بن محمد الزرقانی المالکی (المتوفی1122)،دارالمعرفۃ بیروت

الشفاء بتعریف حقوق المصطفی،القاضی ابو الفضل عیاض مالکی (متوفی 544 ھ)، المطبعة الشرکة الصحافیةفی البلاد العثمانیه
نسیم الریاض ،علامه شهاب الدین خفاجی(المتوفی1069)،مرکز اہلسنت برکات رضا گجرات ہند
سنن ابی داود ،امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث سجستانی (متوفی 275ھ)،آفتاب عالم پریس لاہور
المصنف لابن ابی شیبه ،حافظ عبد الله بن محمد بن ابی شیبه کوفی عبسی(متوفی235 ھ)،دارالکتب العلمیةبیروت
کنزالعمال، علاء الدین علی بن حسام الدین ابن قاضی خان القادری الشاذلی الهندی البرہانفوری ثم المدنی فالمکی الشہیر بالمتقی الہندی (المتوفی975ھ)مؤسسة الرسالةبیروت
الصحاح ،أبو نصر إسماعیل بن حماد الجوہری الفارابی (المتوفی393ھ)دار احیاء التراث العربی بیروت
تاج العروس، محمّد بن محمّد بن عبد الرزّاق الحسینی، أبو الفیض، الملقّب بمرتضی، الزَّبیدی (المتوفی 1205ھ)داراحیاء التراث العربی بیروت
الطبقات الکبرٰی لابن سعد :أبو عبد الله محمد بن سعد بن منیع الہاشمی بالولاء ، البصری، البغدادی المعروف بابن سعد (المتوفی،230ھ، دارصادر بیروت
فتح الباری،امام حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی (متوفی 852ھ)

مصطفیٰ البابی مصر
شرح السنة للبغوی،محیی السنة، أبو محمد الحسین بن مسعود بن محمد بن الفراء البغوی الشافعی (المتوفی 516ھ) المکتب الاسلامی بیروت
تاریخ بغداد،أبو بکر أحمد بن علی بن ثابت بن أحمد بن مہدی الخطیب البغدادی (المتوفی463ھ)دارالکتاب العربی بیروت
السیرة النبویة لابن ہشام،عبد الملك بن ہشام بن أیوب الحمیری المعافری، أبو محمد، جمال الدین (المتوفی213ھ)دارابن کثیر بیروت
الاستیعاب،أبو عمر یوسف بن عبد الله بن محمد بن عبد البر بن عاصم النمری القرطبی (المتوفی463ھ) دارالکتب العلمیةبیروت
افضل القری لقراء ام القری،شیخ الاسلام احمد بن محمد بن علی بن حجرہیتمی (المتوفی974ھ) المجمع الثقافی ابو ظہبی
حاشیة الطحطاوی علی الدر المختار ،أحمد بن محمد بن إسماعیل الطحطاوی الحنفی(متوفی1231ھ)المکتبة لعربیه کوئٹه
طبرانی اوسط،امام ابو القاسم سلیمان بن احمد طبرانی، (متوفی 360ھ) دارالحرمین القاہره
السنن الکبری للبیہقی، أحمد بن الحسین بن علی بن موسی الخُسْرَوْجِردی الخراسانی، أبو بکر البیہقی (المتوفی458ھ) دارالکتب العلمیه بیروت
درمختار، علامه علاء الدین محمد بن علی حصکفی علیه رحمة الله

القوی (متوفی1088ھ)دارالمعرفه بیروت
فتاوی ہندیہ،لجنة علماء برئاسة نظام الدین البلخی(1161ھ)
دارالفکربیروت
احکام القرآن للطحاوی،أحمد بن محمد بن إسماعیل الطحطاوی
الحنفی(متوفی1231ھ) مرکز البحوث الاسلامیه استنبول
ماہنامه الحدیث حضرو،شماره نمبر 44،جنوری2008ء بحواله قربانی
154،اویسی بك سٹال،گوجرانواله)
(ماہنامه السنه جہلم،شماره نمبر 14،ص29تا31،دسمبر2009ء بحواله
قربانی، ص 173،اویسی بك سٹال،گوجرانواله)
المجموع شرح المهذب،امام محی الدین ابو زکریا یحییٰ بن شرف
نووی(متوفی 676ھ) دار الفکر بیروت
الموسوعه فقهیه کویتیه ،وزارة الأوقاف والشئون الإسلامیة،دار
السلاسل کویت
ہامش الجامع الصغیرللسیوطی، جلد 1، صفحه 114، ماخوذ از قربانی
،صفحه233، اویسی بك اسٹال، گوجرانواله
فتاوی ثنائیه ،مولوی ثناء الله امر تسری ،اویسی بك اسٹال گوجرانواله
فتاوی علمائے حدیث ،باب قربانی ،ج 13،ص71تا74بحواله
قربانی،ص184، اویسی بك سٹال،گوجرنواله)
ہدایه،علی بن أبی بکر بن عبد الجلیل الفرغانی المرغینانی، أبو الحسن
برہان الدین (المتوفی593ھ) داراحیاء التراث العربی بیروت

ردالمحتار،محمد امین ابن عابدین شامی (متوفی 1252ھ) دارالمعرفه
بیروت
بدائع الصنائع، علاء الدین، أبو بکربن مسعود بن احمد الکاسانی حنفی
رحمة الله تعالی علیه (متوفی 587 ھ) دارالکتب العلمیه بیروت
مرقاة المفاتیح ،علامه ملا علی بن سلطان قاری
،(متوفی1014ھ)،دارالفکربیروت
تبیین الحقائق ،فخر الدین عثمان بن علی زیلعی رحمة الله تعالی علیه (
متوفی 743ھ) دارالکتب العلمیه بیروت
التعلیق الممجد،ابو الحسنات محمد عبد الحی بن محمد عبد الحلیم ا
للکھنوی ،دارالقلم دمشق
المدونة ،مالك بن أنس بن مالك بن عامر الأصبحی المدنی (المتوفی
179ھ)درا لکتب العلمیه بیروت
الاموال للقاسم بن سلام،أبو عُبید القاسم بن سلاّم بن عبد الله الهروی
البغدادی (المتوفی224 ھ) دار الفکربیروت
الاجماع،أبو بکر محمد بن إبراہیم بن المنذر النیسابوری (المتوفی
319ھ) دار المسلم للنشر والتوزیع
المغنی لابن قدامه ،أبو محمد عبد الله بن أحمد بن محمد بن قدامة
الحنبلی(المتوفی620 ھ)مکتبه قاہره
لسان العرب، ابو الفضل محمد بن مکرم بن علی ابن منظورا لا فریقی
(المتوفی711 ھ) دار صادر بیروت

بنایہأبو محمد محمود بن أحمد بن موسی العینی (المتوفی 855 ھ) دار الکتب العلمیہ بیروت

المحلی بالاثار لابن حزم،أبو محمد علی بن أحمد بن سعید بن حزم (المتوفی456 ـھ) دارالفکربیروت

مبسوط،محمد بن أحمد بن أبی سہل شمس الأئمة السرخسی (المتوفی483 ھ) مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ

کتاب الخمیس ،حسین بن محمد بن الحسن الدِّیار بَکْری (المتوفی 966ھ)مؤسسة شعبان بیروت

دلائل النبوة لابی نعیم،ابو نعیم احمد بن عبد اللہ بن أحمد ا لاصبہانی (المتوفی430 ھ) عالم الکتب بیروت

سنن النسائی،ابو عبد الرحمن احمد بن شعیب بن علی الخراسانی النسائی (المتوفی303 ھ)نور محمد کارخانہ کراچی

قاموس المحیط،مجد الدین أبو طاہر محمد بن یعقوب الفیروزآبادی (المتوفی817ھ) موسسة الرسالہ بیروت

الاخوان لابن ابی الدنیا،أبو بکر عبد اللہ بن محمد بن عبید البغدادی ابن أبی الدنیا (المتوفی281 ھ)
دارالکتب العلمیہ بیروت

الضعفاء الکبیر للعقیلی،ابو جعفر محمد بن عمرو بن موسی بن حماد العقیلی المکی (المتوفی322 ھ) دارالمکتبة العلمیہ بیروت

حدیقہ ندیہ،عبد الغنی بن اسمٰعیل نابلسی قدس سرہ القدسی1141ھ،

تاریخ ابن عساک،رعماد الدین اسماعیل بن عمر ابن کثیر دمشقی(متوفیٰ 774ھ)دارالفکر للطباعة والنشر والتوزیع

مؤطا امام مالک،مالک بن أنس بن مالک ،(المتوفی 179ھ) موسسة زاید بن سلطان ابو ظبی امارات

فیضان احیاء العلوم،أبو حامد محمد بن محمد الغزالی الطوسی (المتوفی505) مکتبة المدینہ کراچی

خانیہ،قاضی خان حسن بن منصوربن محمود(متوفی 592ھ) مطبوعہ کراچی

تفسیر جمل،علامہ شیخ سلیمان جمل(متوفی1204 ھ)

صحیح ابن حبان،محمد بن حبان بن أحمد بن حبان (المتوفی354 ھ)۔ مؤسسة الرسالہ بیروت

تفسیر ارشاد العقل السلیم ،أبو السعود العمادی محمد بن محمد بن مصطفی (المتوفی982 ھ)۔داراحیاء التراث العربی بیروت

المعجم الوسیط،مجمع اللغة العربیة بالقاہرة، دار الدعوة

لمعات التنقیح ،عبدالحق محدث دہلوی(المتوفی1053)،مکتبہ حقانیہ کوئٹہ

المجالس السنیہ،علامہ احمد بن حجازی

تاریخ دمشق ،المؤلف :أبو القاسم علی بن الحسن بن ہبة اللہ المعروف بابن عساکر (المتوفی571ہ) داراحیاء التراث العربی بیروت